احرال وصوف

خواجت مل الدين مي



احسان وتصوف

احسان و تصوّف

خواجه شمس الدين عظيمي

انتشاب

کائنات میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے نام احسان وتصوف

2

خلاصه

ہر شخص کی زندگی روح کے تابع ہے اور روح ازل میں اللہ کو دیکھ چکی ہے جو بندہ اپنی روح سے واقف ہو جاتا ہے وہ اس دنیامیں اللہ کو دیکھ لیتا ہے



www.ksars.or

تعارف

بسم الله الرحمٰن الرحيم

تصوف کی حقیقت، صوفیاء کرام اور اولیاء عظام کی سواخی، ان کی تعلیمات اور معاشر تی کردار کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا اور ناقدین کے گروہ نے تھوف کو بڑعم خود ایک الجھاہوا معاملہ ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود تصوف کے مثبت اثرات ہر جگہ محسوس کئے گئے۔ آج مسلم امد کی حالت پر نظر دوڑائیں تو پیۃ چلتاہے کہ ہماری عمومی صور تحال زبوں حالی کاشکار ہے۔ گذشتہ صدی میں اقوام معظر بنے جس طرح سائنس اور ٹیکنالوجی میں اور ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ شریعت و طریقت کی روشنی میں ابنی مادی ترقی کو اخلاقی قوانین کا پابند بنا کر ساری و نیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کرتے ایک ایسانمونہ جس میں فرد کو نہ صرف معاشی آب سود گی حاصل ہو بلکہ وہ سکون کی دولت سے بھی ہم دوجہ تعلیم اور چندا یک مسلم معاشر وں میں بے سکونی اور بے چینی کر اور معاشر معاشر وں میں بے سکونی اور بے چینی کے اثرات واضح طور پر محسوس کئے جاتے ہیں حالانکہ قرآن و سنت اور شریعت و طریقت کے سرمدی اصولوں نے مسلم انوں کو جس طرز قکر اور معاشر سے کا علمبر دار بنایا ہے ، اس میں بے چینی، ٹینشن اور ڈپریشن نام کی کوئی گئجا کش میں۔

خواجہ مٹمس الدین عظیمی صاحب کی تصنیف احسان و تصوف کا مسودہ مجھے کنور ایم طارق، انچارج مراقبہ ہال ملتان نے مطالعہ کے لئے دیااور میں نے اسے تاریخ کے ایک طابعلم کی حیثیت سے پڑھا۔ خواجہ مٹمس الدین عظیمی صاحب کانام موضوع کے حوالہ سے باعث احترام ہے۔ نوع انسانی کے اندر بے چینی اور بے سکونی ختم کرنے، انہیں سکون اور مخل کی دولت سے بہرہ ور کرنے اور روحانی قدروں کے فروغ اور ترویج کیلئے ان کی کاوشیں نا قابل فراموش ہیں۔ ایک دنیا ہے جے آپ نے راوخدا کا مسافر بنادیا۔ وہ سکون کی دولت گھر گھر با نٹنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ میں لیقین سے کہہ سکتابوں کہ زیر نظر کتاب تصوف پر لکھی گئی کتابوں میں ایک منفر دمستند کتاب ہے۔ جس خوبصورت اور عام فہم انداز میں تصوف کی تعریف کی گئی ہے اور عالمین اور زمان و مکان کے سربت درازوں سے پر دہ ہٹایا گیا ہے۔ یہ صرف عظیمی صاحب بی کا منفر د انداز اور جدا گانہ اسلوب بیاں ہے۔ عظیمی صاحب نے موجودہ دور کے شعوری ارتقاء کو سامنے رکھتے تصوف کو جدید سائنٹیک انداز میں بیان کیا ہے۔ مصنف نے کوشش کی ہے کہ عبادات مثلاً نماز، روزہ اور جج کا تصوف سے تعلق، ظاہری اور باطنی علوم میں فرق، ذکر و فکر کی اہمیت، انسانی دماغ کی وسعت اور عالم اعراف کا ادراک جیسے ہمہ گیر اور پر اسرار موضوعات کو سادہ اسلوب میں اور بڑے دلنشیں پیرائے میں بیان کیا جائے تا کہ قاری کے ذہن پر بار نہ ہواور اس کوشش میں وہ کامیاب بھی رہے۔



میرے لئے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ یہ کتاب بہاء الدین زکر یا یو نیورسٹی ملتان کے شعبہ علوم اسلامیہ کے توسط سے شائع ہو رہی ہے۔ میں عظیمی صاحب کی اس کاوش کو سراہتا ہوں کہ انہوں نے طلباء کی ہدایت اور راہنمائی اور علمی تشکی کو بچھانے کیلئے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ میں عظیمی صاحب کو مبار کباد دیتا ہوں اور دعا کر تا ہوں کہ خدا کرے یہ کتاب عامتہ المسلمین اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے خواہشمند افراد سب کیلئے کیساں مفید ثابت ہو، معاشرہ میں تصوف کا صبحے عکس اجا گر ہواور الہی تعلیمات کو اپنا کر ہم سب دنیا اور آخرت میں سر خروہو سکیں۔ (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ چو د ھری

وائس جانسلر

بهاءالدین ز کریایو نیورسٹی ملتان



فهرست

تعارف	4
فهرست	6
قطرهٔ بارش	31
تصوف کی تعریف	35
باطنی مشاہدات:	35
روحانی تشر تح:	36
علم شریعت:	37
نفس كاعر فان:	38
تزكيه نفس:	38
ائمال واشغال:	39
تصوف کی تاریخ	41
ز مین پر انسان کا پېلا دن:	41
معاشر تی قوانین:	41
جسمانی رُخ ۔ ۔ ۔ روحانی رُخ:	42
ا یک اور د نیا:	43
نوعِ انسانی کا پېلا صوفی:	43



44	نماز میں حضوری:	
44	دعوتِ حق:	
45	يوم ازل كاوعده:	
47	اللّٰد کے نما کندے:	
48	الله کی باد شاہی کار کن:	
48	بثارت:	
49	قر آن اور تصوف:	
51	گھڑی کی سوئیاں:	
51	پیدائثی شعور:	
51	يہلے آسان کاشعور:	
53	وف اور ریمانیت	تص
53	ترکِ د نیا:	
54	مذاهب عالم اور تصوف	
54	يوناني تصوف:	
55	يېودى تصوف:	
55	عيسائي تصوف:	
55	ہند ومت اور تصوف:	
56	تصوف اور سائنس:	





3				
(2	
		1		
(1	ζ	3	
(,		
				,
88.8	5			
48.4				
9	Š			

57	تصوف اور معتر ضين
57	.اعتراضات:
58	قیاسی علوم:
58	منافقانه <i>طر</i> ز عمل:
59	تارك الدنيا:
60	تھياسوفى:
60	اسلام میں تفرقے
60	حقوق الله:
ت	تصوف كى اہميت وحقيقه
63	اسلام:
63	ائيان:
63	احسان:
64	انفس و آفاق:
64:	حضرت رابعه بصر کی
64	فلاسفه اور تصوف:
65	مذهب وتصوف: .
66	محبت
66	ماورائی شعور:





ر م کارم اخلاق	تصوف اور
) هـنـــ:	اخلاق
ں اخلاق:	فضائل
ت کا کر دار:	عبادار
تون:	چارسن
ف طيبه اور صوفياء كرام	سير پن
الطبيعی اساس:	مابعدا
ن کے اخلاقی اوصاف:	مومر
ق	غدمت خا
) کی ڈیو ٹی:	مخلوق
ېز ار نوغين:	گیاره
تِ دو سری مخلوق کے ساتھ بند ھی ہو ئی ہے:	ہر مخلو
) انسانی اور دیگر مخلوق کے حقوق:	حقوق
83	بيعت
ى كريم اور بيعت:	قر آل
يت ثيني:	ضر ور
ى استعداد:	شعورا
86 : مکاکر دار:	اساتذ





87	بيعت كا قانون:
87	نظام تربيت:
87	روحانی استاد کی خصوصیات:
90	نىبت
90	نسبت علميه:
90	نسبت سكينه:
91	نسبت عشق:
91	نىبت جذب:
91	قربِ نوافل، قربِ فرائض:
92	مخلو قات
92	مخلو قات كاحليه:
93	خلاء:
94	ىبى <i>ن بز</i> ار فرشتے:
94	دو کھر ب سیز:
95	سانس اور ہوا:
95	خون کی رفتار:
95	الله کی عادت:
96	ہر شئے کی بنیادیانی ہے:



در ختول کی دنیا:	,
بارش برسانے کا فار مولا:	;
فطرت کے قوانین:	;
فائناتی مسٹم:	ŕ
صراط متنقيم:	,
101	نسال
ا یک تخلیق سے ہز اروں تخلیقات:	Í
ز مین اور آسانول کی روشنی:	;
روشنيول كاسفر:	,
علوم سکھنے کے تقاضے:	ş
انسانی ذات کے تین پرت:	1
طيف انوار - كثيف جذبات:	J
104	بنات
ا يوالجن طاره نوس:	1
جنات کی د نیا:	<i>></i>
مشرک جنات:	•
جنات کی غذا:	<i>></i>
مىلمان جنات:	•





احسان وتصوف

ر رخت کی گواہی:	107
مفر دلهرین ـ مرکب لهرین:	107
ثنا گر د جنات:	108
يس لا كه چچين بز ارفث:	108
جنا ت کی عمرین:	108
سلطان:	109
جن مسلمانوں کی تعداد:	109
لخلو قات کے چار گروہ:	110
حضرت سليمان عليه السلام كالشكر: 	110
ا یک خو بصورت روحانی تمثیل:	110
مڻي اور آگ کي تخليق:	111
جنات کے بارہ طبقے: 	111
انهونی بات:	112
جن اور انسان میں عشق:	113
داهمه اور حقیقت:	115
سبت نامه شاه عبد العزيزُ:	115
تعویذ گنڑے سے علاج:	
ثوش اخلاق جنات:	120





122	جنات کی سی آئی ڈی: .
123	جنات کاسول کورٹ: .
125	فرشتے
125	شخص ا کبر:
لمين فرشة:	رضوان۔جنت کے منتظ
126	حکم حاکم اعلیٰ:
پثت پر:	الله كا ہاتھ رسول اللہ كى
127	الله جب پیار کر تاہے:
128	ملا ئكه كى قشمىيں:
128	نورانی فرشتے:
128	ملاءاعلى:
128	انسانی روحیں
128	حظيرةالقدس:
129	ملائكئهٔ اسفل:
129	ملا ئكيه ساوى:
129	ملا نکه عضر ی:
129	كراماً كانتين:
130	بيت المعمور:





130	فرشتوں کے گروہ:
130	فرشتوں کی صلاحیتیں:
131	كائناتى نظام:
131	اعمال نامه:
133	لطا نَف
133	روح اعظم:
134	كشش بعيد- كشش قريب:
136	چار نورانی نهرین:
136	مثال:
140	نورانی لهرون کانزول:
141	مغجزه 'کرامت'استدراج
143	سنگریزوں نے کلمہ پڑھا:
143	آ واز کی فریکوئنسی:
144	ریڈیا کی اور مقناطیسی لہریں
144	كهكشانى نظاموں كاكمپيوٹر:
146	تصوف 'صحابه کرالمٌ اور صحابیاتٌ
146	سيد ناا بو بكر صد ي ^{ين} :
146	سيد نافاروق اعظم عمر بن خطابٌ:





147	سيرناعثان ذوالنورينٌّ:
147	سيد ناعلى ابن ابي طالبٌّ:
147	ام المومنين حضرت خديجه الكبريُّ :
148	ام المومنين حضرت عائشةٌ:
148	حضرت بي بي فاطمته الزهرايَّ:
148	حضرت انس:
149	حضرت سعد بن ابی و قاصلٌ:
149	حضرت عبدالله بن مسعودٌ:
149	حضرت اسيد بن حضير عبادٌ:
149	حفرت جابرٌ:
150	حفرت سفينية:
150	حفرت ابوہریر ہا:
150	حفرت رہیج بن حراثیؓ:
151	حضرت علاء بن حضر می ":
151	حضرت اسامه بن زیدٌ:
151	حضرت سلمانًا:
153	نماز اور تصوف
153	صلوة کی اہمیت:





153	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل کے لئے بیہ دعا کی:
154	حضرت لقمان عليه السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:
154	غیب کی د نیا:
155	نماز میں خیالات کا ہجوم:
155	الله كاعر فان:
156	روح کاو ظیفیہ:
156	الله كو د ميكينا:
157	صوم اور تصوف
157	روزه کا مقصد:
158	حدیث قد سی:
159	روزہ ترک کا نظام ہے:
160	ليلته القدر:
161	حج اور تصوف
161	قر آن کریم اور حج:
162	ار کان مج کی حکمت:
162	اللَّه تعالىٰ نے پکارا:
	کنگریاں مارنے کی حکمت:
163	شك كاحال:





عى كى حكمت:	سر
ب زم زم:	.ĩ
واف کی حکمت:	Ь
شابدهٔ حق:	مز
لمَّلِ كرانے كى حكمت:	0
ي قي انتينا:	۲.
رِرام بإند صنے کی حکمت:	71
قناطيسي توانائي:	i
الم	وفياء
ضرت مولانا خليل احمد سهار نپورگ ً	>
ثَخَ اكبر ابن عربيٌّ:	<u>ش</u> ر
غرت بايزيدٌ:	>
ھزت عبد الله بن مبارك:	>
ثخ حضرت يعقوب بصرى ً:	<u>څ</u> ر
غزت الوالحن سمرانيَّ:	>
غرت عبد الله بن صالح:	>
غزت جنيد بغداديَّ:	>
غرت خواجه معين الدين چشين [*] :	<i>></i>





احسان وتضوف

حضرت ابراتيم خواص بي المستمع خواص بي المستمع خواص المستمين المستم المستمين المستمين المستمين المستمين المستمين المستمين المستمين
حضرت شيخ ابوالخيرا قطعيّ:
حضرت احمد رضاخان بریلویؓ:
اسل کی دینی جدوجهد اور نظام تربیت
دوسوسلاسل:
*سلسله قادريه:
ابو بكر شبليٌّ:
امام غزاكيُّ:
جنس کی تبدیلی
عورت اور مر د کی تخلیق:
عيسائی اور مسلمان:
علمى توجيهه:
لوح محفوظ پر تبدیلی:
سلىلە چىتىر:
حضرت معين الدين چشتی اجميري گن:
حضرت خواجه ممشاد دينوريَّ:
سلسلهٔ چشتیه کی خدمات:
راگ اور مُر :



اندر کی آنگھ:
* سلسله سهر ورديه:
بهاؤالدين ذكرياملتانيُّ:
شيخ الاسلام:
تبلیغی سر گرمیان:
دین پھیلانے والے تاجر:
حضرت زكر ياماتاني كى فلاحى خدمات:
*سلسله نقثبنديه:
دل کی مگرانی کرنی چاہئے:
اوليى فيض:
صوفياء كرام كي ديني خدمات:
*سلسله عظیمیه:
پېلا مدرسه:
ريت:
روز گار:
بيعت:
مقام ولايت:
اخلاق:





195	کثف و کرامات:
195	تصنيفات:
197	سلسلهٔ عظیمیه کی خدمات:
198	سائنسى انكشافات:
199	دين جدوجهد:
200	ذ کراذ کار
200	اسم اعظم:
200	گیاره ہز ار حواس:
201	چپپاہواخزانہ:
202	تفکر:
203	حضرت عائشةٌ:
204	ذاكرين اور فرشة:
205	غازی اور مجاہدین:
206	قانون:
207	مراقبهم
207	ذ ^{هن} ی مر کزی ت:
207	عرفان:
207	مراقبه کی تعریف:





چراغ کی لو:
شهود:
بصارت:
ساعت:
شامه اور لمس:
حضرت معروف كرخي ٌ:
سير يامعائنه:
مراقبہ کے فوائد:
مراقبه كي اقسام:
۲۵) مختلف رنگوں کی روشنیوں کے مراقبے:
٢٦) يه چاروں مراقبے کھلی آئکھوں سے کئے جاتے ہیں:
مراقبہ کرنے کا آداب:
مر اقبہ کے لئے بہترین او قات:
مراقبہ کس طرح کیا جائے:
پر هيزواحتياط:
مر تبه احسان كامر اقبه:
مراقبه موت:
قبرين دروازه:





221	فرشة كهتر بين:
221	ٹانگوں میں انگارے:
221	غيب:
222	يتيموں كامال:
222	ملك الموت اور ايك عورت كام كالمه:
223	مراقبة نور:
224	ماضی اور حافظہ:
224	اسائے الہیہ کامر اقبہ:
225	روشنيول کی اصل:
226	لم اعراف
226	كشف القبور:
227	جنت كاباغ:
227	جنت کے انگور:
228	جنت كالباس:
228	ويدُ يو فلم:
229	ہا تف غیبی:
229	کا ئنات آواز کی باز گشت ہے:
230	آوازمین اسرار ورموز:



احسان وتضوف

مراقبه قلب:
مان سائنىدان
عبد المالك اصمعى:
جابر بن حيان:
څمه بن موسیٰ الخوارز می:
على ابن سهيل ربان الطبرى:
يحقوب بن اسحاق الكندى:
ابوالقاسم عباس بن فرناس:
ثابت ابن قرة:
ابو بکر محمد بن زکر یا الرازی:
ابوالنصر الفاراني:
ابوالحن المسعودى:
ابن سينا:
شاه ولى الله:
بابا تاج الدين نا گپورى:
شاه عبد العزیز محدث د ہلوی:
محى الدين ابن عربي:
قلندر بابا اولياء:



235	فرآنی نظریه:
235	و نيور سلميان:
235	و حانیت کے خلاف ساز ش:
236	بدی زندگی کاراز:
236	أح كاانسان:
236	ليکٹران:
237	
237	تخلیقی فار مولے:
238	:TOM
238	اده اور توانا كى:
238	ورکے غلاف:
239	تعین مقد ارین:
240	•
240	رات کی تین قشمیں:
241	و شنی کا جال:
241	غيبات ا كوان:
241	ېروں کا جال:
242	سوفی اور سائنشٹ:





243	ظاہری علوم اور روحانی علوم
243	علم حضوری:
243	علم حصولی:
244	اطلاعات كاعلم:
244	سائنسی اسکینڈل:
244	مفروضه علوم:
245	مادی جیالوجسٹ:
246	ہر نی آیک ڈائی ہے:
246	انسانی فطرت:
246	روحانی جیالو جسٹ:
247	صلاحيتوں کا ٪:
247	يا څخ فيصد صلاحيت:
248	مادی اور روحانی جسم
248	ار نقاء:
249	باطن الوجو د ـ ظاہر الوجو د:
250	پېاڑ اُڑتے ہیں:
250	تجزييه:
251	ماده اور روح هم رشته بین:





252	زروجواهر:
253	انسان بے سکون کیوں ہے ؟
254	وسوسوں سے آزاد دنیا
254	جنت كادماغ ـ دوزخ كادماغ:
255	تصوف کے اسباق:
256	روح حيواني:
256	روح انسانی:
257	روحِ اعظم:
257	مثال:
258	د يكيف كي طر زين:
258	یانی سے بھر اہوا گلاس:
258	اند هي آنکه:
259	حواس میں اشتر اک:
260	جذبات کس طرح پیدا ہوتے ہیں:
261	نیند اور بید اری
261	میں کون ہوں؟ آپ کیاہیں؟
261	روح کے زون:
262	روح کی تلاش:





262	خواب اور زندگی:
264	كائنات كاسفر
264	شعور لاشعور:
266	شعور کاپېلا دن:
266	ہر جگہ ٹائم اور اسپیس ہے:
267	ماضی کی حقیقت:
267	وحدت الوجو دوحدت الشهود:
267	ہم ہاہر نہیں دیکھتے:
268	نگاه کی پہلی مر کزیت:
268	نظریهٔ رنگ ونور:
269	ابدال حق قلندر بابااولياءٌ فرماتے ہيں:
270	زمان اور مکان
274	آدم کاسرایا:
274	ایک ہز ارسال کاایک دن:
274	الله تعالیٰ فرماتے ہیں:
274	ایک رات ۲۳ سال کے برابر:
275	:DIMENSION
276	يروانه كي عمر:





ں مادہ خہیں ہے:	آد می کی اصل
277:ź	علم کی تشر ژ
ياں:	مز دور چيو نٿب
) عقل وشعور:	پر ندے میں
278	معاشرتی جانو
<u>بي</u> : :::::::::::::::::::::::::::::::::::	جانور روتے
278:	یقین کا پیٹر از
279	یقین کیاہے
تيان:	پتھر کی مور:
را ت:	تاروں بھر ک
281:	شعور کا آئینہ
گدر کمپيوٹر:	انسان کے ان
بان:	کرنٹ اور جا
282	حق اليقين: .
283:	فلم اور سينما:
284	انسانی دماغ
284:Sleep Labora	atories
285:	وحدانی دماغ





سانس زندگی ہے:
غيب کي د نيا:
باره کھر ب خلئے:
چراغ میں توانائی:
وحاني سائنس
ون کیاہے۔ رات کیاہے؟
لامتنابی تفکر:
كَهَانَى نظام:
ہر پرت الگ الگ ہونے کے باو جود ایک ہے:
د خان = مثبت كيفيت / منفى كيفيت:
خيالات كا قانون:
اناکی لېړىن:
اندرونی تحریکات:
حضرت سليمان عليه السلام كالمحل:
قر آنی سائنس:
روحانی حواس:
عجيب وغريب سر گزشت:
قبر کے اندر:



www.ksars.org

قطرهٔ بارش

روحانیت اور تصوف کے بارے میں لوگوں نے بہت پچھ لکھاہے،ایک گروہ کا خیال ہے کہ اکثر صوفیاء چونکہ اون کالباس پہنتے تھے اس لئے لوگ انہیں صوفی کہتے تھے۔ اون کو عربی میں صوف کہتے ہیں۔ وہ لوگ یہ لباس اس لئے پہنتے تھے کہ صوف کالباس پہننا اکثر نبیوں، ولیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا معمول رہاہے۔ بعض حضرات کے خیال میں اصحاب صفہ کے ساتھ نسبت رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ صوفی کہلاتے ہیں جبکہ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ صوفی صفاء سے مشتق ہے لیکن ان ساری تشریحات سے دل مطمئن نہیں ہوتا۔

تصوف کے اصطلاحی معانی دراصل ''نفس کا تزکیہ'' ہے۔ تصوف اس جذبہ اخلاص کا نام ہے جو ضمیر سے متعلق ہے اور ضمیر نور باطن ہے۔ صوفی اللہ کی معرفت سوچتا ہے۔ اس کی گفتگو کا محور اللہ ہو تا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ میں تا ہے اس کی گفتگو کا محور اللہ ہو تا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ میں ڈوبار ہتا ہے۔ اللہ کو دیکھنے اور اللہ سے ملاقات کے شوق میں اپناسب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

مظاہر فطرت، سمندر کی طغیانی اور سکون میں، اپنے آگے پیچھے اوپرینچ۔۔۔صوفی کوہر طرف اللہ نظر آتاہے۔

ہر دور میں فلنی موشگافیاں کرتے رہے، جو فلنی اللہ کی ہستی کے قائل ہیں، وہ اللہ کو صرف کا ئنات کا صنعتکار قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ مخلوق کا اللہ سے رابطہ قائم نہیں ہو تا۔ اللہ کسی انسان سے ہم کلام نہیں ہو تا۔

تفکر کیاجائے توسائنسداں اور فلاسفہ کے بیان میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔سائنس دان کہتاہے کہ اللہ اس لئے نظر نہیں آتا کہ اس کی موجود گی دلیل کی مختاج ہے اور انسان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے اللہ کو دیکھنا تسلیم کر لیاجائے۔

سائنس کاعقیدہ ہے کہ کائنات حادثاتی مظاہرہ ہے۔ حالا نکہ سائنس دان الیکٹرون کو تخلیق کی اکائی مانتا ہے۔ جو نظر نہیں آتی اور مجھی نظر نہیں آئی۔ سائنس اور فلسفہ کی بنیاد عقل پر ہے جبکہ لاکھوں سال میں عقل کی کوئی حتمی تعریف نہیں ہو سکی۔ سائنس اور فلسفہ کے برعکس مذہب کہتا ہے کہ صحیح عقیدہ کی بنیاد وحی اور الہام ہے اور عقل کاوحی اور الہام میں کوئی دخل نہیں ہے۔

تصوف کے معنی ہیں صوفی ہونااور صوفی کامطلب ہے: ظاہر سے زیادہ باطن کا خیال رکھنے والا۔ صوفی وہ ہے جوخو د کو تنہا کر کے اللہ سے متعلق رہے۔ اس میں اعلیٰ در جہ کا خلوص اور حقا کُق کے ادراک کی استعداد ہو۔ صوفی کا یقین ہے کہ اللہ خو د اپناکلام کسی بندے پر نازل کرتا ہے اور انسان اس سے رابطہ میں





قرآن پاک میں الله تعالی فرماتے ہیں:

ا) کسی بشر کی قدرت نہیں کہ وہ اللہ سے ہمکلام ہو۔ مگر و حی کے ذریعہ یا پر دہ کے پیچھے سے۔ یا کسی قاصد کے ذریعہ یا اللہ جس طرح چاہے۔ (سور ہُ شور کٰ آیت نمبر ۵۱)

۲)اگرتم پکاروگے تومیں جواب دوں گا۔

٣) تم مجھ سے مانگو میں تہہیں دوں گا۔

۴) میں تمہاری رگِ جان سے زیادہ قریب ہوں۔

۵) میں تمہارے اندر ہوں، تم دیکھتے کیوں نہیں؟

۲) اگرتم میری اطاعت کروگے تومیں اس کی جزادوں گااور اگر میری نافرمانی کروگے تو سزاکے مستحق ہوگے۔

2) اگرتم مجھ سے محبت کروگ تومیں تم سے محبت کروں گا اور اس محبت سے تمہاری شخصیت میں میری صفات کا عکس نمایاں ہو جائے گا۔ اور میرے قرب سے تم میر ادیدار کر سکوگ۔

جن لو گوں پر عقل کاغلبہ تھاانہوں نے اطاعت کو کافی سمجھااور جنت کو اپنامقصد بنالیا۔ لیکن جن لو گوں پر عشق کاغلبہ تھاانہوں نے اطاعت کے علاوہ اللّٰہ کے ساتھ تعلق اور محبت کوضر وری سمجھااور اللّٰہ کے دیدار کو اپنی زندگی کامقصد بنالیا۔

روحانیت یا "تصوف" روح انسانی سے واصل ہونے کا جذبہ ہے۔ تصوف اپنی اناکا کھوج لگانے کاعلم ہے۔

۔ تصوف من کی دنیا میں ڈوب کر سراغ زندگی پاجانے کانام ہے۔ علم روحانیت بیہ حقیقت آشکار کرتاہے کہ ازل میں روح اللہ کو دیکھ پچی ہے، روحیں اللہ ک آواز سننے کے بعد" قالو بلیٰ"کہہ کراس کی ربوبیت کا قرار کر پچکی ہیں۔ صوفی کہتا ہے اگر میر کی روح اللہ کونہ جان سکتی تواللہ مجھے اپنی ذات سے محبت کا حکم نہ دیتا۔ صوفی پر اسر ارور موز کا انکشاف ہو تا ہے۔ صوفی کے اوپر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روح ایک ایسی سے محبت کرنا چاہتی ہے جو اس کا خالق ہے اور وہ کا کنات میں حسین ترین ہستی ہے۔ صوفی کے یقین میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میر کی روح بھی اس سے محبت کرتی ہے۔

روحانی بندہ اللہ کی تلاش میں ارتکاز توجہ (Concentration)سے استغراق حاصل کر کے حقیقت الحقیقت سے واقف ہو جاتا ہے۔

دانشور پوچھتے ہیں کہ غیر صوفی کووہ مشاہدات کیوں نہیں ہوتے جن کاصوفی اعلان کر تاہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان روح سے واصل نہیں ہونا چاہتا۔ اور جب اپنی انا یعنی روح سے واقف نہیں ہونا چاہتا توروح کی حقیقت اس کے لئے پر دہ بن جاتی ہے۔





انسان مادی اور د نیاوی علوم کے لئے اپنی ساری توانائی اور مال و دولت خرچ کر تاہے۔ آدمی میٹرک پاس ہونے کے لئے 35600 گھنٹے اور کثیر سرمایہ خرچ کر تاہے لیکن روح کا عرفان حاصل کرنے کے لئے دن، رات میں 20منٹ بھی یکسو نہیں ہو تا۔ اللہ کے پاس جانے کے خیال سے ہی دنیا دار کے اوپر مر دنی چھاجاتی ہے جبکہ اللہ کی ہر نعمت اسے اچھی لگتی ہے۔

ہر فر دبشر جانتاہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ عام لو گول کے برعکس اللہ کے دیدار کے لئے صوفی اس وقت کاشوق سے انتظار کرتا ہے۔

احسان و تصوف کتاب لکھنے کا مقصد رہے ہے کہ بالخصوص امت مسلمہ اور بالعموم نوع انسانی، اپنی پیدائش، حیات و ممات اور منصبِ خلافت فی الارض کی حقیقت سے واقف ہو جائے اور یہ بات اس کے علم میں آ جائے کہ کائنات میں ہر مخلوق باشعور ہے لیکن انسان واحد باشعور مخلوق ہے جو یہ جان لیتی ہے کہ اس کو کس نے پیدا کیا ہے، کیوں پیدا ہوا، مرنے کے بعد کس دنیامیں چلاجا تاہے اور اس دنیا کے شب وروز کیا ہیں؟

تصوف پر ہز اروں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہر کتاب تصویر کاایک نیارخ پیش کرتی ہے۔ لو گوں نے تصوف کے اوپر بے پناہ اعتراضات کئے ہیں اور تصوف کی فضیلت میں قصیدہ خوانی بھی کی گئی ہے۔ تنقید و تعریف کے انبار میں تصوف کوایک الجھاہوامسکلہ سمجھا جانے لگا۔ کوئی کہتاہے کہ تصوف دنیابیز ار اور کاہل الوجود لو گول کامسلک ہے۔ کسی نے کہا۔ گدی نشین حضرات کامحبوب مشغلہ ہے اور مریدین سے خدمت لینے کا بہترین ذریعہ ہے۔ کسی نے بتایا کہ بیہ مسمريزم، بپناٹزم اور عامل معمول كا كھيل ہے۔ يہ بھى سننے ميں آياہے كه" نظريہ تصوف" گانے بجانے اور د ھال ڈالنے كااچھاطريقہ ہے۔

صاحب قلب و نظر افراد نے پرو قار، پر اعتاد اور سچائی کی عظمت کے ساتھ بیان کیاہے کہ قلبی مشاہدات اور روحانی کیفیات کانام تصوف ہے۔صوفی کے دل کی ہر د هڑ کن اللہ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کہتے ہیں کہ:

"يار دم بدم وبار بار مي آيد"

احسان وتصوف

اہل عقل و دانش نے فلسفیانہ استدلال، منطق اور عقلی توجیہات سے تصوف کو اس قدر الجھادیا ہے کہ تصوف ایک علم چیستان بن گیا ہے۔

انہوں نے اس علم کویہو دی، عیسائی، ویدانت اور بدھ ازم کالباس پہنا دیا ہے۔

قوم کے ہمدرد اور مخلص حضرات وخوا تین نے تصوف کے اعلیٰ ذوق کو اختیار کر کے توکل، قناعت اور استغناء کی روشن مثالیں قائم کی ہیں۔انہوں نے عملاً اس بات کامظاہر ہ کیا کہ تصوف ایک ایساراستہ ہے جس پر چل کر انسان دنیااور دین کی بھلائی حاصل کرلیتا ہے۔

تصوف کے پیروکار راہب نہیں ہوتے،وہ محنت مز دوری کرکے،حقوق العباد پورے کرتے ہیں اور شب بیدار ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ میری دانست میں تصوف کی تعریف بیرے کہ:



ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق انسان کی تخلیق کا مقصد خود کو پہچان کر اللہ کاعر فان حاصل کر تاہے۔

الله تعالیٰ ہمیں اپنی اصل یعنی روح سے واقف ہونے کی توفیق دے۔ (آمین)

آيئ!

جدوجهد كريں كه ہميں الله كا قرب نصيب ہوجائے اور ہم سب اس طرح الله سے قريب ہوجائيں جس طرح الله چاہتا ہے۔

خواجه مثمس الدین عظیمی خانواده سلسلهٔ عظیمیه ۲اربیچ الاول ۱۳۲۴

مر کزی مراقبه ہال - سرجانی ٹاؤن، کراچی

www.ksars.or

تصوف کی تعریف

باطنی مشاہدات:

صوفی ریاضت و مجاہدہ کے بعد محبوب کا دیدار کرناچاہتا ہے۔ دھیان اور مر اقبول کے ذریعہ اس کے اندریہ یقین راسخ ہو جاتا ہے کہ زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللّٰہ کاعر فان ہے۔

تصوف ایک ایساعلم ہے جوروح میں بالیدگی پیدا کرتاہے اور مخلوق کو خالق کائنات سے قریب کرتا ہے۔ روحانیت یا نصوف کے راستے کا مسافر باطنی کیفیات اور مشاہدات سے اللہ کو دیکھ لیتا ہے اور اسے اللہ سے جمکلامی کانٹر ف نصیب ہوجاتا ہے۔

ابدال حق حضور قلندر بابااولیائی نے جسمانی وظائف کے ساتھ روح کے عرفان کے اعمال واشغال کو تصوف کہاہے۔ اسلام میں شریعت اور طریقت کا تصور بھی یہی ہے کہ انسان عبادت میں جسمانی پاکیزگی اور اعمال کے ساتھ ذہنی تفکر کے ذریعے اپنی ذات سے واقفیت حاصل کرے تاکہ اس کے مشاہدے میں یہ بات آ جائے کہ انسانی ذات (روح) دراصل کسی انسان کے اندر ماورائی دنیاؤں میں داخل ہونے کانام ہے، چونکہ روح اللہ کاایک حصہ ہے۔ یعنی کل کا جزیے۔ جب جزکامشاہدہ ہوتا ہے تو (حقیقت مطلقہ) سامنے آ جاتی ہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

"لیں جو شخص اپنے رب سے ملا قات کا آرزومند ہو، اسے لازم ہے کہ اعمال صالحہ کرے اور اپنے رب کی اطاعت و فرماں بر داری میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

(سورهٔ کهف_ آیت نمبر ۱۱۰)

محبت، توحید، تقویٰ اور عرفان نفس تصوف کی بنیاد ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وحدہ ٗلاشریک ہے اور اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ قرآن پاک کانزول اس وقت ہوا جب دنیاشرک، کفراور بت پرستی کے اندھیروں میں گم ہو چکی تھی۔

انسان خو دیرستی، کبر ونخوت اور زریرستی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ فطری اقد ارکے منافی خواہشات کو پوراکرنے کے لئے • ۳۶۲ بتوں کو معبود بنالیا گیا تھا۔

اس پُر آشوب۔۔۔بے یقین۔۔۔فسادسے بھریور اور وسوسوں کے دور میں قر آن نے اعلان کیا:





"بس وہی ہر شے کااول ہے۔اور وہی ہر شے کا آخر ہے۔اور وہی ہر شئے کا ظاہر ہے۔اور وہی ہر شئے کی کنہ کو جانبے والا ہے۔"

تصوف، تقویٰ پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ کتاب متقی لو گوں کے لئے ہدایت ہے۔

"بے شک اللہ ان لو گوں کے ساتھ ہے جو متفی ہیں اور محسن ہیں"۔

(سورهٔ نحل۔ آیت نمبر ۱۲۸)

نصوف، عشق و محبت کاسمندر ہے اور محبت حصولِ مقصود کا ذریعہ ہے۔ مومن کو ایقان حاصل ہو تاہے۔ یقین مشاہدہ سے مشروط ہے۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ کتاب ہدایت دیتی ہے ان لو گوں کو جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پریقین رکھتے ہیں اور صلاق قائم کرتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں ان کے یقین میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ سب اللہ کا دیا ہوا ہے۔

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے۔ اور آخرت پریقین رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور وہی ہیں مر اد کو پہنچنے والے۔"

سور وُلِقر ہ۔ آیت نمبر ۴،۵)

روحانی تشریخ:

اس کتاب میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں۔ اور یہ کتاب ہدایت دیتی ہے۔ متنی لوگوں کو۔ اور متنی لوگ وہ خواتین و حضرات ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان، یقین سے مشر وط ہے۔ یقین کا مطلب ہے کسی چیز کو اس طرح دیکھ لیاجائے کہ اس میں ابہام باقی نہ رہے۔ اور قائم کرتے ہیں صلاق لعنی متنی لوگوں کا اللہ کے ساتھ رابطہ رہتا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق مومن دیکھتا ہے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یاوہ دیکھتا ہے کہ اللہ است کا ادراک رکھتا ہے کہ ہندہ جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اللہ پیدا کرتا ہے تووہ اس دنیا میں آتا ہے۔ اللہ وسائل فراہم کرتا ہے تووہ وسائل استعال کرتا ہے۔ مومن اپنی مرضی سے نہ جیتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے مرتا ہے۔

مشاہدہ کرنے والے لوگ ہی اللہ سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔

"اور جولوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں۔"

(سورهُ بقره - آیت نمبر ۱۲۵)



'(اے رسول صلی الله علیه و آله وسلم)مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ دادااور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور رشتے دار اور وہ اموال جوتم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم بہت ڈرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم بہت عزیز رکھتے ہو۔اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری یازیادہ محبوب ہے تو پھر انتظار کرویہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

(سوؤتوبه۔ آیت نمبر ۲۴)

صوفی قرب الی کاشید ائی ہو تاہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔روحانی آدمی اللہ کی طرف راغب رہتاہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"اے رسول! سجدہ کرتے رہواور قُرب حق حاصل کرتے رہو۔".

علم شریعت:

شریعت ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کی ہر تخلیق اللہ کے حکم سے وجو دمیں آئی ہے۔اللہ قادر مطلق ہے اللہ جو چاہے جب چاہے جس طرح چاہے اس کے أمر سے ہو جاتا ہے۔ شریعت پر عمل کرنے سے انسان کے شعور میں غیب کو سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہوتی ہے۔ اس کے دماغ میں غیب بنی کے خلیئے (CELLS)چارج ہو جاتے ہیں۔صاحب شریعت بندے میں اللہ کی نشانیوں پر تفکر کرنے اور تزکیۂ نفس کار جمان بڑھ جاتا ہے

تصوف یاروحانی علوم سکینے کے بعد انسانی شعور غیب کی دنیا کو دیکھ لیتا ہے۔انسان کوایمان یعنی یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ دنیا کی ابتداءانتہا،اول و آخر، ظاہر وباطن سب اللہ کے احاطے میں ہے۔شریعت پر کاربند بندہ نماز پڑھتاہے اور صاحب شریعت صوفی نماز میں اللہ کا دیدار کر تاہے۔ایک آدمی بادشاہ کے احکامات پر اور اس کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کر تاہے دوسرا آدمی بھی اچھاشہری ہے قوانین کا احترام کر تاہے لیکن اسے بادشاہ کی قربت بھی حاصل ہے۔ دونوں اچھے شہری ہیں۔ لیکن جسے قربت حاصل ہے،اس کا درجہ بڑا ہے۔

صاحب شریعت بندہ اللہ کی بادشاہی میں اللہ کے فرمانبر دار بندے کی طرح احکامات کی تعمیل کرتاہے برائیوں سے بچتاہے،غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتاہے۔ نیک عمل کرنے کی کوشش کر تاہے۔ یہی سب کام صوفی بھی کر تاہے لیکن وہ اللہ کے قرب کامتمنی ہو تاہے۔ اللہ کو جانتاہے۔ اللہ کو دیکھتا ہے۔ ہرشئے پراللہ کے محیط ہونے کامشاہدہ کرتا ہے اور اللہ رگِ جان سے زیادہ قریب ہے اس آیت کے مصداق خود کواللہ سے قریب محسوس

سورہ بقرہ کی آیت اسے ہمتک میں تقرب الی اللہ اور حق الیقین کا پورانصاب بیان ہواہے۔ شریعت مطہرہ ہمیں رہنمائی عطا کرتی ہے کہ ایمان بالغیب (حق القین) حاصل کرنے کے لئے اس طرح عمل کیا جائے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہمارا ذہن کامل میسوئی کے ساتھ اللہ سے وابستہ ہو





جائے۔ علم شریعت اور علم حضوری سکھنے کے بعد انسان کے شعور میں غیب پریقین کرنے اور غیب کی دنیا کے مکینوں کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

نفس كاعرفان:

تصوف کے علوم یاعلم حضوری حاصل ہونے کے بعد انسان عالم دنیاہے نکل کر عالم ارواح میں عالم ملکوت و جبروت میں پہنچ جاتا ہے۔

صدقِ مقال، اکلِ حلال کمانے والا بندہ اور سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والا امتی اپنے نفس اور اپنی روح سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور ارشادات پر دل وجاں سے عمل کرکے اللہ کو پیچیان لیتا ہے۔

"پس اے رسول جب آپ فرائض منصبی سے فارغ ہوں توعبادت میں محنت کریں اور اپنے رب کی طرف راغب رہیں۔"

(سورهٔ الم نشرح۔ آیت نمبر ۷۔۸)

"اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو"۔

(سورهٔ الحدید آیت نمبر ۴)

"بے شک الله ساتھ ہے ان لوگوں کے جو متقی ہیں اور محسن بھی ہیں"۔

(سورهٔ نحل- آیت نمبر ۱۲۸)

تزكيه نفس:

روحانیت یا تصوف کے دستور العمل" تز کیۂ نفس"کے بارے میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

"الله ہی وہ ذات پاک ہے جس نے اُمیوں میں ایک عظیم المرتبت رسول مبعوث فرمایا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنا تاہے، اور ان کے نفوس کا تزکیئہ کرتاہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھا تاہے۔"

(سورهٔ جمعه - آیت نمبر ۲)

سورہ مزمل کی ابتدائی آیات "تزکیۂ نفس" کے رہنمااصول بتاتی ہیں جس سے واضح ہو تاہے کہ صوفیاءر سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر پسندیدہ عمل کی اطباع کرتے ہیں اور تمام غیر پسندیدہ اعمال سے اجتناب کرتے ہیں۔ "اے کپڑوں میں لیٹنے والے ،رات کو کھڑے رہاکر و۔ مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا نصف سے کسی قدر کم کر دو۔ یا نصف سے کچھ بڑھا دو۔ اور قر آن کو خوب صاف صاف پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔ بے شک رات کو اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہو تا ہے۔ اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے اور اپنے رب کانام یاد کرتے رہو۔ اور سب سے قطع تعلق کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق و مغرب کامالک ہے۔ اس کے سواکوئی قابل عبادت نہیں۔ تواپنے سارے کام اس ہی کے سپر دکر دو۔

اور یہ لوگ جو باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کرواور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔ اور ان جھٹلانے والوں ناز و نعمت میں رہنے والوں کو جپھوڑ دو۔ اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں کی اور مہلت دے دو۔

(سورهٔ مزمل آیت ا تا ۱۱)

تصوف میں جتنے اعمال واشغال، سالک کو تلقین کئے جاتے ہیں وہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکامات کے مطابق ہوتے ہیں۔

اعمال واشغال:

- ا) ذکراذ کار حمد وتشبیح کرنا۔
- Concentration (۲، تلاش، جدوجهد، تفكر
- ٣) صلوة ميں الله سے تعلق قائم كرنا۔
- م) الله سے قریب ہونے کے لئے روزے ر کھنا۔
 - ۵) تزکیهٔ نفس کے بعد تقویٰ اختیار کرنا۔
- ۲) مسلمان ہونے کے بعد۔غیب کی دنیا کامشاہدہ کرنا۔
-) ہر طرف سے ذہن ہٹا کر یکسوئی کے ساتھ اپنے اندر کا کھوج لگانا یعنی مراقبہ کرنا۔
 - ۸) غصہ پر کنٹر ول حاصل کر کے اپنے اندر عفو و در گزر کی صفات پیدا کرنا۔

40

- ۱۰) صوفی سلموات پر بروج کی زینت کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔
- ۱۱) صوفی کے اندر خوف اور غم نہیں ہو تا۔ جو اللہ کے دوستوں کی پہچان ہے۔
 - ۱۲) صوفی نفس کی ظلمت کو دور کر کے اپنے رب کو پہچانتا ہے۔
- ۱۳) صوفی آسانوں، زمین اور تسخیر کائنات کے فار مولوں سے واقف ہو تاہے۔
- الله تعالیٰ اسے ناسوتی د نیامیں ہی جنت د کھا دیتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے وہ خو د کو بچانے کی ہر لمحہ کوشش کر تاہے۔
 - ۱۴) صوفی الله کی ہر نعت پر شکر اداکر تاہے اور جو حاصل نہیں اس کا شکوہ نہیں کر تا۔
 - ۱۵) صوفی معامله فہم ہو تاہے۔وہ کسی کی حق تلفی نہیں کر تا۔
 - ۱۲) صوفی بلاخوف مذہب وملت، ہر شخص کا احترام کر تاہے اور ان کے کام آناا پنافرض سمجھتاہے۔
 - ا) صوفی جھوٹ کو پیند نہیں کرتا اور خود جھوٹ نہیں بولتا۔
 - ١٨) صوفی سلام میں پہل كر تاہے۔
 - 19) صوفی سخی ہو تاہے۔ مہمان نوازی صوفیاء کی روایت ہے۔
 - ٠٠) صفى كو علم اليقين، عين اليقين اور حق اليقين حاصل ہو تاہے۔
- ۲۱) مر شدکے فیض،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور اللہ کے فضل و کرم سے صوفی را سخون فی العلم کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

تصوف کی تاریخ

آدم وحواجب زمین پر آئے توان میں شعور بہت کم تھا، وہ نہیں جانتے تھے کہ وسائل کو کس طرح استعال کیا جائے۔ قانون قدرت کے تحت آدم کی نسل دوسے چار، چارسے آٹھ اور اسی طرح جب ہز اروں سے تجاوز کر گئ تو شعور بھی لاکھوں گناہو گیا۔ آدم وحوا کے بچوں نے جڑیں، ناپختہ پھل اور کچا گوشت کھانے میں کر اہیت محسوس کی ان کے شعور نے رہنمائی کی کہ کچا گوشت نہ کھایا جائے۔ گیہوں کے دانے چبانے گندم پیس کر آئے کی روٹی پکانی چاہئے۔ (تاریخ تصوف)

زمین پر انسان کایهلادن:

قانون ہیہے کہ شعور ایک ہویا ہزار ہوں جب کسی نقطے پر مر کوز ہو جاتے ہیں تواس کا مظاہرہ ہو جاتا ہے۔ لاکھوں آدمیوں میں سے کسی ایک آدمی نے غیر اختیاری طور پر دو پتھر اٹھائے ان کو آپس میں ٹکرایا، ٹکرانے سے حرارت پیدا ہوئی تو پتھروں میں سے چنگاری نکلی۔

چنگاری کی چیک نے ابن آدم کو اس طرف متوجہ کیا کہ چنگاری سو کھی گھاس کو جلاڈالے گی اور دیکھتے دیکھتے آگ بھڑک اٹھی۔

زمین پر انسان کا میر پہلا دن تھاجب انسان حیوانات سے ممتاز ہوااور اس نے اس ایجاد سے اپنے لئے کھانا پکاناشر وع کر دیا۔ حیوانات سے ممتاز ہونے کے بعد انسان کے ذہن میں نئے نئے خیالات آتے رہے اور پھر ایجاد کاسلسلہ جاری ہو گیا۔

آدم اور حواکے آنے سے پہلے زمین موجود تھی اور زمین پر جنات آباد تھے۔ زمین کے وارث جنات اور آدم ہیں۔

جنات نے جب زمین پرخون خرابہ کیااور زمین کی کو کھ اجاڑنے کی ہر تدبیر پر عمل کیاتو قدرت نے زمین کو فساد زدہ قرار دے دیااور جنات سے زمین کی کو کھا جاڑنے کی ہر تدبیر پر عمل کیاتو قدرت نے زمین کو فساد زدہ قرار دے دیااور جنات سے جھائی کو قتل کر دیا کی سر داری چھین کر آدم کو دے دی۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہوئی کہ ابن آدم نے بھی وہی کیاجو جنات کرتے چلے آرہے تھے۔ بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا اور یہ سلسلہ دراز ہو تا چلاگیا۔

معاشرتی قوانین:

حضرت آدم علیہ السلام نے انسانی معاشرہ کے لئے جو قوانین وضع کئے ان کی اولاد نے ان پر پوری طرح عمل نہیں کیا۔ طویل عرصے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام ۹۵۰ برس تک توحید کی تبلیغ کرتے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام پانی کے ہر گھونٹ اور ہر لقمے پر





الحمد الله کہتے تھے۔ نوسو پچاس برسوں تک تبلیغ کرنے پر اسٹی (۸۰) مرد اور عور تیں ایمان لائے باقی قوم نے ان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا۔ اس پاداش میں قوم پر عذاب نازل ہوا۔ زمین کو فساد سے پاک کرنے کے لئے آسان سے اتناپانی برسا کہ زمین سمندر بن گئی۔ گاؤں، گوٹھ، قصیہ، شہر ڈوب گئے۔ پوری قوم غرقِ آب ہو گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ہلاک ہو گیا۔ اسٹی (۸۰) مرد اور عور تیں جو ایمان لائے تھے عذاب الہی سے پہلا کے۔ زمین چھ مہینے تک پانی میں ڈوبی رہی طوفان ختم ہونے پر کشتی ''جودی'' پہاڑی پر تھہری۔ (محمد رسول الله مَنَا اللَّهُ عَلَيْ اللهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّٰهِ اللّهُ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّهِ عَلَيْ اللّٰ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّٰهِ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّٰهُ عَلَيْ اللّٰ عَلَيْ اللّٰهِ اللّٰ اللّٰهُ عَلَيْ اللّٰ عَلَيْ اللّٰهُ اللّٰ عَلَيْ اللّٰهِ عَلَيْ اللّٰهِ عَلَيْ اللّٰ اللّٰ عَلَيْ الللّٰ الللّٰهُ عَلَيْ اللّٰهِ اللّٰ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ عَلَيْ اللّٰهُ عَلَيْ

ایمان لانے والے سلامتی کے ساتھ کشتی سے اترے لیکن ان کی نسل نہ چل سکی۔ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے "حام، سام، یافث" جو کشتی میں سوار سے ان کے سل کا دوبارہ آغاز ہوا۔ حام چھوٹے بیٹے تھے، سام مجھلے اور یافث بڑے بیٹے تھے۔ آج کی دنیا میں جہاں بھی جس رنگ کی بھی نسل آباد ہے وہ ان ہی تین بھائیوں کی اولاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے زمین کے چے چے پر ہادی اور پنجبر بھیجے جن کی تعداد کم و بیش ایک لا کھ چو بیس ہز اربتائی جاتی ہے۔ ایک لا کھ چو بیس ہز اربتائی جاتی ہوئے کی ہدایت دی ہے۔ یعنی مادی وجو د کو لا کھ چو بیس ہز ارپنج ببروں کی حیات طیبہ پر غور کیا جائے تو تمام پنج ببروں نے آدم زاد کو اپنی روح سے واقف ہونے کی ہدایت دی ہے۔ یعنی مادی وجو د کو سے ادر مادی وجو د کو قائم رکھنے والی روح کو پہچانو۔ پنج ببروں نے بتایا ہے کہ روح اللہ کا امر ہے۔ انسان کو اللہ کے امر کا علم دیا گیا ہے مگر تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ دیا گیا ہے۔ لیکن یہ تھوڑا علم لا محدود علم کا قلیل علم ہے۔

سمندر کے پانی کا ایک قطرہ لینی سمندر کے قلیل کا تجزیہ کیا جائے تواس قطرہ میں پورے سمندر کی صفات نظر آتی ہیں۔ پیپل کے درخت کا نیج خشخاش کے دانے سے چھوٹا ہے۔اگر پیپل کے اتنے چھوٹے نیج کومائیکروسکوپ فلم میں دیکھاجائے تواس نتھے سے بیج میں پیپل کاپورادر خت نظر آتا ہے۔

جسمانی رُخ _ _ _ روحانی رُخ:

ر سول الله صلی الله علیه وسلم اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات ہمیں اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ ہر انسان دور خوں سے مرکب ہے۔

انسان کاایک رخ جسمانی رخ ہے اور دوسر ارخ روحانی جسم ہے۔ مادی جسم کی تعریف ہیہ ہے کہ اس میں ہر لمحہ ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی ہے۔ مٹی کا جسم فنا ہو کر مٹی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ روحانی جسم اللہ کاامر ہے۔ ہر مادی وجود کی حرکت روحانی وجود کے تابع ہو کر حرکت روحانی وجود کے تابع ہو کر حرکت کر تاہے۔ روح اگر جسمانی وجود سے رشتہ منقطع کر لے تومادی وجود میں کسی بھی طرح کی حرکت نہیں ہوتی۔ کھانا پینا، چلنا پھر نا، غم اور خوشی سے متاثر ہونا، شادی بیاہ اس ہی وقت ممکن ہے جب روح جسم کو سہاراد ہے۔ د نیا ہر اروں سال سے موجود ہے۔ ہز اروں سال کی تاریخ میں ایک بھی مثال نہیں ہے کہ کسی مردہ جسم نے کوئی ایجاد کی ہو۔ یامر دہ اجسام سے کوئی اور انسانی عمل سرزد ہوا ہو۔



ایک اور دنیا:

احسان وتصوف

آسانی کتابوں اور قرآن حکیم میں اس بات کو وضاحت سے بیان کیا گیاہے کہ یہ دنیاعار ضی دنیاہے۔اس دنیاکے بعد ایک اور دنیاہے جس میں جاکر ہمیں اپنے اعمال کی سزایا جزاکے مطابق زندگی گزارنی ہے۔جس طرح اس دنیا کے بعد دوسری دنیاعالم آخرت ہے۔اسی طرح اس دنیامیں آنے سے پہلے بھی ایک دنیا ہے۔ جہاں سے ہم آئے ہیں۔ اس دنیا کانام عالم ارواح ہے۔

اللہ کے فرستادہ ہر نبی مکرم علیہ السلام نے اس امر کی تبلیغ کی ہے کہ انسان کا صحیح ورثہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کوخو د پڑھایااور سکھایاہے۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا سبب بھی یہی علم ہے۔جو جنات کو اور فرشتوں کو عطانہیں کیا گیا۔

نوع انسانی کا پېلاصوفي:

ا یک علم ظاہری ہے۔ دوسراعلم باطنی علم ہے۔ ظاہری علم معیشت ومعاشرت کاعلم ہے اور باطنی علم تصوف ہے۔ تصوف کا آغاز اس وقت ہواجب الله تعالى نے فرشتوں سے کہا''میں زمین پر اپنانائب بنانے والا ہوں۔''آ دم علیہ السلام کوعلم الاساء سکھانا۔

باطنی علوم کے زمرہ میں آتا ہے۔ باطنی اور آسانی علوم بنی نوع آدم کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کاور ثہہے۔ اس کامطلب یہ ہوا کہ نصوف کی ابتداء حضرت آدم عليه السلام سے ہوئی اور اس طرح نوع انسانی میں حضرت آدم علیه السلام پہلے صوفی ہیں۔

پنیمبروں کی تعلیمات رہنمائی کرتی ہیں کہ ہر پنیمبر نے نوع انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آگاہ کیا ہے اور خود اس پر عمل کر کے بامقصد زندگی گزارنے کا درس دیاہے۔

پنجمبروں کی تعلیمات کے مطابق واحد ذات اللہ کی پرستش نہ ہو تووہ ہر گز تصوف نہیں ہے۔

"انبیاء علیهم السلام بتاتے ہیں کہ ایک اللہ و حدہ لا شریک کی عبادت کر و۔ اللہ تعالی اپنی مخلوق میں بھائی چارہ چاہتے ہیں۔ اپنی مخلوق کوخوش دیھنا چاہتے ہیں۔ مخلوق کا بے سکون رہنااللہ کو بسند نہیں ہے۔

الله مخلوق کوخوش دیکھنے کے لئے مخلوق کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔ الله تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے راستے پر چلنے کو اپناراستہ قرار دیتے ہیں۔ پنیمبروں کی زندگی پر تفکر کیا جائے توان میں صراط متنقیم پر قائم رہنے اور صراط متنقیم پر دعوت دینے کابھر پور عزم ہو تاہے۔ پنیمبر عفوو در گذر سے کام لیتے ہیں، حق تلفی نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔



ہر پیغمبر کی تعلیمات کامقصد توحید پرستی ہے۔ یہی سب باتیں پیغمبر ان علیهم الصلوۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والاصوفی بتا تاہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

قرآن فرماتاہے:

"اور ہم نے آسان کوبر وج سے زینت بخشی دیکھنے والوں کے لئے اور چھپالیاہم نے اس خوبصورت آرائش اور زینت کو شیطان مر دود سے"۔

(سورة الحجر: ١٦١ ـ ١٤)

تصوف کاشیدائی صوفی اس کی تغییر اس طرح بیان کرتا ہے جولوگ آسان پر بروج کی زینت کو نہیں دیکھتے یا دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔اللہ تعالی نے ہر انسان کوروحانی صلاحیتوں سے بہرہ ورکیا ہے۔ہر انسان اس صلاحیت کو بیدار کرکے آسان پر بروج کو دیکھ سکتا ہے۔

نماز میں حضوری:

قرآن پاک میں ہے:

"پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جواپئی نمازوں سے بے خبر ہیں۔" (سور ہ ماعون۔ آیت نمبر ۲)

یعنی نماز تووہ پڑھتے ہیں لیکن انہیں نماز میں مرتبۂ احسان حاصل نہیں ہو تا۔ صوفی کہتا ہے جس کو نماز میں مرتبۂ احسان یعنی حضورِ قلب نہ ہواس کی نماز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے خرابی ہے۔ صوفی کاعقیدہ ہے کہ اگر انسان خشوع و خضوع کے ساتھ اللّٰہ کو صدقِ دل کے ساتھ حاضر و ناظر جان کر صلاۃ قائم کرے تواسے حضوری قلب نصیب ہو جاتی ہے۔

دعوتِ حق:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیاان لوگوں نے آسان اور زمین کے نظام پر مجھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدانے پیدا کی ہے آئھیں کھول کر نہیں دیکھا۔ (آئکھیں کھول کر دیکھنے سے مراد باطنی نظر سے دیکھنا ہے جو روح کی آئکھ ہے) اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید زندہ رہنے کی جو مہلت دی گئی ہے اس کے پورے ہونے کا وفت قریب آگیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہمیں ہدایت دیتا ہے کہ اللہ قادر مطلق ہے وہ جے چاہے ذلیل وخوار کر دے۔ اللہ عجز وانکساری کو پہند فرما تا ہے۔

تکبر اور غرور اللہ کے لئے ناپندیدہ اعمال ہیں۔ ناپندیدہ اعمال جب حدسے تجاوز کر جاتے ہیں تو قدرت نافرمانوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ ہر انسان اپنے عمل کاخود جوابدہ ہے اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوانہیں بن سکتی اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کابدل ہو سکتی ہے۔





حضرت عاد علیہ السلام کے قصے میں بیان ہواہے:

"کیاتم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے اونچی عمار توں والے عادِ ارم سے کیاسلوک کیا؟"

(سورهٔ حجر: آیت ۲ ـ ۷)

اور عاد عليه السلام كي طرف بهيجاان كابهائي مهو دعليه السلام بولا:

"اے قوم بندگی کرواللہ کی، کوئی نہیں تمہاراسہارااس کے سوا، کیاتم کوڈر نہیں؟"

(سورهٔ اعراف: آیت نمبر ۲۵)

گراہ قوم نے تعجب سے پوچھاتم ہمارے پاس صرف اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہم اور نہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہم اور تنہیں جھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادانے نہیں ہمارے باپ دادانے نہیں تم نے اور تمہارے باپ دادانے نہیں اور اللہ نے بان کی کوئی سند۔ قوم ہوڈنے عادؓ کی تعلیمات سے بیز اری کااظہار کیا، بولے:

"ہم کوبرابرہے تونصیحت کرے پانہ کرے۔" (سورۃ الشعراء: آیت نمبر ۱۳۷۱)

حضرت ہو دعلیہ السلام نے ان سے کہا:

"یاد کرواس ذات کو جس نے تمہیں وہ کچھ دیا ہے جو تم چاہتے ہو۔ تمہیں جانور دیئے، اولادیں دیں، باغ وشجر دیئے اور تمہارا رہے حال ہے کہ تم اللہ کے ساتھ انہیں شریک کرتے ہو جو تمہیں نفع و نقصان نہیں پہنچاسکتے۔عظمت و خوشحالی کا مظاہر ہ کرنے کے لئے تم نے کئی کئی منز لہ عالیثان عمار تیں بنائی ہیں، دولت اور ثروت ہونے کے باوجود تمہیں اطمینانِ قلب نہیں ہے۔ اس لئے کہ تم نے مادی دنیا ہی کوسب کچھ سمجھ لیا ہے"۔

(سورة الشعراء: آيت نمبر ۱۳۲_۱۳۵)

يوم ازل كاوعده:

حضرت صالح عليه السلام نے اپنی توم کو مخاطب کرے فرمایا:



"تم لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے ہو (جو وعدہ تمہاری روحوں نے یوم ازل میں اللہ سے کیا تھا اور تم نے قالو بلی کہہ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا) غصہ اور انتقام کے جذبے نے تمہیں اندھاکر دیاہے تم لوگوں نے اللہ کے تھم کی صرح کے خلاف ورزی کی ہے "۔ (سورہُ اعراف: آیت نمبر ۲۷۔۷۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے باپ بت تراش اور بت پرست قوم سے بیز ار ہوئے انہیں خدا کو جاننے پیچاننے اور عرفان حاصل کرنے کی آرزو ہوئی۔ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امال سے پوچھا" اے مال! تیر اخدا کون ہے؟ بیٹامیر اخدا تیر اباپ ہے جومیر کی ضروریات کا کفیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔"امال جی!میرے باپ کا خدا کون ہے؟"مال نے بتایا کہ آسان پر حپکنے والے ستارے تیرے باپ کے خدا ہیں"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ان کے اندر کے نور نے خدا کی تلاش کے لئے انہیں بیقرار کر دیا۔

رات اندهیری ہو گئی توانہوں نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا یہ میر ارب ہے، سوجب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے کہا میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا! میر میر ارب ہدایت نہ کر تارہ تو میں گر اہ لوگوں میں شامل ہو جا تا اور پھر آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا ہیر میر ارب ہے! یہ سب سے بڑا ہے توجب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے قوم! لوگوں میں شامل ہو جا تا اور پھر آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا ہیر میر ارب ہے! یہ سب سے بڑا ہے توجب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیز ار ہوں۔ اپنارخ اس کی طرف کر تا ہوں جس نے آسانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

الله تعالی نے مظاہر فطرت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل کواپنی جانب منسوب کیا ہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

" پھر ہم نے ابراہیم کو آسانوں اور زمین کی سلطنت میں عجائبات د کھائے تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔"

(سورهٔ انعام: آیت نمبر ۷۵)

قرآن پاک میں مذکورہے:

"اوریاد کروکتاب میں اساعیل کا ذکر تھا۔ وہ وعدہ کا سچا، اور تھار سول اور نبی اور حکم کرتا تھا اپنے اہل کو صلوۃ کا اور تھاوہ اپنے پرورد گار کے نزدیک پیندیدہ"۔ (سورہُ مریم: آیت نمبر ۸۴۔۸۵)



الله کے نما تندے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ اس ملا قات کا ہے جو ان کے اور ایک صاحب باطن مر د خدا (صوفی) کے در میان ہوئی۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! جہاں دوسمندر ملتے ہیں وہاں ہماراا یک بندہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا! پرورد گار اس بندے تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مچھلی اپنے توشہ دان میں ر کھ لو۔ جس مقام پر مچھلی گم ہو جائے اسی جگہ وہ شخص ملے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس مقام پر پہنچ گئے جہاں وہ شخص تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا اور بتایا کہ میر انام موسیٰ ہے۔ اس شخص نے پوچھاموسیٰ بنی اسر ائیل؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ہاں۔
موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ میں آپ سے وہ علم حاصل کرنے آیا ہوں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔ اس شخص نے کہا۔ اے موسیٰ! تم میرے ساتھ رہ
کر ان معاملات میں صبر نہیں کر سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا! انشاء اللہ مجھ کو آپ صابر پائیں گے۔ اس شخص نے کہا تو پھر شرط ہے کہ
جب تک آپ میرے ساتھ رہیں کسی معاملے میں مجھ سے سوال نہ کریں۔

دونوں کشتی میں بیٹھ گئے۔

اس شخص نے (جسے اہل باطن صوفیاء خصر علیہ السلام کہتے ہیں) کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

یہ آپ نے کیسی بجیب بات کی ہے کہ کشتی والوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں لیااور آپ نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے آپ سے کہاتھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔

کشتی کنارے لگی تو دونوں اتر کرایک میدان میں پنچے۔ میدان میں بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو قتل کر دیا۔

حضرت موسی علیہ السلام نے کہایہ تو بہت براہوا کہ آپ نے ناحق ایک معصوم کو قتل کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہامیں نے آپ سے شروع میں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر وضبط سے کام نہیں لیں گے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ اس مرتبہ اور نظر انداز کر دیجئے اس کے بعد کوئی عذر نہیں رہے گا۔ اور آپ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔

چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچ گئے۔ایک مکان کی دیوار گرنے لگی تھی۔ حضرت خضرعلیہ السلام نے اسے درست کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ بستی والوں نے نہ ہماری مہمان داری کی نہ ہمیں تھہرنے کی جگہ دی۔ آپ نے بغیر اجرت کے دیوار بنادی۔ (فصوص الحکم)

سورهٔ کہف میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہواہے:



(سورهٔ کهف: آیت نمبر ۷۸)

الله كى بادشابى كاركن:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں یہ انکشاف ہے کہ اللہ کے نظام میں ایسے لوگ بھی کام کرتے ہیں جو نبی نہیں ہیں الیکن یہ سب لوگ توحید پرست ہوتے ہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی روحوں کو اللہ کاعر فان حاصل ہو تا ہے۔ یہی صاحب عرفان لوگ اللہ کی بادشاہی میں اللہ کے نمائندے نمائندے یا خلیفہ ہوتے ہیں۔

حضرت مریم علیہ السلام انہی جلیل القدر بندوں میں سے ہیں۔ جب فرشتوں نے کہا"اے مریم علیہ السلام! بلاشبہ اللہ نے تجھ کو بزرگی دی اور پاک کیا اور دنیا کی عور توں پر تجھ کو برگزیدہ کیا۔ اے مریم علیہ السلام اپنے پرورد گار کے سامنے جھک جااور سجدہ ریز ہو جااور نماز قائم کرنے والوں کے ساتھ نماز اداکر۔"

بشارت:

قرآن حكيم ميں ہے جب فرشتوں نے مريم عليه السلام سے كہا:

"اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے تھم کی بشارت دیتا ہے اور اس کا نام مسے ابن مریم علیہ السلام ہو گا۔ وہ دنیاو آخرت میں صاحب وجاہت اور ہمارے مقربین میں ہو گا۔"

(سورهٔ آل عمران: آیت نمبر ۴۵)

"وہ ماں کی گو دمیں لو گوں سے کلام کرے گا اور وہ نیکو کاروں میں سے ہو گا"۔

(سورهٔ آل عمران: آیت نمبر ۲۶۹)

مريم عليه السلام نے کہا کہ:

"میرے لڑ کا کیسے ہو سکتاہے ؟ جب کہ کسی مر دنے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

فرشتے نے کہا:

"الله تعالی جو چاہتاہے اسی طرح پیدا کر دیتاہے۔جبوہ کسی شئے کے لئے تھم کر تاہے توبس کہہ دیتاہے ہو جااور وہ ہو جاتاہے "۔

(سورهٔ آل عمران: آیت نمبر ۲۲)

حضرت مریم علیہ السلام بچے کو گو دمیں لے کر جب شہر میں پہنچیں تولو گوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیااور کہنے لگے:

"مریم علیه السلام به تونے کیسی تهمت کا کام کر لیاہے۔اے ہارون کی بهن نه تو تیر اباپ برا آدمی تھا اور نه ہی تیری ماں بد چلن تھی پھر بیہ کیا کر بیٹھی ہے؟"

(سورهٔ مریم: آیت نمبر ۲۷-۲۸)

مریم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لڑ کے کی طرف اشارہ کیاجو کچھ پوچھناہے اس سے پوچھ لومیں تو آج روزے سے ہوں۔

حضرت مریم علیہ السلام کے اس واقعے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خواتین کو بھی اللہ تعالیٰ نے مر دوں کی طرح روحانی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔

قر آن اور تصوف:

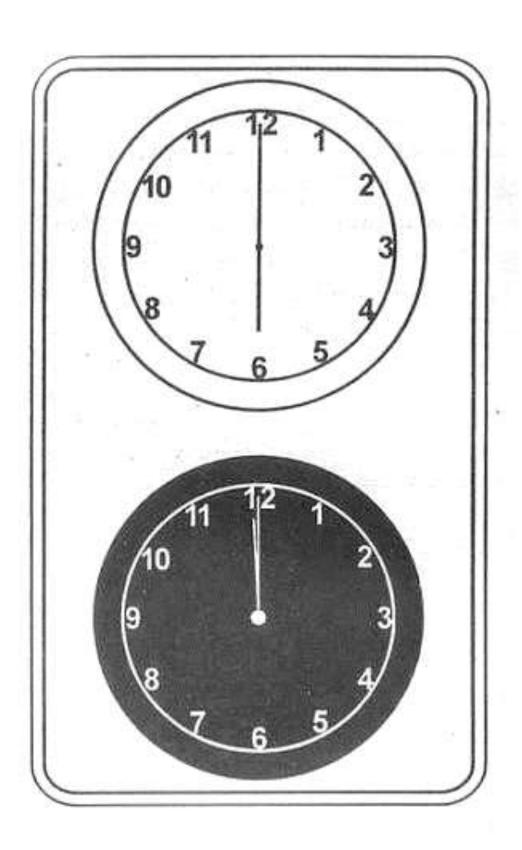
سورة رحمٰن میں الله تعالی نے ارشاد فرمایاہے!

"اے گروہ جنات اور گروہ انسان!تم آسان اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے"۔

(سورهٔ رحمٰن: آیت نمبر ۳۳)

تصوف میں سلطان کا مطلب چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرناہے۔ کوئی انسان زمینی شعور میں رہتے ہوئے چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرلے تو وہ زمینی شعورسے باہر نکل سکتاہے۔

ہر آسان ایک شعور ہے آسانی دنیا کو پہچانے کے لئے ان شعوروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے آسانی دنیاسے واقفیت ہوناضر وری ہے۔جب انسان سات شعوروں کاادراک حاصل کرلیتا ہے تواس میں عرش معلیٰ کودیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔







گھٹری کی سوئیاں:

بورڈ کے اوپر گھڑی بنی ہوئی ہے۔ گھڑی میں سوئی کے ساتھ ایک سے بارہ تک ہند سے لکھے ہوئے ہیں۔ ہند سے جس جگہ لکھے ہوئے ہیں وہ اسپیس ہے اور سوئی کا گھومناٹائم ہے، اگر سوئی کو اتنی رفتار سے گھمایا جائے کہ وہ پلک جھپنے سے پہلے 12 سے 6 کے ہند سے پر پہنچ جائے تو شعور پر دے میں چلا جائے گا اور جو شعور ایک، دو، تین کے وقفوں میں سے گزر کرچھ تک پہنچاہے وہ حذف ہو جائے گا۔ یعنی ذہن کی رفتار اتنی تیز ہو جائے گی کہ اسپیس کے وقفے نظر انداز ہو جائیں گے اور جب سوئی کو اس طرح گھمادیا جائے کہ وہ پلک جھپنے سے پہلے بارہ پر پہنچ جائے تو ذہن کی رفتار اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ ایک سے بارہ تک وقفوں کو نظر پچلانگ جائے گی۔ (روحانی ڈانجسٹ)

انسان کے اندر بیک وقت دو نظریں کام کر رہی ہیں۔ ایک نظر وقفہ وقفہ سے کام کرتی ہے اور دوسری نظر وقفوں کی نفی کر کے آگے اور بہت آگے دیکھتی ہے۔

پیدائشی شعور:

ر پورس میں بارہ سے گیارہ، گیارہ سے دس اور اسی طرح گزر کر ایک پر آ جائے تواسے وہ شعور حاصل ہو جائے گاجو پیدائش کے وقت تھا۔

اگر سوئی بارہ کے ہندسے سے ریورس ہو کربیک وقت دس پر آ جائے توانسان کووہ شعور حاصل ہو جاتا ہے جواسے خواب دکھا تا ہے۔اگر سوئی بارہ سے اچھل کر نوپر آ جائے تواسے مراقبہ کا شعور حاصل ہو جاتا ہے۔اگر سوئی آٹھ پر آ جائے تواسے وہ شعور حاصل ہو جاتا ہے جس کووحی کہتے ہیں۔اور سیا وہی وحی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہم نے شہدکی مکھی پروحی کی۔

اگربارہ کے ہندسے پر قائم سوئی تیزی کے ساتھ حرکت کر کے ایک دم سات پر آ جائے توانسان کے اوپر کشف کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اگر سوئی چھ پر آ جائے توانسان کے اندر وہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کو قر آن نے سلطان کہا ہے۔ یعنی اب انسان زمین کے کناروں سے باہر نکل سکتا ہے۔

بہلے آسان کاشعور:

زمین کے کناروں سے باہر دیکھنے کی صلاحیت کے حامل سالک کے اندر پہلے آسان کا شعور پیدا ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذالقیاس اس طرح سات آسانوں کووہ دیکھ لیتا ہے اور سات آسانوں میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے۔

الله كريم نے فرمایا!



"بهم نے آسمان اور زمین کو تہہ در تہہ بنایاہے"۔

"الله وه ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قشم بھی انہی کی مانندہے"۔

"اورتمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے تخلیق کے کام سے ہم اچھی طرح واقف ہیں"۔

(سورة المومنون: آيت نمبر ١٤)

تہہ در تہہ سے مراد دراصل وہ شعوری صلاحیتیں ہیں جواللہ نے انسان کوودیعت کی ہیں۔سات تہوں والے آسانوں یاز مین سے مرادیہ ہے کہ ہر تہہ ایک مکمل نظام ہے اور ہر نظام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اییاضابطہ حیات جس کا ایک دوسرے سے تصادم نہیں ہو تا۔ان سب کارشتہ خالق کا ئنات کے ساتھ قائم ہے۔

تمام چیزیں اور مخلو قات اس بات کاعلم رکھتی ہیں کہ ہمارا خالق اللہ ہے اور اس علم پریقین رکھتے ہوئے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہیں اور شکر ادا کرتی ہیں۔

ار بوں کھر بوں سے زیادہ ان چیزوں یا مخلو قات میں سے کوئی ایک مخلوق بھی اللہ کی خالقیت سے انحراف کرے تو نظام زندگی میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

یمی بات الله تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ تمام چیزیں جو آسانوں میں اور زمین میں ہیں الله کی حمد بیان کرتی ہیں یعنی الله کی خالقیت سے انحر اف نہیں کر تیں۔ کر تیں۔



تصوف اور ربهبانیت

یہ اعتراض کہ تصوف رہانیت کی طرف آمادہ کر تاہے اور صوفی کابل الوجود ہوتے ہیں۔ نہایت مصحکہ خیز بات ہے۔

صوفی کے علاوہ جولوگ کام نہیں کرتے ہڈ حرام ہوتے ہیں۔ بچوں کے حقوق پورے نہیں کرتے، بیویاں دن بھر کام کرتی ہیں، شوہر گھر میں بیٹھ کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیایہ سب بھی صوفی ہیں؟

ترک دنیا:

صوفی روحانی صلاحیت اور باطنی استعداد کو متحرک کرنے کے لئے جب خانقاہ میں داخل ہو تا ہے۔ چند سال تک خانقاہ کے ہاشل میں رہتا ہے۔ تواسے خالفین راہب اور تارک الدنیا کہتے ہیں۔ اور جب کوئی طالب علم دنیاوی علم حاصل کرنے کے لئے کارپینٹر کاکام سکھنے کے لئے، ملازم حکمران کی اطاعت کیلئے، مز دور مز دوری کیلئے، اجیر فیکٹری میں کام کرنے کیلئے جب سالہاسال گھر اور وطن سے دور رہتا ہے۔ توکوئی نہیں کہتا ہے تارک الدنیا ہے۔

کسی نے یہ نہیں کہا کہ بیر راہب ہے۔

سالک خانقاہ میں رہ کر اپنی باطنی کیفیات کامشاہدہ کر تا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو تا ہے۔ اللہ کاعر فان حاصل کر تا ہے۔ بلاصلہ وستائش اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنے کے لئے خود کو اہل بنا تا ہے۔ اللہ کادوست بن کر خوف اور غم سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ تواسے راہب اور دنیا پیز ارکے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

تصوف ند ہب کی روح ہے اور اسلام کے اصولوں پر اس کی تدوین ہوئی ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ دوسرے علوم کی طرح روحانی طالب علم شب و روز محنت کر کے ، وقت لگا کریہ علم سیکھتا ہے اور جب علم کی بیمیل ہو جاتی ہے تو گوشہ نشینی یا ہوسٹل کی رہائش ترک کر دیتا ہے اور دنیا کے سارے کام پورے کر تا ہے۔ سالکین کے اوپر یہ الزام ہے کہ وہ تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ کیا ہم لاہور میں مقیم حضرت داتا گنج بخش اور ملتان میں موجو د حضرت بہاؤالدین زکریا گوتارک الدنیا کہہ سکتے ہیں۔

دا تاصاحب گامز ار مرجع خلائق ہے جہاں ہز اروں انسان روزانہ کھانا کھاتے ہیں۔ کیاہم اس دعوتِ عام کوتر کِ دنیا کانام دے سکتے ہیں۔



مذاهب عالم اور تصوف

تصوف کی ابتداء کس طرح ہوئی اور تصوف کی شروعات کہاں ہے ہوئی۔اس کے بارے میں تاریخ میں جو کچھ بیان ہواہے وہ ایک معمہ ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ تصوف سب سے پہلے فارس میں نمو دار ہوا۔ جب زر تشق عقائد دنیا میں پھیل گئے اور شام اور مصر سے بونان میں اور وہاں سے چین اور ہندوستان میں داخل ہوئے توان عقائد کے ساتھ ساتھ جوروایات عوام تک پہنچیں ان کو تصوف کانام دے دیا گیا۔

(اسلامک انسائیکلوپیڈیا)

يونانى تصوف:

یونان میں صوفیانہ تصوف کا آغاز ایک دیومالا کی شخص'' آر مینٹس''سے ہوا۔اس وقت مغربی ایشیاء میں سامامی افکار اور زر تشتی عقائد پھیلے ہوئے تھے۔ جنہوں نے رفتہ رفتہ عمومی رسومات کی صورت اختیار کرلی۔ فلسفیانہ افکار نے عقلیت پیند ذہنوں کوان رسومات سے بد گمان کر دیا۔

انہوں نے ایک طرف تو خیر وشر کی پائیدار اقدار کی تلاش شروع کر دی اور دوسری طرف شرسے محفوظ رہنے کے طریقوں کو تلاش کیا۔اس ماحول میں آر مینٹس کے باطنی نظریہ نے جنم لیا۔اس نے "زہدواتقا"کو بنیاد قرار دے کر ذاتی تجربہ اور ان کی فکری توجیہات کی اشاعت شروع کی۔ تاریخ میں پہلی بار آمینٹس نے خانقاہیں تعمیر کیں۔اس نے یہ عقیدہ پیش کیا۔اگر روح جسم کی بند شوں اور مادی حدود سے آزاد ہو جائے تو اس کی قوتوں میں بے حداضافہ ہوگا۔مادی جسم کی بند شوں سے آزادی کے لئے جو طریقے وضع کئے گئے۔

اس میں دنیاسے دور ہو کرریاضت و مجاہدے شامل تھے۔اس تصور سے رہبانیت کا آغاز ہوا۔لیکن اس کا کوئی مثبت نتیجہ مرتب نہیں ہوا۔

یونان کے بعد اسکندریہ میں فیٹا غور ٹی فلفہ قائم ہوا۔ جس میں بتایا گیا کہ "خدا، روح اور جسم" تین مختلف چیزیں ہیں۔ خدانے روح کو جو خیر مطلق تھی، جسم میں مقید کر دیا ہے۔ چنانچہ جسمانی جذبات اور خواہشات پر قابو پاناہی روح کی معراج ہے اور اس معراج کے حصول کے لئے مخصوص رسومات کارواج دیا گیا۔

فیثاغور ش کے بعد یونان کابڑا فلسفی فلاطینوس تھا۔اس کے نزدیک خداہر شئے سے بلند اور ماوراء ہے۔وہ کہتا ہے عالم دوہیں۔ایک محسوسات کاعالم اور دوسر امعقولات کاعالم۔روح محسوسات کے عالم سے تعلق رکھتی ہے۔(اسلامک انسائیکلوپیڈیا)





يهودي تصوف:

یہودیوں کے یہاں ظاہری رسوم کی پابندی پر زور دیا گیاہے۔ یونانی اثرات کے تحت یہودی مذہب میں جس تصوف نے جنم لیا۔ اس کا بہترین نما ئندہ حکیم فیلوہے۔ حکیم فیلونے مذہب اور فلسفہ میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی۔

یہودی تصوف میں خدا کے دووجود ملتے ہیں۔ ایک خدائے خالق اور دوسر اخدائے مطلق۔ ان کے نزدیک تورات کا خدا، خدائے خالق ہے۔ لیکن حقیقی خداایک علیحدہ ہستی ہے جو انسانوں کی عقل سے ماوراء ہے۔ خدائے خالق کو انہوں نے حقیقی خدا کے مشاہدے کاوسیلہ قرار دیا ہے۔ (اسلامک انسائیکلوپیڈیا)

عيسائي تصوف:

عیسائی تصوف کی بنیادیں بابلی اور مصری تہذیب کی پیدا کر دہ ہیں۔صوفیاء کے نزدیک کائنات کے تمام واقعات نہ تو قوانین فطرت اور انسانی ارادہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ تمام واقعات دیو تاؤں کے فیصلہ کا نتیجہ ہیں۔ یہ دیومالائی فیصلے باطنی اسر ارتشمجھے جاتے ہیں۔

هندومت اور تصوف:

وید کے اشلوک اور بھگوت گیتا کی عبارتیں پڑھ کر غیر جانبدار آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ویدانت توحیدی عقیدہ پر قائم ہے۔ جس طرح دوسر بے پیغیمروں نے توحید ورسالت کا پرچار کیا ہے۔ اسی طرح ان دونوں کتابوں میں بھی واضح طور پر توحید کا پیغام موجود ہے۔ کرش جی نے جو کچھ فرمایا اس کا مفہوم بھی ہیے کہ زمین پرسے شر اور فساد کو ختم کیا جائے اور خیر کو پھیلا دیا جائے۔ انسان کا خالت سے ایک رشتہ ہے اور وہ رشتہ ہے کہ انسان مجبور ہے۔ اللہ تعالی کی کفالت میں رہنے کے لئے۔ خالق اور مخلوق کی صفات جدا گانہ ہیں۔

روح سے دوری شر اور فساد کو جنم دیتی ہے۔ اور روح سے قربت انسان کی قوت میں ایسے اضافے کرتی ہے جس سے انسان عالم بالا کی سیر کر تاہے اور ریاضت ومشقت کے نتیجہ میں خالق ارض وساء سے متعارف ہو جاتا ہے۔

ہر انسان کم و بیش جسمانی صلاحیتوں سے واقف ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ انسانی صلاحیت روح کے تابع ہے۔ جب تک کوئی انسان روح کی فضیلت سے واقف نہیں ہو تااس وقت تک وہ فانی اور سڑاند کے جسم میں مقیدر ہتا ہے۔

دوسرے مذاہب کی طرح ہندومذہب کے دانشوروں نے بھی اپنی اپنی مصلحتوں کے تحت مذہب کی تشریح کی اور مذہب میں ایسی رسومات داخل کر دیں۔ جن کا تعلق روحانی وظائف سے نہیں ہے۔ ان مصلحتوں میں ایک مصلحت آواگون کی بھی ہے۔ اسی آواگون کی وجہ سے حلول وارتحاد کی اصطلاحات وجود میں آئیں۔ ہندومذہب کے صحیح پجاری اور سیچراستے پر قائم رہنے والے بزرگوں نے مذہبی دانشوروں کی بہت ساری مصلحتوں کے





سامنے دیواریں کھڑی کیں لیکن عوام کے اذہان ان کاساتھ نہیں دے سکے۔ نتیجہ میں ہندومذہب میں بت پرستی کا عضر غالب آگیا۔ بت پرستی کے عروج کی ایک بڑی وجہ دیومالائی کہانیاں بھی ہیں۔ جو دیو تاؤں سے منسوب کر کے عوام کے ذہنوں میں راسخ کی گئی ہیں۔ لیکن اب بھی ہندومذہب کے سپچے پیروکارمو حد ہیں اور توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہندومو حد حضرات وخوا تین حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیمات پر کاربند ہیں۔

تصوف اورسائنس:

روئیس ایک جگہ لکھتاہے۔سب سے زیادہ بہترین انسان جو تجربہ کی بنیاد پر سفر کر تاہے وہ صوفی ہے۔وہ اپنے تجربات اور وار دات کوہر قسم کے خارجی معیار پر پر کھتاہے۔اس کی انتہائی کو شش پیہوتی ہے وہ خالص حقیقت تک پہنچ جائے۔

اور اس حقیقت کو عام علمی زبان میں بیان کر سکے۔ یعنی اسے بیان کرنے میں استدلال اور مشاہدے کی قوت حاصل ہو۔ سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ کوئی بات اس وقت قابل قبول ہے جب اس کے پیچے ولیل ہو اور وہ بات مشاہدے میں آ جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فلسفہ، تصوف اور سائنس کا کے طریقۂ استدلال ایک ہے۔ اب سائنس کا یہ فرض ہے کہ وہ صوفیانہ واردات کا کھوج لگائے۔ اور ان تمام مشاہدات کو سائنسی دلیل کے ساتھ پیش کرے۔ جو آج تک شخصی اور ذاتی مشاہدے میں محدود سمجھی جاتی ہے۔

ولیم جیمز کے نزدیک ہر متصوفانہ واردات اور تجربہ نا قابل بیان ہو تاہے۔ اس تجربہ میں صوفی جن واردات سے گزر تاہے وہ اسے محسوس تو کر تاہے اور الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش بھی کر تاہے لیکن چو نکہ اس کا تعلق محسوساتی دنیاسے نہیں ہو تااس لئے وہ اسے مادی لباس نہیں پہنا سکتا۔ غور کرنے سے علم حاصل ہو تاہے کہ صرف متصوفانہ واردات ہی نہیں ہر جذباتی تجربہ بھی ذاتی ہو تاہے۔ چنانچہ ہر جذباتی تجربہ دو سرے تک منتقل نہیں ہو سکتا مثلاً محبت کے جذبات کے بارے میں کسی دو سرے کو سمجھانا محال ہے۔

عشق کسی استدلال کامحتاج نہیں ہے اور بطور تجربات اور وار دات ایک ذاتی کیفیت ہے جس میں کوئی دوسر اشامل نہیں ہو تا۔





تصوف اور معترضين

ایک طبقہ اعتراض کرتا ہے کہ تصوف کا اسلام میں کوئی "کر دار" نہیں ہے اسے اسلام میں زبر دستی داخل کر دیا گیا ہے۔ ایک اور طبقہ یہ کہتا ہے کہ تصوف یاروحانی مکتبۂ فکر" افیون" ہے۔ ان علوم کو سیکھ کر آدمی مفلوج ہو جاتا ہے۔ صوفی دنیاوی نعمتوں سے اس لئے فرار حاصل کرتا ہے کہ دنیامیں موجود تلخ حقیقتوں کا مقابلہ کرنے کی اس میں ہمت نہیں ہوتی کم ہمتی، سستی، کا ہلی اور بزدلی کی وجہ سے وہ گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔

یہ بحث ہزاروں سال سے جاری ہے۔ پچھ لوگ کہتے ہیں کہ تصوف بدھ مت سے ماخو ذہے۔ ان لوگوں کا دنیا سے قطع تعلق در حقیقت گوتم بدھ ک تقلید ہے، بدھاصاحب نے تخت و تاج چھوڑ کر فقر وفاقہ کی زندگی اختیار کرلی تھی۔ اسی طرح مسلمان صوفیاء نے بھی دنیاوی لذتوں، آسائشوں اور راحت و آرام ترک کر کے جنگلوں اور غاروں کو اپنامسکن بنالیا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفی حضرات بے عملی کی سنہری زنجیروں میں خود کو گر فقار کر لیتے ہیں کیونکہ ان کے اندر حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اس لئے آلام ومصائب سے ڈر کر فرار حاصل کر لیتے ہیں۔

کہنے والوں نے بہت کچھ کہااور سننے والوں نے معتر ضین کے اٹھائے ہوئے سوالات کے جوابات بھی دیئے اور اس طرح تصوف کو ایک الجھا ہوامسکلہ بنا دیا گیا۔ لیکن تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اہل تصوف ہر زمانے میں موجو درہے اور انہوں نے روحانی علوم کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اپنے شاگر دوں میں بیر علوم تحریر کے ذریعے، مکتوبات کے ذریعہ کتابوں کے ذریعہ اور علم سینہ کے ذریعے منتقل کرتے رہے۔

.اعتراضات:

ہم نے تاریخ کا جس حد تک مطالعہ کیا ہے۔ ہمیں تصوف کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں ملاجو قابل توجہ ہو۔ جینے اعتراضات ہیں سب فروعی اور منطقی ہیں۔ کہاجا تا ہے کہ:

ا) جن علماء نے اشر اقین کی پیروی کی اور اسلامی احکامات کواشر اقی اصولوں پر ترتیب دیا۔ تصوف اس کا ثمر ہے۔ (الفقر فخری)

۲) علم اصول کے ماہرین کے نظریات کو تصوف کہتے ہیں۔(الفقر فخری)

۳) تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ادیان ومذاہب سے اپنے مفیرِ مطلب، اعمال وعقائد کو اخذ کر کے ایک عجیب وغریب مجموعہ تیار کیا گیا اور اس کا نام تصوف رکھ دیا گیا۔ (الفقر فخری)





۴) چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں جب تصوف نے ہمہ گیر عظمت حاصل کر لی تو اس میں دھیان و گیان کے قدیم اصول داخل کر دیئے گئے۔(الفقر فخری)

۵) د سویں صدی ہجری میں اور اس کے بعد تصوف کو ایک طلسم ہو شرباء بنادیا گیا۔ (الفقر فخری)

۲) تصوف، رہبانیت کا درس دیتاہے۔اس میں دنیابیز ارلوگ شامل ہوتے ہیں۔

۷) رسول الله صلی الله علیه وسلم کی حیات طبیبه میں اصحاب صفہ کے سواتصوف کی مزید تشریح نہیں ملتی۔

یہ ایسے اعتراضات ہیں جو صاحب فہم اور عقل وشعور رکھنے والے فر د کے لئے قابل قبول نہیں ہیں۔

قياسى علوم:

قر آن تھیم اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کو خداسے متعارف کرانے کیلئے مخلوق کے سامنے اپنی رونمائی کی۔ بیہ واقعہ ازل میں روحوں کے ساتھ ہوا۔ روح نے جب مادی جسم کو اپنا مسکن بنایا اور مادی جسم نے دنیاوی دلچیپیوں کو مقصد حیات بنالیا تو دوعلوم سامنے آئے۔

۱) قیاسی علوم ۲) حقیقی علوم

ا) قیاسی علم کی تعریف بیہ ہے کہ اس میں یقنی کوئی بات نہ ہو۔ علم کی ہر شق قیاس پریا فکشن پر قائم ہو۔

۲) حقیقی علم کی تعریف پیہ ہے کہ اس میں انسانی قیاس شامل نہ ہو۔ علم کے ہر شعبہ پر حقیقت وار دہ کا غلبہ ہو۔

علم کے بارے میں مستشر قین کی بحث ہو، علم اصول کے نظریات ہوں، ادیان مذاہب سے اپنے مفید مطلب اعمال و عقائد کی تشر تے ہو، سب
قیاسات پر مبنی ہے۔

ہر انسان دونوں علوم سکھ سکتا ہے۔ ایک علم قیاسی ہے اور دوسراعلم غیر قیاسی یعنی حقیقی ہے۔ غیر قیاسی علوم باطنی علوم ہیں۔ ان باطنی علوم کو تصوف کہتے ہیں۔ چو نکہ اونی کپڑے کالباس انبیاء کرام نے، ان کے شاگر دول اور فقراء نے زیادہ پہنا ہے اس لئے انہیں صوفی پکاراجا تاہے۔ یہ تصوف کی صبح تعریف نہیں ہے۔

منافقانه طرز عمل:



یہ کہنا کہ اصحاب صفہ کا ایک گروہ تھااور انہوں نے دنیاترک کرکے صرف اسلام کی تبلیغ کے لئے خود کو وقف کر دیا تھااس لئے جو بندہ ترک دنیا کرکے سرف اسلام کی تبلیغ کیلئے خود کو وقف کر دیے وہ صوفی ہے۔

یہ بات حقیقت کے منافی ہے۔اس لئے کہ اصحاب صفہ جب شادی کر لیتے تھے تور سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کا کام ان کے سپر داس طرح فرماتے تھے کہ وہ اپنے بیوی بچوں، خاندان، معاشر سے اور پڑوس کے حقوق پورے کر کے دین کا فریضہ انجام دیں۔

یہ اعتراض کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اور اہل تصوف رہبانیت اختیار کر لیتے ہیں۔ تصوف کے خلاف منافقانہ طرز عمل اور سازش ہے۔ جن لوگوں نے بذعم خود اپنے آپ کو نمایاں کرنے یاانا کے خول میں بند ہو کر اپنی پذیر ائی کو عام کرنے کے لئے لفظ"صوفی" اور تصوف کے ماد ہُ اشتقاق میں ٹوہ لگائی ہے ان کے پاس بھی کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

صوفی کالفظ نہ عربی ہے نہ اسلامی ہے۔بلکہ یہ ایک یونانی لفظ ہے۔جس کامادہ "سوف" ہے۔ یونانی زبان میں سوف کے معنی "حکمت" ہے۔

تارك الدنيا:

دوسری صدی ہجری میں جب بونانی کتابوں کے عربی میں ترجے ہوئے تو اشراقی حکماء نے سوف کا ترجمہ "حکیم" کر دیا۔ رفتہ رفتہ یہ لفظ سوفی۔۔۔۔۔سے"صوفی" ہو گیا۔

یہ روایت بھی ہے کہ غوث بن مُر "نے خود کوخانهٔ کعبہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔اس کامشہور نام "صوفه" تھا۔

جن لوگوں نے خود کو غوث بن مُر ّسے منسوب کیاوہ صوفیاء کہلائے۔ غوث بن مُر "کو صوفہ اس لئے کہتے تھے کہ اس کی مال کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔صوفہ کی مال نے منت مانی تھی کہ اگر اس کی اولاد زندہ رہی تووہ اس کے سرپر اون لگا کر کعبہ شریف کیلئے وقف کر دے گی۔ چنانچہ اس نے منت پوری کی اور غوث بن مُر کامشہور نام صوفہ زبان زدعام ہو گیا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لفظ"صوفانہ"سے مشتق ہے جو کہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے۔ چونکہ صوفی لوگ صحر اکی گھاس پات کھاکر گزاراکرتے تھے۔اس لئے وہ صوفہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بعض لوگوں نے تولفظ صوفی کی تشریح میں غضب ہی کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ نام"سینٹ صُوفیہ" گرجا کے رہنے والے را ہوں کی وجہ سے ہے اور جواپنے آپ کو تارک الدنیا کہتے تھے اور بیانام وہاں سے نکل کر مسلمان درویشوں میں را نج ہوگیا۔

غرض ہیر کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ مگر افسوس ہے کہ کسی نے اس کامفہوم ہیر نہیں سمجھا کہ لفظ صوفی کا تعلق ظاہری اور باطنی صفائی سے بھی ہو سکتا ہے۔ یاوہ لوگ جو کدورت، بغض وعناد، نفرت اور فساد سے پاک صاف ہو جاتے ہیں ان کوصوفی کہاجا تا ہے۔

الحمد الله! بيربات قابل شکرہے کہ باوجود مخالفت کے مخالفین نے بھی تصوف اور صوفی کا کوئی تاریک پہلوپیش نہیں کیا۔



تھياسوفي:

یونانی لفظ تھیاسو فی کاتر جمہ ''حکمت خدا''ہے۔اس نقطۂ نگاہ سے صوفی کااطلاق اس شخص پر کیاجائے گاجواللہ تعالیٰ کی حکمت کاطلب گار ہو۔

یونانی لفظ کے مطابق سوفیا دراصل وہ بزرگ تھے جنہوں نے دوسرے مشاغل ترک کرکے اپنی زندگی Research میں اور کا کنات میں، خالق کا کنات کی حکمت کی تلاش کرنے میں صرف کر دی۔

اور یہ الیں بات نہیں جس میں ترک دنیا کا پہلو نمایاں ہو تا ہو۔اس لئے کہ جب کوئی سائنسدان ریسر چ کر تاہے تووہ بھی دنیا کے دوسرے مشاغل سے کیسو ہو جاتا ہے۔

اسلام میں تفرقے:

طوا کف الملوکی کے زمانے میں ایران کے ذبین طبقہ نے حکمت خدا کی طرف رجوع کیا۔ ان بزرگوں نے نفس انسانی کا کھوج لگانے کی جدوجبدگ۔ زمانے میں رائج ناانصافی اور استعار کے خلاف عدم تعاون کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف احتجاج کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جاہ پیند اور دنیا پرست لوگوں نے صوفیاء کو بمیشہ ذکیل کرنے کی کوشش کی۔ مگر صوفیاء کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی پیش رفت میں کسی مخالفت، مخاصمت اور تشد دکی پرواہ نہیں کی۔ انہیں دانشوروں کے علاوہ سلاطین کے تشد د اور بے رخی کا بھی سامنا کرنا پڑا۔۔۔۔انشاء اللہ صوفیاء کی یہ جماعت اللہ اور اللہ کے رسول کے توحیدی مشن کو پھیلانے میں تا قیامت عزم اور حوصلہ کے ساتھ خدمت دین میں مصروف رہے گ۔ مہیں اس بات کا ارمان ہے کہ۔۔۔۔۔۔کاش ہمارے علاء اسلام میں نا قابل فہم تفر قوں پر بھی توجہ دیں تا کہ اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ختم ہمیں اس بات کا ارمان ہے کہ۔۔۔۔۔۔کاش ہمارے علاء اسلام میں نا قابل فہم تفر قوں پر بھی توجہ دیں تا کہ اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ختم ہمیں اس بات کا ارمان ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔کاش ہمارے علاء اسلام میں نا قابل فہم تفر قوں پر بھی توجہ دیں تا کہ اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ختم ہمیں اس بات کا ارمان ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔کاش ہمارے علاء اسلام میں نا قابل فہم

"اوراللہ کی رسی کومضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر پکڑواور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"کے پلیٹ فارم پر امت مسلمہ جمع ہو جائے۔امت مسلمہ کی اجتماعیت سے ہی۔۔۔۔۔ مبلغین پوری نوع انسانی کوعقید ہُ توحید پر قائم رہنے کی دعوت دے سکتے ہیں۔

حقوق الله:

اعتراض کیاجاتا ہے کہ صوفی کالفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج نہیں تھااس لئے قابل قبول نہیں ہے۔ہم سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں اہل حدیث، اہل قر آن، دیوبندی، بریلوی، وہابی، شیعہ، سنی وغیرہ کے الفاظ بھی رائج نہیں تھے۔ حکیم الامت، علامہ، مولانا، مولوی کے الفاظ کا ذکر بھی نہیں ملتا۔ کسی نے مولائیت یا مولویت کے الفاظ کا اشتقاق کیوں تلاش نہیں کیا۔ کیا صحابہ کرام کے زمانے





میں کوئی بزرگ مولوی ابوہریرہ ، مولانامعاض بن جبل یا ملاابن مسعود یا علامہ ابن عباس، حکیم الامت ابن عمر، مولانا ابو بکر، مفتی عثمان غنی کے نام سے مشہور تھے؟(الفقر فخری)

بحث ومباحثہ کا سارازور لفظ" صوفی" کیوں ہے؟۔۔۔۔۔اس لئے کہ صوفی ہیہ کہتا ہے کہ قال کے ساتھ حال ضروری ہے۔ ظاہر کے ساتھ باطن ضروری ہے۔ ظاہر کے ساتھ اگر باطن نہیں ہو گا توعبادت کو قبولیت کا مژدہ نہیں ملے گا۔

اگر اسلام کے ساتھ ایمان نہیں ہو گا تو اسلام کی بیمیل نہیں ہو گی۔ نماز میں اگر حضور نہیں ہو گا تو نماز معراج المومنین نہیں ہے گی۔ حقوق اللہ پورے نہیں کئے جائیں گے توثیر ک سے نجات نہیں ملے گی۔اللہ وحدہ لاشریک کو دیکھ کر اس کا عرفان حاصل نہیں کیاجائے گا تو تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

صوفی کا پیغام پیہے کہ:

"ہر شخص کی زندگی روح کے تابع ہے،

اور روح ازل میں اللہ کو د کیھے چکی ہے،

جوبندہ اپنی روح سے واقف ہو جاتاہے،

وہ اس د نیامیں اللہ کو دیکھ لیتاہے"



ا یک روز اچانک جبر ائیل علیه السلام به صورت انسان رسول الله صلی الله علیه وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوزانومؤ دب بیٹھ کر چند سوال کئے۔

ا) اے محمر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بتایئے کہ اسلام کیاہے؟

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا:

اسلام بیہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سواکوئی معبود نہیں اور بیہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کارسول ہے اور قائم کروصلوٰۃ اور اداکروز کوٰۃ اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔اگر سفر خرچ کی استطاعت ہو۔

جبرائیل نے کہا:

صیح فرمایا آپ صلی الله علیه وسلم نے

۲) حضرت جبر ائیل ٹنے کہا: یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان کیاہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس کی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایمان لاؤ اللہ علیہ وسلم ہو یابری۔

جررائیل ٹے فرمایا: سچ فرمایا آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے۔

٣) حضرت جبر ائيل "نے يو چھا: احسان كياہے؟

آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: احسان میہ ہے کہ تو الله کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو الله کو دیکھ رہاہے اور اگر ایسانہ کر سکے تو اس طرح عبادت کر کہ گویا الله تخفے دیکھ رہاہے۔

جبرائیل نے کہا:

سچ فرمایا آپ صلی الله علیه و آله وسلم نے۔



حضرت جبر ائیل کے اس استفسار میں تین باتیں بطور خاص فکر طلب ہیں۔

- * اسلام کیاہے؟
- * ايمان كس كهته بين ؟
- * اور احسان كياہے؟

اسلام:

الله وحده لاشریک کوایک مان لینااوراسی کوبر حق معبود سمجھنااسلام ہے۔شریعت مطہر ہ پر بلاچوں و چراعمل کرنا، یہی امن اور سلامتی کاراستہ ہے۔

ايمان:

ا بمان بیہ ہے کہ اعمال واشغال کے نتیجے میں ایسایقین حاصل ہو جائے جس میں شک کا شائبہ نہ رہے۔ ایمان یقین ہے اوریقین مشاہدہ سے مشر وط ہے۔ کوئی عدالت عینی شہادت کے بغیر گواہی قبول نہیں کرتی۔

احسان:

احسان کامطلب میہ ہے کہ بندہ اللہ کودیکھ کرعبادت کرے یابندہ اس کیفیت میں ہو کہ اسے اللہ دیکھ رہاہے۔ یقین کے اس درجے کو تصوف میں مرتبهٔ احسان کہتے ہیں۔ اگر آدمی اسلام قبول نہیں کرے گاتو مسلمان نہیں ہو گااور اگر مسلمان یقین کی دولت سے مالامال نہیں ہو گاتو مومن نہیں ہو گااور مومن کی شان میہ ہے کہ وہ اللہ کو دیکھتاہے یاوہ اس بات کامشاہدہ کرتاہے کہ اللہ اسے دیکھ رہاہے۔

علاءاس حدیث شریف کی تشریکاس طرح کرتے ہیں:

اسلام یہ ہے کہ شریعت کے آداب واحکامات کاعلم ہو اور اس پر عمل کیا جائے۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ پر اعتقادر کھاجائے کہ اس کی ذات وصفات اور اس کے فرشتے اللہ کے فرمان کے مطابق برحق ہیں۔

فر شتے اللہ کے فرمانبر دار ہیں اور ہم اس کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ اس کا کلام قدیم ہے جو اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا اور رسولوں کو اللہ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔وہ معصوم و گناہوں سے پاک ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں قیامت، بہشت دوزخ کے عذاب و ثواب پر۔



اہل تصوف اس حدیث شریف کی تشریکے ہیں:

اسلام قبول کر کے، احکام شریعت پر بوری طرح عمل کر کے غیب کی دنیامیں فرشتوں کو دیکھنا اور اللہ رب العزت کے سامنے حضور قلب سے حاضر ہونا ہے۔

جانناچاہئے کہ یہ مقام شہود ومشاہدہ ہے اور یہ کہ اللہ مجھے دیکھ رہاہے۔ یہ مقام مر اقبہ ہے اس مر اقبہ میں بندہ علم الہی سے آگاہی حاصل کرتاہے۔

(مشاہدۂ حق)

انفس و آفاق:

الله تعالی فرماتے ہیں:

"عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود ان کے نفوس میں د کھلائمیں گے۔"

حضرت رابعه بصر یُ:

حضرت رابعہ بھریؒ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دے اور اگر میں تیرے حضور جنت کی لانچ میں سجدہ کرتی ہوں تو مجھے اس جنت سے محروم کر دے اور اگر میں صرف تیری ذات کے لئے تیری عبادت کرتی ہوں تو، تُو مجھے اپنے دیدارسے نواز دے۔

(ایک سوایک اولیاءالله خواتین)

زاہد وعابد دوزخ سے نجات اور جنت کی ابدی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے عباد تیں کرتے ہیں صوفیاء کے اوپر بھی عبادت فرض ہے لیکن وہ عبادت میں ہمہ وقت اللّٰہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں، وہ صرف اس لئے اللّٰہ کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں کہ ان کی زندگی کامقصد اللّٰہ کے علاوہ دوسر انہیں ہو تا۔ وہ اللّٰہ سے اللّٰہ کوما نگتے ہیں۔

فلاسفه اور تصوف:

انسان کی عقل اور روحانی زندگی میں تصوف کی اہمیت کا اندازہ مشہور فلسفی برٹرینڈرسل کی اس تحریر سے ہوتا ہے: "دنیامیں جس قدر عظیم فلسفی گزرے ہیں سب نے فلسفہ کے ساتھ ساتھ تصوف کی ضرورت کا اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے کہاہے کہ دنیائے افکار میں انتہائی بلند مقام صرف سائنس اور تصوف کے اتحاد سے ہو سکتاہے اور بہترین انسانی خوبیوں کا اظہار تصوف کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔"





تصوف سالک کے اوپریہ حقیقت پوری طرح واضح کر دیتاہے کہ انسان کامادی جسم اور مادی جسم کے تمام تقاضے روح کے تابع ہیں۔

روح کے بغیر مادی جسم Dead Body ہے۔

مذہب وتصوف:

تصوف مذہب کی روح ہے۔

مذہب کیاہے؟۔۔۔مذہب اپنے پیرو کاروں میں یقین پیدا کر تاہے کہ مجھے اللّٰہ دیکھ رہاہے۔

مذہب شعور عطا کر تاہے کہ رزق اللّٰہ دیتاہے، میں جو کچھ خرچ کر تاہوں، وہ اللّٰہ کا دیاہواہے۔

مذہب۔۔۔انسان کو صراط منتقیم پر قائم رکھتاہے۔

جب کوئی انسان مذہبی ارکان پورے کر تاہے تووہ روح کی حقیقت سے باخبر ہو جاتاہے اور پومنون بالغیب کے زون میں داخل ہو جاتاہے۔

۔۔۔۔۔ مذہب مساوات کا درس ہے اور اپنے پیر و کاروں میں یقین پید اکر تاہے کہ اللہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

۔۔۔۔ سچا آدمی کسی کی حق تلفی نہیں کر تا۔

۔۔۔۔۔اللّٰہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی سے پکڑنے اور تفرقے سے بچنے کے لئے مذہب ایک پلیٹ فارم ہے۔

مذہبی دانشور کہتاہے اے مسلمان اللہ سے ڈر۔

صوفی کہتاہے! اے مسلمان خالی زبان سے اللہ کا نام نہ لے۔۔۔ منافقت کا کھیل نہ کھیل، دل کے راستے یقین کی دنیامیں اتر جا۔ اللہ سے محبت کر۔ اور اللہ کوخوش کرنے کے لئے گناہوں سے اجتناب کر۔

ہر انسان کسی نہ کسی عقیدہ پر قائم رہتا ہے۔اس لئے کہ ان دیکھے مستقبل کی حفاظت کے لئے کسی ایک ذات پریقین ہوناضروری ہے۔

بڑوں کا قول ہے۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ یہ چراغ وہ توحید پرست صاحب دل حضرات وخواتین ہیں جو تزکیہ اور تقویٰ کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

صاحب دل انسان! تمام انسانوں سے محبت کر تاہے۔ علوم وفنون کا احترام کر تاہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر خوش ہو کر عمل کر تاہے۔ خود بھی خوش رہتاہے اور دوسروں کو بھی خوش رکھتاہے۔ تمام رذائل اخلاق سے پاک ہوجا تاہے۔۔۔اگر ایسانہیں ہے تووہ صوفی نہیں ہے۔

عمل کے بغیر عرفان حاصل نہیں ہوتا۔ پس جوشخص باعمل نہیں وہ صوفی نہیں ہے۔اسے ہم فلسفی یا متکلم کہہ سکتے ہیں۔

صوفی اپنے باطن سے واقف ہو تا ہے۔ اللہ کی صفات کا مشاہدہ کر تا ہے۔ اس کے اوپر غیب کی دنیاروش ہوتی ہے وہ صرف تزکیۂ نفس کی تلقین نہیں کر تا۔ اپنے شاگر دول کو بتاتا ہے کہ انسان کے اندر پوری کا کنات بسی ہوئی ہے ، کا کنات باہر نہیں ہے ہمارے اندر ہے۔ اللہ نے اپنے بندول سے وعدہ کیا ہے کہ جولوگ عرفانِ اللہ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اللہ تعالی ان بندول کے اوپر ہدایت کے راستے کھول دیتا ہے۔

تعلق خاطر کے ساتھ یقین واستحکام کے ساتھ دل کی گہر ائیوں کے ساتھ کوشش کروگے توتم اللہ کو دیکھ لوگے۔

محبت

تصوف مذہب کی روح ہے۔ اور روح باطن کی گہر ائیوں میں مشاہدہ کا ذریعہ ہے۔ مومن و کا فر، ہندو مسلمان کالے گورے اپنے پرائے ہر شخص سے صوفی اس لئے محبت کر تاہے کہ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ کسی پر جبر نہیں کر تا۔ اس کے اخلاق و کر دارسے متاثر ہو کر لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

حضور صلی الله علیه وسلم کاار شاد ہے:

"مخلوق الله كاكنبه ہے۔"

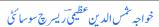
ولی اللہ بھی خود کو اللہ کے کنبہ کافرد سمجھتے ہیں۔ ان کالیقین ہے کہ ہر شئے کے ظاہر وباطن میں اللہ کانور جلوہ گرہے، ہر شئے میں اس کا ظہور ہے۔ ساری کا کائنات پر اس کی حکمر انی ہے۔ وہی پیدا کر تا ہے، وہی زندہ رکھتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پیدا ہونے، زندہ رہنے اور کبھی نہ مرنے پر کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

ماورائی شعور:

رب العالمین انسان پریہ حقیقت منکشف کرتے ہیں کہ عالم ایک نہیں ہے۔ شاریات سے زیادہ عالمین ہیں اور ہماری دنیا کی طرح کروڑوں دنیا ئیں اور ہیں۔اور تمام دنیاؤں کو اللہ تعالیٰ وسائل عطاکر تاہے۔

ان کے کھانے پینے، لباس، گھر،روز گار اور نسلوں کے لئے توازن، تواتر اور تسلسل کے ساتھ رزق پیدا کر تاہے۔ اور سیدنا حضور صلی الله علیہ وسلم ان وسائل کور حمت کے ساتھ تقسیم فرماتے ہیں۔





ایک عالم یاایک دنیا کے علاوہ لاشار دنیاؤں کو دیکھنا۔ سمجھنااور ان دنیاؤں کے شب وروز سے واقف ہونا۔ ناسوتی شعور سے ممکن نہیں ہے۔ ہر انسان کے اندر ناسوتی شعور کے ساتھ، ماورائی شعور بھی ہے۔ اس میں ماورائی شعور سے واقفیت حاصل کرنے کاعلم تصوف ہے۔ جس نے اپنے نفس (ماورائی شعور) کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

نوعوں میں افضل بندے حضرت محمر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنے پاس بلایا اور خو دسے اتنا قریب کر لیا کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیایا اس سے کم۔

"ہم نے اپنے محبوب بندے سے راز و نیاز کی باتیں کیں اور ہمارے بندے نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔" (سورہ مجم: آیت نمبر ۱۰۔۱۱)

ر سول الله صلى الله عليه وسلم نے نہايت مشقت، مصائب اور پريشانی بر داشت كر كے اپنی امت كو توحيد پر قائم رہنے كا پروگرام عطا كيا ہے۔ حضور پاك صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے:

- * جوتم اپنے لئے چاہو وہی اپنے بہن بھائیوں کے لئے چاہو۔
- * علم حاصل کرناہر مسلمان مر داور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔
 - * جہاں تم چار ہو وہاں یا نجواں اللہ ہے۔
 - * الله تمهاري ركِ جال سے زيادہ قريب ہے۔
 - * الله ہر شے پر محیط ہے۔
- * دوسرے مٰداہب کے علماء کااحترام کرو، انہیں برانہ کہواگر تم برا کہوگے تووہ تمہارے علماء کوبرا کہیں گے۔

ر سول الله صلی الله علیه وسلم برائی کابدله برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف اور در گزر فرمادیتے تھے۔

الله كى كتاب قرآن حكيم ميں بڑى وضاحت كے ساتھ بيان ہواہے:

"پس آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"۔ (سورہُ آل عمران۔ آیت نمبر ۱۰۳)



صوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کانمونہ ہو تاہے اس کے اندر سیرت مطہرہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ غصہ نہیں کرتا، عفو و در گزر سے کام لیتا ہے۔ اس کے دل میں ہر چھوٹے بڑے کا احترام ہوتا ہے۔ دوسروں کے کام آتا ہے، ایفائے عہد میں پُرعزم اور پختہ ہوتا ہے۔ ہر اخلاقی برائی سے خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر اچھی بات پر دلجمعی سے عمل کرتا ہے اور دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ کسی پر طعن و تشنیخ نہیں کرتا اور نہ کسی کو بدد عادیتا ہے۔ ہر کس وناکس کے ساتھ خوش ہو کر ماتا ہے۔ اخلاق، مروت اس کی شاخت بن جاتی ہے۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے: '' خوش اخلاقی الله تعالیٰ كاخُلق عظیم ہے۔''

اخلاق حسنه:

اخلاق وہی اچھاہے جس میں صفات ربانی کا عکس ہو۔ پچھ صفات الیی ہیں جن میں انسان برابری نہیں کر سکتا مثلاً اللہ واحد ہے اور مخلوق کثرت ہے، اللہ خالق ہے مخلوق، مخلوق ہے۔ کبریائی اور بڑائی صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے، بندے کا کمال سے ہے کہ اس میں کبریائی کے مقابلے میں خاکساری اور تواضع ہو۔ قادر مطلق اللہ کی صفات میں بندہ فروتی محسوس کرے۔خوش اخلاق ہو کیونکہ اسلام نے انسان کی روحانی سیمیل کا ذریعہ اخلاق کو قرار دیا ہے۔صفات الہیہ کے انوارسے بندہ بشر جس حد تک قریب ہوتا ہے اس کی روحانی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ (سیرت النبی ۲)

د نیامیں اخلاق کے بڑے بڑے معلم پیدا ہوئے اور سب نے اخلاقیات پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔ تمام مذاہب کی بنیاد بھی اخلاق حسنہ پر رکھی گئی ہے۔ د نیامیں ایک لاکھ چو ہیں ہز ار پیغیبر تشریف لائے سب نے اس بات کا اعادہ کیا کہ سے بولنا اچھا عمل ہے۔ اور جھوٹ بولنا برائی ہے۔ انصاف مجلائی ہے اور ظلم بدی ہے، خیر ات نیکی ہے اور چوری جرم ہے۔ دوسرے کے کام آنا ایسی عادت ہے جو اللہ کے لئے پہندیدہ ہے اور حق تلفی کرنا اللہ کے نزدیک نالپندیدہ عمل ہے۔

فضائل اخلاق:

نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور رسالت اور نبوت کا اختتام حضور صلی اللہ علیہ و سلم پر ہو گیا۔ آسانی کتابوں اور صحائف میں اس بات کو مسلسل دہر ایاجا تارہاہے کہ ایک خیر البشر آئے گا اور آسانی علوم کے مطابق بیمیل دین کا اعلان کرے گا۔



حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔مجم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے فرستادہ آخری نبی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دین کی پیمیل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر اپنی نعتیں پوری فرمادیں۔

آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:

"میں حسن اخلاق کی میمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں"

آپ صلی الله علیه وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:

"میں اس لئے بھیجا گیاہوں کہ اخلاق حسنہ کی پنکیل ہو جائے"

ر سول الله صلى الله عليه وسلم نے بعثت نبوی سے پہلے ہی اس فرض کو انجام دیناشر وع کر دیا تھا۔

ابوذرٌ نے اپنے بھائی کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجاتھا۔ انہوں نے واپس آکر اپنے بھائی کو بتایا:

"میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لو گوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں"

نجاشی نے جب مسلمانوں کو بلا کر اسلام کے بارے میں تحقیق کی تو حضرت جعفر طیار نے کہا:

"اے باد شاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے بتوں کو پوجتے تھے، مر دار کھاتے تھے، بد کاریاں کرتے تھے، پڑوسیوں کو تنگ و پریشان کرتے تھے اور بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبر دست زیر دستوں کو غلام بنالیتے تھے، ان حالات میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا۔۔۔۔۔اس نے ہمیں سکھایا کہ ہم پتھروں کی پرستش چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزیوں سے باز آ جائیں، یتیموں کامال نہ کھائیں۔

ہمسائیوں سے اچھاسلوک کریں، ضعیف عور توں پربدنامی کا داغ نہ لگائیں"

اسی طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے جوانھی مسلمان نہیں ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحی دعوت کاجو مختصر خاکہ بیان کیا اس میں بیہ تسلیم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی توحید اور عبادت کے ساتھ لو گوں کو بیہ سکھاتے ہیں کہ پاک دامنی اختیار کریں۔ سچے بولیں اور قرابت داروں کاحق اداکریں۔

الله تعالى نے رسول الله صلى الله عليه وسلم كى تعريف ميں كہا:

" یہ پغیبر جاہل اور ان پڑھ لو گوں کو پاک وصاف کر تاہے اور ان کو حکمت سکھا تاہے "



اس آیت میں دولفظ بہت زیادہ تفکر طلب ہیں:

ا) تزکیه ۲) حکمت

ا) تزكيد كے لفظى معنى ہيں ____ ياك صاف كرنا، كاھار نا__!

قر آن پاک کے بیہ الفاظ بتاتے ہیں کہ نفس انسانی کو ہر قشم کی نجاستوں اور آلود گیوں سے پاک کر کے صاف ستھر اکیاجائے۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

"بلاشبه جس نے اپنے نفس کوصاف ستھر ابنایاوہ کامیاب ہواجس نے اسے مٹی میں ملایاوہ ناکام رہا '

(سورة شمس: آیت ۹ تا۱۰)

"وه جیتاجسنے اپنے آپ کوپاک صاف کیااور نماز پڑھی" (سورة اعلی: آیت ۱۳ تا ۱۵)

" پیغمبر (رسول الله صلی الله علیه وسلم) نے تیوری چڑھائی اور منہ موڑا، کہ اس کے پاس اندھا آئے۔۔۔۔۔اور تجھے کیا خبر

ہے شایدوہ سنور جاتاتو تیر اسمجھانااس کے کام آتا"

(سورة عبس: آیت ا تامه)

ان آیات میں تزکیہ کامفہوم واضح ہے جسے پینمبر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات قرار دیا ہے۔ یہ مفہوم بھی نکاتا ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کاسب سے بڑا منصب بیہ تھا کہ وہ انسانی نفوس کو برائیوں، نجاستوں اور آلو دیگیوں سے پاک کرے اور ان کے اخلاق واعمال کو درست اور صاف ستھر ابنائے۔

۲) حکمت کالفظ نور کی صورت میں نبی صلی الله علیه وسلم کوودیعت کیا گیاہے۔ جس کے آثار ومظاہر رسول الله صلی الله علیه وسلم کی زبان سے سنن و احکام کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

"اور ہم نے لقمان کو حکمت کی باتیں بتائیں کہ خداکا شکر اداکریں"



(سورة لقمان ـ آیت ۱۲)

ر سول الله صلی الله علیہ وسلم کی شریعت میں اخلاق کے مرتبے کو حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسلام میں عبادات اور دوسرے احکام کو جو حیثیت حاصل ہے،اخلاق کو بھی اتنی اہمیت حاصل ہے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے ایمان والو!ر کوع کرو، سجدہ کرواپنے رب کو پوجو اور نیکی کروتا کہ تم فلاح پاؤ"

(سورة الحجيه آيت ۱۰)

عبادات كاكردار:

"حقوق العباد انسانوں میں باہمی معاملات اور تعلقات کا نام ہے۔ اللہ تعالی رحمٰن ورحیم ہے۔ اس کی رحمت کا دروازہ کسی نیک و بد بندے پر بند نہیں ہوتا۔ شرک و کفر کے سواہر گناہ قابل معافی ہے۔ مگر حقوق العباد ، اخلاق فرائض کی کو تاہی اور تقصیر کی معافی اللہ تعالی نے ان بندوں کے ہاتھ میں رکھی ہے جن کے ساتھ میہ ظلم ہوا ہے۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا:

''جس بھائی نے کسی دوسرے بھائی پر ظلم کیا تو ظالم بھائی کو چاہئے کہ وہ اس دنیا میں ظلم کو معاف کر الے ورنہ یوم حساب میں تاوان ادا کرنے کے لئے کسی کے پاس کوئی در ہم ودینار نہیں ہو گا۔ صرف اعمال ہو نگے، ظالم کی نکییاں مظلوم کومل جائیں گی اور مظلوم کے اعمال میں لکھ دی جائیں گی"

چار ستون:

ہے سمجھ واعظوں اور ابن الوقت مذہبی دانشوروں کی غلط بیانی سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ اسلام کی بنیاد صرف توحید، نماز، روزہ، حج اور زکو ہ پر قائم ہے۔ اس بات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ پانچ ستونوں پر کھڑی ہوئی اسلام کی اس عمارت میں اخلاق حسنہ کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ حالا نکمہ نماز، روزہ، حج اور زکو ہے۔ فرائض اور عبادات سے اخلاق حسنہ کی ہی تکمیل ہوتی ہے۔

قر آن حکیم بتاتا ہے کہ نماز کافائدہ یہ ہے کہ وہ بری باتوں سے رو کتی ہے۔ روزہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے۔ زکوۃ سرتاپانسانی ہمدر دی اور غم خواری کا درس ہے۔ اور حج مختلف طریقوں سے ہماری اخلاقی اصلاح اور ترقی کا ذریعہ ہے۔ اسلام کے ان چاروں ارکان کے نام الگ الگ ہیں مگر ان کا بنیادی مقصد اخلاقی تعلیم ہے۔ اگر ان عبادات سے روحانی اور اخلاقی ثمر حاصل نہ ہو توسمجھ لینا چاہئے کہ احکام الٰہی کی حقیقی تعمیل نہیں ہوئی۔ یہ عبادات ایسادر خت ہیں جس میں پھل نہیں آتا، ایسے پھول ہیں جس میں خوشبو نہیں ہے، یہ اعمال ایسے قالب ہیں جس میں روح نہیں ہے۔

احياء العلوم مين امام غز الى لكھتے ہيں:

"اور الله فرما تاہے میرے لئے نماز قائم کرو۔ بھولنے والوں میں نہ ہو جاؤ۔ نشہ کی حالت میں اس وقت تک نماز نہ پڑھوجب تک تم بیر نہ سمجھو کہ تم کیا کہہ رہے ہو"

سوال میہ ہے کہ کتنے ہی نمازی ایسے ہیں کہ جو شراب نہیں پیتے مگر جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو نہیں جانتے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ ان کے سامنے معانی اور مفہوم نہیں ہوتے۔ان کا دل نماز میں نہیں ہو تا۔وسوسوں کا ایک طوفان انہیں گھیرے رہتا ہے۔

آسانی کتابوں میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''کہ میں ہر آدمی کی نماز قبول نہیں کر تا۔ میں اس کی نماز قبول کر تاہوں جو میری بڑائی کر تاہے اور بندوں پر اپنی بڑائی نہیں جتا تا اور بھوکے محتاج کو میرے لئے کھاناکھلا تاہے''

رسول الله صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے:

"جس کی نمازاس کوبرائی اور بدی سے نہ روکے ایسی نماز اس کو اللہ سے دور کر دیتی ہے"

آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:

"روزه رکھ کر جو شخص جھوٹ اور فریب کونہ جھوڑے اللہ کواس کی ضرورت نہیں ہے"

ان تعلیمات سے منکشف ہو تاہے کہ عبادات کا ایک اہم مقصد اخلاق کا تزکیہ بھی ہے۔

الله تعالى فرماتے ہيں:

"بلاشبه وه ایمان والے کامیاب ہوتے ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اور خضوع کرتے ہیں اور جولا یعنی بات پر دھیان نہیں کرتے۔ اور جوز کو ۃ دیا کرتے ہیں:" ہیں:"

(سورة مومنون: آیت ا تام)

"اور جواینی امانتوں میں خیانت نہیں کرتے "(سور ۃ مومنون۔ آیت ۸)





صوفی پیربات جانتاہے کہ ایمان میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھاہے"

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا كه:

" حسن اخلاق سے انسان وہ درجہ پالیتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات کو شب بیدار رہنے سے حاصل ہو تاہے"

سيرت طبيبه اور صوفياء كرام:

خانقابی نظام میں سالک کو پہلا سبق یہ دیاجا تاہے:

"باادب بانصيب بادب بنصيب"

سالکین کوسیرت طیبہ کاہر پہلوپڑھایاجاتاہے اور ان پرعمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے ان کے ذہن نشین کر ایاجاتاہے کہ:

ا) اگر تمہیں کسی سے تکلیف پنچے تو تم اسے معاف کر دوحالا نکہ تم الٰہی قانون کے تحت بدلہ لے سکتے ہولیکن معاف کرنے سے اللہ خوش ہو تاہے۔

۲)اگرتم سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے۔وہ اعلیٰ ذات ہو یا چھوٹی ذات میں شار کیا جاتا ہو، کمزور ہو یاطاقتور ہوتم اس سے معافی مانگ لو۔

۳) دین اور د نیا کے معاملات میں تندہی کے ساتھ پوری کوشش کرولیکن نتیجہ اللہ پر چھوڑ دو۔

۴) قیام الصلوٰۃ کامطلب ہے اللہ کے ساتھ رابطہ میں رہنا یعنی اللہ کو دیکھ کریااللہ کو محسوس کر کے اس کی عبادت کرنا۔

۵) جہاں بھی رہوعلم دین کے ساتھ علم دنیا بھی سیکھو۔ تا کہ شعوری استعداد میں اضافیہ ہو اور اس علمی استعداد سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤ۔

۲) اللہ کی پیندیدہ عادت مخلوق کی خدمت کرناہے۔ سالک کو چاہئے کہ بغیر غرض کے اللہ کی مخلوق کی خدمت کرے۔ جب کوئی بندہ مخلوق کی مخلصانہ خدمت کرتاہے تواسے اللہ کی دوستی کاشرف حاصل ہوجاتاہے اور اللہ کے دوستوں کوخوف اور غم نہیں ہوتا۔



ے) قر آن ان لو گوں کی رہنمائی کر تاہے جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔اور ایمان مشاہدہ سے مشر وط ہے۔

۸)رسول الله صلی الله علیه وسلم الله کے محبوب ہیں۔ الله تعالی اپنے محبوب سے محبت کرتے ہیں۔ جولوگ رسول الله علیه وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ جولوگ رسول الله علیه وسلم سے محبت کرتے ہیں الله تعالی ان کے درجے بلند کرتا ہے۔ رسول الله صلی الله علیه وسلم الله کے فرستادہ بندے اور رسول ہیں۔

اس ذات مبارک صلی الله علیه وسلم سے محبت کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔

9) اولیاء الله رسول الله صلی الله علیه و سلم کی نسبت سے الله کے دوست ہیں۔ جب کوئی بندہ الله کے دوست سے دوستی نبھا تا ہے اور ان کی قدر و منزلت کر تاہے توایسے بندوں پر رحمت کی بارش برستی ہے۔

مابعد الطبيعي اساس:

انسان جس جسمانی وجود سے اس دنیامیں چلتا، پھر تا، کھا تا، پیتا ہے اور دوسرے مشاغل میں مصروف رہتا ہے وہ فانی ہے۔ ہر انسان کی اصل اس کی روح ہے۔

روح کاادراک ہونے سے انسان اپنی اصل سے واقف ہو جاتا ہے اور اپنی اصل سے واقفیت ہی عرفان الہی کاوسلہ ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"نیکی یہ نہیں کہ تم نماز میں اپنامنہ مشرق (بیت المقدس) مغرب (خانۂ کعبہ) کی طرف کر وبلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ پر، قیامت پر، فرشتوں پر،
کتابوں پر اور پیغمبر وں پر ایمان لائے اور خواہش کے باوجود اللہ کی محبت میں اپنامال، رشتے داروں، پیٹیموں، غریبوں، مسافروں، ما نگنے والوں اور
غلاموں کو آزاد کر انے میں خرچ کرے، نماز اداکر تارہے، زکوۃ دیتارہے اور جو وعدہ کرے اپنے وعدے کو پوراکر تارہے اور جو مصیبت، تکلیف اور
پریشانی میں ثابت قدم رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ ہے"

(سورة البقره: آيت ١٤٧)

آیت کی تفهیم بیہ ہے کہ راست بازی اور تقویٰ کا پہلا نتیجہ جس طرح ایمان ہے اس ہی طرح دوسر الازمی نتیجہ بہترین اوصاف، فیاضی، ایفائے عہد اور صبر و ثبات وغیر ہیں۔

الله تعالی فرماتے ہیں:



"اور رحم والے اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ناسمجھ لوگ ان سے بات کریں تو وہ سلام کہیں اور جو اپنے پر ورد گار کی عبادت کی خاطر قیام اور سجدے میں رات گزارتے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پر ورد گار ہم سے جہنم کاعذاب دور کر کہ اس کاعذاب بڑا تا وان ہے اور جہنم براٹھ کانہ اور مقام ہے اور جو خرچ کرتے ہیں وہ فضول خرچ نہ کریں اور نہ تنگی کریں بلکہ ان دونوں کے در میان اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور جہنم براٹھ کانہ اور جو کسی جان کا ہے گناہ خون نہیں کرتے ہیں کو اللہ نے منع کیا ہے اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو ایساکرے گاوہ گناہ سے پیوست ہو گئاہ ۔

(سورة فرقان: آیت ۲۲ تا ۲۳)

"اور جو جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی لغویات سے گزر رہے ہوں تو سنجیدگی اور و قارسے گزر جاتے ہیں اور جب اللہ کی نشانیاں ان کو سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر ان کو نہیں سنتے اور بیہ د عاما نگتے ہیں۔ اے ہمارے پرور د گار ہم کو ہمارے بیوی بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک بخش اور ہم کو پر ہیز گاروں کا پیشوا ہنادے"

(سورة فرقان: آیت ا ۷ تا ۲۸)

مومن کے اخلاقی اوصاف:

الله تعالی رسول الله صلی الله علیه وسلم کی زبانی اہل ایمان (یعنی صاحب مشاہدہ خواتین وحضرات) کے اخلاقی اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں:

اور وہ اپنے پر وردگار پر بھر وسہ رکھتے ہیں اور بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پر ہیز کرتے ہیں اور جو غصے کی حالت میں معاف کرتے ہیں اور اپنے پر وردگار کی پکار کا جو اب دیتے ہیں (یعنی اللہ ان سے ہمکلام ہو تا ہے) نماز قائم کرتے ہیں (یعنی ان کا اللہ سے رابطہ ہو تا ہے) اور ان کے کام باہم مشورہ سے ہوتے ہیں اور ہم نے ان کو جو دیا ہے اس میں سے پچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور جو ان پر چڑھائی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور بر ائی کا بدلہ ویسے ہی بر ائی ہے تو جو کوئی معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا در جہ اللہ کے ذمہ ہے ، وہ ظلم کرنے والوں کو پیار نہیں کر تا۔ اگر مظلوم ہو کر بدلہ لے تو اس پر کوئی ملامت نہیں ، ملامت تو ان پر ہے جو لوگوں پر از خود ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد بر پاکرتے ہیں ان کے لئے بڑا در د ناک عذاب ہے ، بلاشہ جو مظلوم ہونے پر بھی ظالم کو معاف کر دے اور سختی سہہ لے تو یہ ہمت کے کام ہیں "

(سورة الشوريٰ: آيت ٣٦ تا٣٦)

''جنت ان پر ہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جوخوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں اور جوغصے کو دباتے ہیں اور لو گوں کو معاف کر دیتے ہیں۔اللہ اچھاکام کرنے والوں کو پیار کر تاہے''





(سورة آل عمران - آیت ۱۴)

"بیرہ ہیں جن کو دوہر ااجر ملے گا،اس لئے کہ انہوں نے صبر کیااور وہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور جو ہم نے دیا ہے اس میں سے خداکی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب کوئی بیہو دہ بات سنتے ہیں،اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں، کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل مت رہو ہم ناسمجھوں کو نہیں چاہے"

(سورة القصص: آيت ۵۲ تا ۵۲

"اور کھانے کی خود ضرورت ہوتے ہوئے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں"

(سورة دهر _ آیت ۸)

رسول الله صلى الله عليه وسلم نماز مين جو دعاما نگتے تھے اس ميں په جمله بھی ہو تاتھا:

"اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سواکوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے پھر ا دے اور ان کو نہیں پھیر سکتالیکن تو"۔



خدمت خلق

سورة فاتحہ قرآن کی پہلی سورت میں اللہ تعالی نے اپنی تعریف بیان کی ہے۔

"الحمد الله رب العالمين"

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کارب ہے، بے حد مہر بان، نہایت رحم والا ہے، بلند سے بلند تر، اول سے آخر، آخر سے اول، ظاہر و باطن، ماضی و حال، حال و مستقبل، رات اور دن، ساوات اور زمین میں جو کچھ ہے ان سب سے زیادہ اللہ کی تعریف ہے۔

مخلوق کی ڈیوٹی:

الله تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ پیدا کرنے سے پہلے زندگی کے لئے ضروری وسائل فراہم کئے اور کائناتی نظام کواس طرح ترتیب دیا کہ کائنات کاہر فرد اور ہر ذرہ ایک دوسرے کے کام آرہاہے۔

سب تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں جس نے سورج بنایا، سورج کو اتنا مطیع، فرمانبر دار اور ایثار کرنے والا بنایا کہ وہ نہیں دیکھتا کہ میری دھوپ سے کون فائدہ اٹھا تا ہے۔ دھوپ محلات کے کمروں اور پھونس کون فائدہ اٹھا تا ہے۔ دھوپ محلات کے کمروں اور پھونس کی جھو نپر ایوں کو حرارت بخشتی ہے۔ دھوپ محلات کے کمروں اور پھونس کی جھو نپر ایوں کو بھی روشن کرتی ہے۔ دھوپ کھیتوں پر بھی پھیلتی ہے اور دھوپ کیچڑ میں رہنے والے کیڑے مکوڑوں کو بھی زندگی عطاکرتی ہے۔

اللہ نے چاند بنایا۔ چاند کی روپہلی کر نیں مرغزاروں کو حسن عطا کرتی ہیں۔ پیلوں کو مٹھاس منتقل کرتی ہیں۔ پانی میں ہلچل پیدا کرتی ہیں۔ چاند کی منور کر نیں جب سمندر کے سینے کو چیر کراس کے دل میں اتر جاتی ہیں تو سمندر میں ارتعاش پیدا ہو تاہے۔ پر سکون پانی میں اضطرابی کیفیت میں بھونچال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور سکون آمیز لہریں ہیں، تیس فٹ اوپراچھلتی ہیں۔

آسان کو اللہ نے ستاروں سے سجایا۔ گھپ اندھیرے میں ستارے مسافروں کو راستہ دکھاتے ہیں اور پیدل چلنے والے قافلوں، اونٹوں یا کشتیوں میں بیٹھے ہوئے مسافر ستاروں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

زمین جس کو اللہ تعالیٰ نے اتناسخت نہیں بنایا کہ لوگ ٹھو کریں کھا کر گرنے لگیں اور اتنانر م نہیں بنایا کہ زمین کے باسی دلدل میں دھنس جائیں۔اللہ تعالیٰ نے زمین کو مخلو قات کیلئے بچھونا بنادیا۔





گیاره ہزار نوعیں:

زمین میں موجود ساڑھے گیارہ ہزار مخلوقات کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے خدمت گزاری میں مصروف ہے۔ وہ نہیں سوچتا نہیں دیکھتا کہ کون سرکش ہے، کون ظالم ہے، کون گنہگارہے یاکون ہے جواللہ تعالیٰ کی فرمانبر داری میں اللہ کوحاضر وناظر جان کراس کی تعریف بیان کر تاہے۔سب کی زندگی بن رہاہے۔

"الحمد الله رب العالمين"

سب تعریفیں اس وحدہ لاشریک اللہ کے لئے مخصوص ہیں جوعالمین کو پیدا کر کے وسائل عطاکر تاہے۔جور حمٰن اور رحیم ہے۔

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والاہے۔ بے حدر حمٰن اور نہایت رحم والاہے۔

اللہ کے صفاتی نام تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہیں اور ہر نام اللہ کی ایک صفت ہے۔ سب ناموں پر اللہ تعالیٰ کا اسم رحیم محیط ہے۔ نوعوں کی تعداد بھی گیارہ ہزار پانچ سوہتائی جاتی ہے۔

ہر مخلوق دوسری مخلوق کے ساتھ بندھی ہوئی ہے:

ہر مخلوق کا ہر فر دجس طرح زمین کو دیکھتاہے اس طرح آسان کو بھی دیکھتاہے۔ زمین پر دیکھتاہے تواسے پہاڑ نظر آتے ہیں۔

زمین کے اندر دیکھتا ہے تو معد نیات کا سراغ ملتا ہے۔ ذہن پانی میں اتر جاتا ہے تو پانی کی مخلوق کا ادراک ہو تا ہے۔ کوئی صاحب فہم انسان پانی کی مخلوق کے بارے میں تفکر کرتا ہے تو اس کے اوپر عجائبات کی دنیا کھل جاتی ہے۔ چھوٹی مچھلی ایک اپنے سے بھی کم اور بڑی و ہیل مجھلی، گھو تکھے، مر جان سیپ کے بارے میں موتی، Sea Food وغیرہ سمندر کی مخلوق ہیں۔

جب انسان کی نظر زمین کے گر دونواح سے نکل کر آسمان کو دیکھتی ہے۔ آسمان میں دس ہز ارستاروں پر پڑتی ہے تو انسان ستارے کے بشری کو دیکھتا ہے۔ سیارے اس کو نہیں روکتے کہ مجھے نہ دیکھو نہیں کرتا کہ مجھے نہ دیکھو۔ تصوف کی دنیا میں اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ کا کنات میں ہر مخلوق دوسری مخلوق سے مخفی رشتہ میں بند تھی ہوئی ہے۔ اگر مخلو قات کے در میان چاہے وہ مخلوق زمینی ہو، چاہے وہ مخلوق پانی کی ہو، چاہے وہ مخلوق ہو۔ اگر مخفی رشتہ میں جڑی ہوئی نہ ہوتی تو ہر آسمانی نظارہ دیکھنے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔

یمی مخفی رشتہ کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ اور بڑے سے بڑے کرہ کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کئے ہوئے ہے۔ اس علم سے صوفی کے اوپریہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ تمام کائنات ایک ہی ہستی کی ملکیت ہے۔ اگر کائنات کے مختلف اجسام زمین، چاند، سورج،



ستارے، فرشتے، جنات مختلف ہستیوں کی ملکیت ہوتے تو یقیناً ایک دوسرے کی روشاسی میں تصادم پیدا ہو جاتا۔ ایک ہستی کی ملکیت دوسری ہستی کی ملکیت سے متعارف ہونانہ پیند کرتی۔

قرآن پاک نے ایس مالک ہستی کا تعارف اللہ کے نام سے کروایا ہے۔

"الحمد اللّدرب العالمين"

سب تعریفیں کا کنات کی مالک ایک ہستی کے لئے مخصوص ہیں۔ اس ہستی کا نام اللہ ہے۔ اللہ کی تعریف بیہ ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کر تاہے اور بحیثیت رب کے مخلو قات کی ضروریات کی کفالت کر تاہے۔ کا کنات کا ہر ذرہ تغمیل حکم کا پابند ہے:

الله اسم ذات ہے۔اسم ذات مالکانہ حقوق رکھنے والی ہستی کانام ہے۔ یعنی اللہ مالک ہے اور ساتھ ساتھ قادر مطلق بھی ہے۔

اللہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ جس طرح چاہے تخلیق کی نظام میں تبدیلی کر سکتا ہے اور جس طرح چاہے کا کناتی نظام کو چلانے میں ایک دوسرے کی ڈیوٹی لگا سکتا ہے۔ مخلوق کا کوئی فر داس کے نظام میں دخل نہیں دے سکتا۔

الحمد اللّدرب العالمين ٥ الرحمٰن الرحيم ٥

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفات ملکیت اور رحمت و قدرت کا تذکرہ ہے۔ اسم ذات اللہ مالکانہ حقوق کا حامل ہے۔ اور رحمٰن ورحیم قادرانہ حقوق کامالک ہے۔ قادرانہ صفت کو تصوف کی زبان میں رحمت کہتے ہیں۔اللہ کے ساڑھے گیارہ ہز اراساء میں سے رحیانہ اور قادرانہ اوصاف ہر اسم میں موجود ہیں۔ یہی اوصاف مخلو قات کے در میان مخفی رشتہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سورج کی روشنی اہل زمین کی خدمت گزاری سے اس لئے انکار نہیں کر سکتی کہ اہل زمین اور سورج ایک ہی ہستی کی ملکیت ہیں۔ وہ ہستی مالکانہ حقوق میں حاکمانہ قدروں کی مالک ہے اور اس کی رحمت وقدرت کسی وقت بھی اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ اس کی ملکیتیں ایک دوسرے کے وقوف اور خدمت گزاری سے منکر ہو جائیں۔

روحانی استاد اپنے شاگر د، سالک کو بیر راز منتقل کرتا ہے کہ موجو دات، موجو دات کی زندگی اور زندگی کے تمام اجزاء کا کنات کے وجو دیس آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے۔اللہ تعالیٰ نے جب ان اجزاء کو حرکت میں لاناچاہاتو"کُن" فرمادیا۔اس علم سے بیہ مکشف ہوا کہ کا کنات،کا کنات میں ہر فرد بشمول انسان ایک حرکت ہے اور بیر حرکت اللہ تعالیٰ کے حکم سے شر وع ہوتی ہے۔اس حرکت کے ہز اروں اجزاء ہیں اور ان اجزاء میں سے ہر چیز ایک حرکت ہے گویا نسان کی ذات لاشار حرکتوں کا مجموعہ ہے۔بالکل اسی طرح ہر مخلوق ایک حرکت ہے اور ہر حرکت کے ہز اروں اجزاء ہیں اور ان اجزاء میں سے ہر چیز ایک حرکت ہے۔ ہر حرکت دو سری حرکت کے ساتھ ملحق ہے۔



ہر حرکت اللہ سے شروع ہوتی ہے اور اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ چونکہ ہر مخلوق حرکت کی بیلٹ پر متحرک ہے اس لئے ہر مخلوق کا دوسری مخلوق سے رشتہ قائم ہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

"ہم نے تمہارے لئے جو کچھ آسانوں میں ہے اور جوزمین میں ہے سب کاسب تمہارے تابع کر دیاہے یعنی انہیں تمہاری خدمت گزاری میں مصروف کر دیاہے۔

سورج بھی خدمت میں مصروف ہے، چاند بھی خدمت میں مصروف ہے، زمین بھی خدمت میں مصروف ہے، نباتات اور جمادات بھی خدمت میں مصروف ہے۔ الله تعالیٰ نے انسان کو مصروف ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خصر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کو فضیلت بخشی کہ انسان یہ علم سیکھ لیتا ہے۔

حقوق انسانی اور دیگر مخلوق کے حقوق:

ایک مریدنے مرادسے پوچھا:

الله سے دوستی کس طرح کی جائے؟

مرادنے مریدسے پوچھا:

تم کسی ہے دوستی کرناچاہوتو کیا کروگے؟

مریدنے عرض کیا:

اس کے ساتھ حسن اخلاق کابرتاؤ کرینگے،اس کی خاطر مدارت کریں گے،اس کا خیال رکھیں گے۔

مرادنے کہا:

اگریہ باتیں نہیں کروگے یا تہہیں اس کے مواقع نہیں ملیں گے پھر کیا ہو گا؟

مریدنے عرض کیا:

ہو سکتاہے کہ دوستی ختم ہو جائے۔



مرادنے فرمایا:

دوستی اس وقت پختہ ہوتی ہے جب آدمی دوست کی دلچیپیوں کو قبول کر لے۔ اگرتم نمازی کے پکے دوست بننا چاہتے ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دو۔ جواکھیلنے والے کادوست جواری ہو تاہے۔اور نشہ کرنے والے کادوست اگر اس کے ساتھ نشہ نہیں کر تاتو آپس میں دوستی نہیں ہوتی۔

مرادنے مریدسے سوال کیا کہ:

الله تعالی کیا کرتے ہیں؟

مریدنے اپنی ذہنی استطاعت کے مطابق ادھر کی بہت ساری باتیں کیں۔

مرادنے قطع کلام کرکے فرمایا کہ:

مخضر بات سے کہ اللہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتاہے۔اللہ سے اگر دوستی کرنی ہے تو مخلوق کی خدمت کرو۔

مرادنے مزید تشریح فرمائی:

کیاتم نے بکری دیکھی ہے؟

مریدنے عرض کیا:

جی ہاں!د کیھی ہے۔

بوچھا: بکری کیا کرتی ہے؟

مریدنے عرض کیا:

بکری دودھ دیتی ہے۔لوگ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔اس کی کھال انسانوں کے کام آتی ہے۔

مر ادنے فرمایا: اس کامطلب بیہ ہوا کہ بکری انسان کی خدمت میں مصروف ہے۔

مرادنے پھر پوچھا:

زمین کی کیاڈیوٹی ہے؟

مریدنے عرض کیا:

زمین پر کھیتیاں لہلہاتی ہیں۔ زمین درخت اگاتی ہے۔ درختوں پر کھل لگتے ہیں۔ زمین انسان کوخوش کرنے کے لئے کھولوں میں رنگ آمیزی کرتی ہے۔

مرادنے سوال کیا:

کبری اور زمین کا کیار شتہ ہے؟

مریدنے عرض کیا:

بكرى زمين پر گھاس چرتى ہے در ختوں كے پتے كھاتى ہے۔

مرادنے ارشاد فرمایا کہ:

کا کناتی سٹم یہ ہے کہ ہر شئے دوسرے کی خدمت کرنے میں مصروف ہے جب غیر اشر ف مخلوق اللہ کی مخلوق کی خدمت کر رہی ہے توانسان کا بھی فرض ہے کہ مخلو قات کی خدمت کرے۔

جب سالک اس رمز کو سمجھ لیتا ہے اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کو اپنی زندگی کامقصد بنالیتا ہے تواسے اپنے باپ آدم علیہ السلام کاور ثہ منتقل ہو جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام پہلے صوفی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے باطنی علوم سکھائے ہیں۔ باطنی علوم کا دوسر انام تصوف ہے اور یہی علم حضرت آدم علیہ السلام کاور ثہہے۔

آ دم سب کے باپ ہیں۔ باپ اولاد کی خدمت کرتا ہے۔ اولاد کو پالٹا پوستا ہے۔ آدم کا ہر بیٹا بھی آدم کی اولاد کا باپ ہے۔ باپ کا یہ فرض ہے کہ اولاد کی خدمت کرے۔ آدم زاد کو بلا شخصیص مخلوق کی خدمت اس لئے کرنی چاہئے کہ دوسری مخلو قات بھی آدم کی خدمت میں مصروف ہیں۔



د نیاوی علوم کی طرح سلاسل طریقت اور خانقابی نظام میں بیعت (شاگر دی اختیار کرنا) بنیادی عمل ہے۔ بیعت فرض نہیں ہے لیکن د نیا میں بہت سارے کام ایسے ہیں جو فرض نہیں ہیں۔ مثلاً کہیں نہیں لکھاہے انجینئر بننا فرض ہے، بڑھئی کاکام سیھنا فرض ہے، ڈاکٹر بننا لازم ہے۔ لیکن بہر حال تعلیم حاصل کرنامعاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے بیعت کے فوائد بیان کئے ہیں۔

قرآن كريم اوربيعت:

الله تعالی فرماتے ہیں:

"اے پیغمبر!جولوگ آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں،اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں،ان کے ہاتھوں پر اللہ کاہاتھ ہو تاہے"

(سورة فتح_ آیت ۱۰)

'' تحقیق خرید لی اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اور اس کے بدلے میں ان کیلئے جنت ہے:

(سورة توبه - آیت ۱۱۱)

"اے ایمان والو!اللہ سے ڈرواور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو"

(سورة مآئده۔ آیت ۳۵)

ضرورت شيخ:

مفسرین، مقتد مین اور اکابرین امت کے نزدیک وسلہ سے مراد "مرشد' کاوسلہ ہے۔ یعنی استاد شاگر د کار شتہ ہے۔ شاہ عبد الرحیم ؓ، شاہ ولی اللّٰہ ؓ، شاہ عبد العزیز محدث دہلویؓ نے وسلہ سے یہی معنی مراد لئے ہیں۔ اولیاء کرام کافیصلہ بھی یہی ہے کہ وسلہ سے مراد شیخ طریقت کے علاوہ اور پچھ نہیں ہو سکتا، لیکن منکرین طریقت کہتے ہیں کہ وسلہ سے مراد "نیک اعمال "ہیں۔

شاه عبد العزيز محدث د ہلوڭ فرماتے ہيں:



اگر نیک عمل وسیلہ ہے توشیخ طریقت بھی مرید کے لئے نیک اعمال کرانے کا یا صراط مستقیم پر چلانے کا اور عرفان ذات کے بعد عرفان الہی حاصل کرنے کاوسیلہ ہے۔

علامه ذمحشریؒ، شاه ولی اللهؒ، شاه عبدالرحیمؒ، بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، معین الدین چشقؒ، نظام الدین اولیاءؒ اور تمام اولیاء کرام، قادر ریه، چشتیه، سهر وردیه اور نقشبندیه سلاسل اور حضرت مجد د الف ثانیؒ، مولانارومؒ، فرید الدین عطارؒ، علامه اقبالؒ اور قلندر بابااولیاءؒ لفظ"وسیله" سے مراد" شیخ" ہی لیتے ہیں۔

جب ہم انسانی جبلت اور فطرت پر غور کرتے ہیں تو ایک بات کے علاوہ دوسری کسی بات پر ذہن نہیں رکتا کہ کوئی بھی علم سکھنے کیلئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کی موجودگی میں شیخ کی کیاضر ورت ہے؟

اس اعتراض کے جواب میں کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ کی کتاب موجود ہے تو معلم کتاب کی ضرورت سوالیہ نشان بن جائے گی۔ یہ بات امر مسلمہ ہے کہ دنیامیں کوئی فن ایسانہیں ہے جس میں ماہرین فن معلم اور استاد کی ضرورت نہ ہو۔

دین ایک مکمل علم ہے اور دین میں شریعت بھی ایک علم ہے۔ اور شریعت مطہر ہ کے ساتھ طریقت بھی ایک علم ہے۔ دین توحید پرست لو گول کیلئے ایک مرکز ہے۔

شریعت اس مرکز کے ساتھ وابستہ رہنے کے قواعد وضوابط اور رہنمااصول ہیں۔ طریقت اس مرکز پر محیط انوار و تجلیات کے حصول کاذریعہ ہے۔

جب کوئی بندہ شرک وبت پر ستی سے نکل کر اللہ پر ست ہو تا ہے تو وہاں بھی اسے استاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد شریعت سکیضے کے لئے بھی استاد کی ضرورت ہے۔ شریعت میں ارکان نماز، او قات نماز، روزہ کے آداب، حج کے آداب، معاشرتی قوانین، پڑوسیوں کے حقوق، اللہ کے حقوق اور من حیث القوم مسلمانوں کے اسلامی عقائد کے مطابق فرض کی آگاہی کاعلم حاصل کرنے کے لئے بھی استاد کی ضرورت ہے۔

قر آن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے جو آخری نبی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔ اس کو سمجھنے کے لئے بھی استاد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح تصوف یاروحانیت سکھنے کے لئے بھی استاد کی ضرورت ہے۔

ہم جب کوئی علم سیکھنا چاہتے ہیں تواس بات کا اطمینان کر لیتے ہیں کہ علم سکھانے والاصاحب علم ہے۔اگر ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ علم سکھانے والاوہ علم نہیں جانتا جو ہم سیکھنا چاہتے ہیں توہم اس کی شاگر دی اختیار نہیں کرتے۔





شعوري استعداد:

روحانی علوم سکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان جس شخص کو مرشد بنائے اس کے بارے میں تصدیق کر لی جائے کہ استاد روحانی علوم جانتا ہے یا نہیں ؟

تعلیم وتربیت کے بغیر شعور کی داغ بیل نہیں پڑتی اور نہ لاشعور کی درجہ بندی ہوتی ہے۔ شعور اور لاشعور دونوں سے مر اد تعلیم وتربیت کا حصول ہے۔

د نیامیں جب کوئی چیز پیدا ہوتی ہے تواہے اپنی ذات کے احساس کے علاوہ دوسری باتوں کاعلم نہیں ہوتا۔

انسان کی پیدائش کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا:

"اور انسان کووه علم سیکھایا جووہ نہیں جانتا تھا"

اور الله تعالی نے یہ بھی فرمایاہے کہ:

"اور ہم نے آدم کو علم الاساء سکھایاہے"

اس کامطلب بیہ ہوا کہ انسان کے اندر پہلا شعور اس کاعلم ہے۔

مثال: ایک شخص کانام زید ہے لیکن زید کانام زید کی پیدائش کے بعد رکھا گیا ہے۔ پیدائش سے پہلے اس کا کوئی نام معاشر ہے میں متعارف نہیں تھا۔ پیدا ہونے کے بعد زید میں جو پہلا شعور بناوہ ماں کی قربت ہے یعنی ماں کی قربت بھی علم ہے۔

بچہ ماں کی قربت کے علم کے بعد ماں کا دودھ بیتیار ہتاہے اور ماہ و سال گزرنے کی مناسبت سے شعور میں اضافہ ہو تار ہتاہے اور شعوری سکت کے مطابق ماں باپ اور خاندان کے افراد زندگی کی ضروریات سے متعلق بچے کے اندر علوم منتقل کرتے رہتے ہیں۔

بالآخر بچپہ والدین، خاندان اور برادری کے شعوری نقوش کو قبول کر کے اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کے شعور میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر شعوری وسعت کے لحاظ سے قوم اور اقوام عالم کاشعور بچپہ کے شعور کے ساتھ ضرب در ضرب ہو کر ایک شعور لاکھوں شعور کے برابر ہو جاتا ہے۔

قانون پہ ہے کہ: جس شخص میں جتنی زیادہ شعوری استعداد ذخیر ہ ہو جاتی ہے اسی مناسبت سے وہ عالم فاصل اور Genious ہو تاہے۔

لیکن پیربات اپنی جگہ اٹل حقیقت ہے کہ اگر پہلے دن پیدا ہونے والے بچے میں شعور نہ ہو اور شعوری استعداد قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو بچہ عالم فاضل نہیں ہو گااس کی مثال Handicapped بچے ہیں۔





اساتذه کاکر دار:

یہ بات بھی دھوپ کی طرح روشن ہے کہ اگر ماحول میں اساتذہ کا کر دار نہ ہوتب بھی بچیہ عالم فاضل اور دانشور نہیں ہو سکتا۔

ماحول میں اساتذہ کے کر دار کا مطلب ہیہ ہے کہ تعلیم وتربیت کیلئے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں موجو د ہوں۔ جس طرح د نیاوی علوم سکھنے کے لئے اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کا ہوناضر وری ہے، اسی طرح علم طریقت، تصوف یاروحانی علوم سکھنے کے لئے درسگاہیں (خانقاہی نظام)ضروری ہے۔

جب سے خانقاہی نظام پر قد عن لگائی گئی ہے۔اسی وقت سے انسان بے سکون، بے چین، پریثان، ایڈ ز اور کینسر جیسے موذی مرض کا شکار بن گیا ہے۔ اس لئے کہ انسان کامادی وجو دسڑ انداور تعفن کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ سڑ انداور تعفن میں امر اض ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔

دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ قرآن پاک اور احادیث کی تعلیم کے مطابق جسمانی وجود کوزندہ رکھنے والی، سہارادینے والی، روح کاادراک ضروری ہے اور روح کے ادراک کیلئے بیعت یعنی روحانی استاد کی شاگر دی ضروری ہے۔ تصوف کا اصل اصول بیہ ہے کہ روح (انسان کی اصل) نور اور روشنیوں سے بنی ہوئی ہے۔ جب تک روشنیوں کا انسان مادی جسم کو اپنا معمول بنائے رکھتا ہے انسان زندہ رہتا ہے اور جب روشنیوں کا انسان مادی عناصر سے بنی ہوئی ہے۔ جب تک روشنیوں کا انسان مادی جسم کو اپنا معمول بنائے رکھتا ہے انسان زندہ رہتا ہے اور جب روشنیوں کا انسان مادی عناصر سے بنی ہوئی جبسم کو چھوڑ دیتا ہے تو آدمی مرجاتا ہے۔

روحانی استاد، عرف عام میں جسے مرشد کہاجاتا ہے اس قانون سے واقف ہوتا ہے اور بیہ علم اسے اپنے مرشد اور سیدنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے منتقل ہوتا ہے۔

روحانی شاگر دیا مرید جب مرشد کے حلقہ میں آ جاتا ہے تو مرید کے اندر Positive اور Negative وشنیوں کا نظام بحال ہو جاتا ہے۔ مرید کی روشنیوں میں مراد کی روشنیاں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس عمل سے بتدر یخ تعفن کم ہو تا ہے اسی مناسبت سے لطیف روشنیوں کاذخیرہ ہو تارہتا ہے۔

مرید ہونے سے پہلے ضروری ہے کہ شیخ کی زندگی کے احوال واعمال سے مرید مطمئن ہوا گر مرید اور مراد میں ذہنی ہم آ ہنگی نہ ہو تو مرید کرنا یا مرید ہونادونوں باتیں عقل وشعور کے خلاف ہیں۔

مختصر أاس کامطلب ہیہ ہے کہ جب تک مر اد اور مرید دونوں کے مزاج میں ،عادات و خصائل میں ، نشست وبر خاست میں ، وضع داری میں ، طریقت و شریعت میں پوری طرح مطابقت نہیں ہوگی بیعت کا فائدہ نہیں ہوگا۔



بيعت كا قانون:

ا یک جگہ بیعت ہونے کے بعد مرشد کی اجازت کے بغیر مرید کسی دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتا۔ مرشد کے وصال کے بعد بھی بیعت ختم نہیں کی جا سکتی۔ البتہ کسی صاحب روحانیت کی شاگر دی اختیار کی جاسکتی ہے۔ وصال کے بعد بیعت کو اس لئے ختم نہیں کیا جاسکتا کہ وصال کے بعد بھی روحانی فیض جاری رہتا ہے۔

روحانی علم دراصل ور نہ ہو تا ہے۔ جس طرح صُلبی باپ اولاد کی بہترین تربیت کرنااپنامقصد زندگی سمجھتا ہے اسی طرح مرشد بھی شب وروز روحانی اولاد کی تربیت میں مشغول رہتا ہے۔ بڑی اذبیتیں تکلیفیں اور پریشانیاں برداشت کر کے اپنے شاگر د کے اندر روحانی طرز فکر منتقل کر تارہتا ہے۔ شاگر د کی کو تاہیوں پر صبر کرتا ہے۔ اس کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔ مرشد اپنے شاگر د کے لئے مکمل ایثار ہوتا ہے۔

نظام تربیت:

تربیت کے دوطریقے ہیں:

ایک طریقہ بیہ ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ کر تربیت کی جائے، غصہ کر کے کسی کام سے روکا جائے۔ اس طرز عمل سے تربیت تو ہو جاتی ہے لیکن بندے کو جب بھی موقع ملتاہے اور خوف دامن گیر نہیں ہو تاوہ اس کام کو ضرور کرتاہے جس سے منع کیا گیا تھا۔

تربیت کادوسر اطریقہ بیہ ہے کہ کو تاہیوں پر صبر کیاجائے اور غلطیوں کو معاف کیاجائے۔ اس قدر معاف کیاجائے کہ بندہ شر مندہ ہو کر ان کو تاہیوں اور غلطیوں کو چھوڑ دے۔ ایساشخص غلطیوں کو نہیں دہر اتابلکہ تربیت کرنے والے استاد سے محبت کرتا ہے۔

جاں نثاری کی آخری حد تک اس کاساتھ دیتاہے۔

روحانی استاد کی خصوصیات:

اولیاءاللہ نے روحانی استاد کی جو خصوصیات بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ا) حقوق العباد پورے كرتا ہو۔

۲) آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا ہو۔

س) الله تعالیٰ کے دیدار کامشاق ہو۔

م) کمال کاد عویٰ نه کر تاہو۔





۵) کرامت د کھانے کاشوقین نہ ہو۔

۲) اسے اولیاءاللہ کی قربت حاصل ہو۔

کاسیر ت طیبہ پراس کاعمل ہواور سیرت طیبہ کے مطابق اپنے شاگر دوں کی تربیت کرے۔

٨) ہر حال و قال میں اس کا منتبائے نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق حسنہ ہو۔

9)را سخون في العلم هو-

١٠) ہربات كومنجانب الله سمجھتا ہو۔

۱۱)اس کی مجلس میں بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کیسوئی محسوس ہوتی ہو۔

۱۲) جو کچھ مریدین سے چاہتا ہوخو د بھی اس پر عمل کرے کیونکہ عمل کے بغیر تعلیم کااثر نہیں ہو تا۔

۱۳) صالح اور معلم ہو۔

۱۴)ضرورت مندوں کی درخواست کوغورسے سن کراس کا تدارک کرے۔

۱۵) الله کی مخلوق کی خدمت کرنے سے خوش ہو۔

١٦) مرشد جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس پر دل کی گہر ائیوں سے شکر کرے اور جو کچھ حاصل نہیں ہے اس کاشکوہ نہ کر تاہو۔

علم طریقت حاصل کرنے کے لئے عشق بے حد ضروری ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے بغیر کوئی مسلمان مومن نہیں ہو تا۔

الله تعالى فرماتے ہيں:

"مومنین شدت کے ساتھ اللہ سے محبت کرتے ہیں"

"اے نبی (صلی الله علیه وسلم) کہه دیجئے که اگرتم الله ہے محبت کرتے ہو تومیر ااتباع کر والله تم سے محبت کرے گا"

(سورة آل عمران - آیت ۳۱)



جس سے اللہ محبت کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بندے کو مقام محبوبیت عطاہو جاتا ہے۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے كه:

«جس میں محبت نہیں اس میں ایمان نہیں"

حدیث قدسی ہے:

میں چھیا ہوا خزانہ تھا، میں نے محبت کے ساتھ مخلوق کو پیدا کیا تاکہ مخلوق مجھے بہجانے۔

بیعت کرنے سے پہلے مرشد کے انتخاب میں اگر دفت پیش آئے توتصور کرناچاہئے کہ اس کی قربت سے دل میں اثر پیدا ہوتا

ہے یا نہیں یعنی دل میں اللہ کی محبت محسوس ہوتی ہو اور گناہوں سے بیز اری ہو۔

حدیث شریف میں اولیاءاللہ کی پیملامت بیان کی گئی ہے:

"جب انہیں دیکھواللہ یاد آئے"



سبت

نسبت علميه:

صحابہ کرام کے دور میں اور قرون اولی میں لوگوں کو مرتبہ احسان حاصل تھا۔ ان کے لطا کف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے رنگین تھے۔ ان کی توجہ زیادہ تر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غور و فکر میں صرف ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے روحانی قدروں کے جائزے زیادہ نہیں لئے چو نکہ ان کی روحانی تفتگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر توجہ صرف کرنے میں پوری ہوجاتی تھی۔ ان کو احادیث میں بہت زیادہ شغف تھا۔ اس انہاک کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ لوگوں کے ذہن میں احادیث کی صحیح ادبیت، ٹھیک ٹھیک مفہوم اور پوری گہرائیاں موجود تھیں۔ صحابہ کرام اور صحابیات احادیث پڑھنے کے بعد اور احادیث سننے کے بعد حدیثوں کے انوار سے پورااستفادہ کرتے تھے۔ اس طرح انہیں الفاظ کے نوری تمثلات کی علاش کی ضرورت نہیں پڑتی تھی وہ الفاظ کے نوری تمثلات سے روشاس تھے۔

صحابیات اور صحابہ کرام کی روحیں قر آن پاک کے انوار۔ نور قدس اور نور نبوت سے لبریز تھیں۔ اس دور میں روحانی قدروں کاذکر نہ ہوناغالباً اس ہی وجہ سے تھاکیو نکہ صحابہ کرام کو لطائف کے رنگین کرنے میں الگ سے جدوجہد نہیں کرناپڑتی تھی۔

البتہ تع تابعین کے بعد لوگوں نے دلوں سے قر آن پاک اور احادیث کے انوار جب معدوم ہونے لگے تواس دور کے لوگوں نے تشکی محسوس کر کے وصول الی اللہ کے ذرائع دریافت کئے چنانچہ شخ مجم الدین کبری اور ان کے شاگر د مثلاً شخ شہاب الدین سہر ور دی گی، شخ عبد القادر جیلائی محسوس کو الدین چشتی اور ان کے دریعے وصول الی اللہ کی طرزوں میں لا شار اختر اعات کیں اور طرح طرح کے الدین چشتی اور ان کے رفقاء ایسے لوگ تھے جنہوں نے قرب نوافل کے ذریعے وصول الی اللہ کی طرزوں میں لا شار اختر اعات کیں اور طرح طرح کے اذکار اشغال کی ابتداء کی۔ پیر طرزیں شیخ حسن بھری کے دور میں نہیں مائیں۔

باذوق وبامر اد ان قدسی نفس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات جانئے میں انہاک حاصل کیااور پھر ذات کو سیحھنے کی قدریں قائم کیں اسی ربط کانام صوفی حضرات نسبت علمیہ رکھتے ہیں کیونکہ اس ربط یاضبط کے اجزاء زیادہ تر جانئے پر مشتمل ہیں۔

جب الله تعالیٰ کی صفات کو سیحفے کے لئے کوئی صوفی فکر کااہتمام کر تاہے اس وقت وہ معرفت کی ان راہوں پر ہو تاہے جو ذکر کے ساتھ فکر کے اہتمام سے لبریز ہوتی ہے۔اس راستے کو قرب نوافل کہتے ہیں۔

نسبت سكينه:

یہ نسبت اول جذب پھر عشق اور پھر سکینہ کے نسبتوں کے مجموعے پر مشتمل ہے۔ سکینہ وہ نسبت ہے جو اکثر صحابیات اور صحابہ کرام کو حاصل تھی۔ یہ نسبت حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی محبت کے ذریعے نور نبوت کے حصول سے پیدا ہوتی ہے۔





نسبت عشق:

جب قلب انسانی میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسان کا ججوم ہو تاہے اور انسان قدرت کے عطیات میں فکر کر تاہے تواس وقت اللہ کے نور کے تمثلات بار بار انسانی طبیعت میں موجزن ہوتے ہیں۔ یہاں سے اس ربط یانسبت عشق کی داغ بیل پڑجاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اس نسبت کے باطنی انہاک کی کیفیتیں رونما ہونے لگتی ہیں بھر ان لطیفوں پر رنگ چڑھنے لگتاہے یعنی لطیفوں میں انوار الہیہ بے در بے پیوست ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح نسبت عشق کی جڑیں مستخکم ہو جاتی ہیں۔

نسبت جذب:

یہ وہ نسبت ہے جس کو تبع تا بئین کے بعد سب سے پہلے حضرت بہاؤالدین نقشبند گئے نشان بے نشانی کانام دیا ہے اس ہی کو نقشبندی جماعت یا دواشت کا نام دیتی ہے۔ جب عارف کا ذہن اس سمت میں رجوع کر تا ہے جس سمت ازل کے انوار چھائے ہوئے ہیں اور ازل سے پہلے کے نقوش موجود ہیں۔

یمی نقوش عارف کے قلب پر بار بار دور کرتے ہیں اور صرف "وحدت "عارف کی فکر اور سوچ کا احاطہ کر لیتی ہے اور ہر طرح ہوئیت کا تسلط ہو جاتا ہے۔ اس نسبت کی شعاعیں روح پر نزول کرتی ہیں اور جب عارف ان میں گھر جاتا ہے اور کسی طرف نکلنے کی راہ نہیں پاتا تو عقل و شعور سے دستبر دار ہو کرخود کو اس نسبت کی روشنیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔

نسبت کی بہت سی قسمیں ہیں ہم نے نسبت سے آگاہی اور نسبت کے مفہوم سے باخبر ہونے کے لئے چند نسبتوں کاذکر کیاہے۔

نسبت سے مرادیہ ہے کہ جس بزرگ سے آپ کاروحانی تعلق قائم ہو جائے۔ آپ کی طرز فکر اس کی طرز فکر کے مطابق ہو جائے۔

اللہ والوں کی تعریف ہے ہے کہ ان کاہر عمل اور ہر کام اللہ کے لئے ہو تا ہے یعنی وہ اللہ کی معرفت سوچتے ہیں۔اللہ کے لئے سوتے ہیں۔اللہ کے لئے جاگتے ہیں۔ایسے الوالعزم بندوں کی زندگی اللہ کے لئے وقف ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ:

"ہمارایقین ہے ہر امر الله کی طرف سے ہے"

قرب نوافل، قرب فرائض:

روحانی علوم سکھنے اور روحانیت میں داخل ہونے کے لئے دو طریقے ہیں ایک طریقے کانام قربِ نوافل ہے اور دوسرے طریقے کانام قربِ فرائض ہونے والے ہے۔ قربِ نوافل ہویا قربِ فرائض دونوں علوم مرشد کریم یاکسی ولی اللہ سے منتقل ہوتے ہیں۔ براہ راست اولیاء اللہ کی ارواح سے منتقل ہونے والے روحانی علوم نسبت اولیہ ہے تحت منتقل ہوتے ہیں۔





مخلو قات كاحليه:

كائنات ميں تين مخلوقات مركزي حيثيت ركھتى ہيں۔۔۔۔ فرشتے، جنات اور انسان۔

دو مخلوق مکلف ہیں اور ایک مخلوق غیر مکلف ہے۔

ہر مخلوق کے افراد لباس پہنتے ہیں۔ ہر مخلوق کے اعضاء ہاتھ اور پیرسب ہیں لیکن خدوخال اور نقوش میں فرق ہے۔

ایک مخلوق کی آئکھ مخروطی ہے، ناک چیٹی اور کھڑی ہے، چیرہ کتابی یا گول ہے۔

دوسری مخلوق کی آئکھیں بادام کی ہیں۔ آئکھ کی تبلی میں گہرے رنگ کے ڈورے ہیں، ستواں ناک کی نوک غائب ہے، چہرہ بیضوی اور سر کشکول کی طرح ہے۔

تیسری مخلوق کی آنکھ مشروم کی طرح گول ہے، ناک گل دستہ کی طرح ہے۔ چہرہ پورے چاند کی طرح گول ہے اور اس مخلوق کا سرسانپ کے سرسے مشاہہ ہے۔

ایک مخلوق قدمیں بارہ سے سولہ فٹ درازیااس سے بھی زیادہ کمبی ہے۔

دوسری مخلوق عنفوان شباب کی عمر میں نظر آتی ہے۔ قید متوازن ہے۔

تیسری مخلوق پانچ سے چھ فٹ کو تاہ یا دراز ہے اور جسم روشنیوں کامر قعہے۔

ایک مخلوق کے جسم میں ڈبل برقی رودوڑتی ہے۔

دوسری مخلوق کے جسم میں اکہری برقی رودوڑتی ہے۔

تیسری مخلوق الیی روشنی ہے مرکب ہے جسے روشنی نہیں کہاجا سکتا۔



ایک مخلوق کے حواس محدود۔

دوسری مخلوق کے حواس محدودیت میں لا محدود۔

تیسری مخلوق کے حواس لامحدود۔

ایک مخلوق ایک گھٹے میں تین میل پیدل مسافت طے کرتی ہے۔

دوسری مخلوق ایک گھنٹے میں پیدل ستائیس میل چلتی ہے۔

تیسری مخلوق کی پرواز ایک سواسی ہزار میل ہے۔

یہلی مخلوق عناصر (مادیت) کے خول میں بندہے۔

دوسری مخلوق روشنی کے خول میں بندہے۔

تیسری مخلوق (ایک لا کھ چھیاسی ہزار دوسوبیاسی میل فی سیکنڈ)روشنی کی رفتار میں قید ہے۔

ا یک مخلوق کی بساط زمین ، دوسری مخلوق کی بساط خلاء ، تیسری مخلوق کی بساط ساوات اوربیت المعمور ہے۔

ایک مخلوق کو کھانے اور پینے کی اشتہاء کو پورا کرنے کے لئے اربعہ عناصر کی ضرورت ہے۔

دوسری مخلوق کی اشتہاء پوری ہونے میں فاسفورس کاعمل دخل ہے۔

تیسری مخلوق میں اشتہاء کا تقاضہ بے رنگ روشنیوں سے پوراہو تاہے۔

خلاء:

خلاء ایک تانابانا ہے اس تانے بانے میں مخلوق نقش ہے۔ جیسے کپڑے پر ایمبر ائیڈری (Embriodery) یا قالین پر شیر بُناہواہو تاہے۔ خلاء کادوسر ارخ محض تانا ہے اس پر بھی مخلوق کے خدو خال نقش ہیں۔ خلاء کا تیسر ارخ الی لہروں سے مرکب ہے جس میں تانابانا نظر نہیں آتا۔

تینوں مخلوقات میں کمس کا احساس ہے، خوش ہونے اور ناخوش ہونے کے جذبات ہیں لیکن یہ احساس کہیں بھاری اور کہیں لطیف ہے، جہاں بھاری اور بہت بھاری ہوتی ہے، جہاں بھاری اور بہت بھاری ہے۔ جہاں بھاری ہوتی ، جہاں لطافت ہے بہت بھاری ہے، وہاں کشش ثقل جے۔ جہاں ہلکا ہے وہاں کشش ثقل تو ہے لیکن کشش ثقل خلاء کا سفر کرنے میں مزاحم نہیں ہوتی ، جہاں لطافت ہے وہاں کشش ثقل (Gravity) ختم ہو جاتی ہے۔

تینوں مخلو قات میں ہر مخلوق کے اندر لطیف حس موجود ہے صرف درجہ بندی کا فرق ہے۔

ایک مخلوق کے اوپر کثافت کاپر دہ زیادہ ہے۔

دوسری مخلوق پر کثافت کا پر دہ کم ہے۔

تیسری مخلوق پر کثافت کا پر دہ نہیں ہے۔

دونوں مخلو قات تیسری مخلوق کی طرح کثافت کے پر دے اور تاریکی کے خول سے خود کو آزاد کر دیں تووہ اپنے اندر اللہ کانور دیکھ لیتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے:

"اللہ آسانوں اور زمین کانور ہے اس نور کی مثال ایس ہے جیسے طاق میں چراغ چراغ شیشے کی قندیل میں ہے۔ قندیل گویا کہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے۔ نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ روشن ہو جائے اگر چہ آگ نے اسے نہ چھوا ہو، نور علی نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کو دکھادیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیس بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے"۔

(سورة نور - آیت نمبر ۳۵)

روحانی مسافر (سالک)جب راستہ کے نشیب و فراز سے گزر تاہے تواس کے شعور میں ایک جھماکا ہو تاہے اور اس کی باطنی آئکھ کھل جاتی ہے۔

تصوف رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ سے دوستی کی نثر طربہ ہے کہ بندہ وہ کام کرے جو اللہ کو پبند ہے۔ اچھاانسان وہی کام کرکے خوش ہو تاہے جس سے اللہ خوش ہو تاہے۔

بين ہزار فرشتے:

ہر آدمی کے ساتھ بیس ہزار فرشتے ہمہ وقت کام کرتے ہیں۔اس کی مثال میہ ہے کہ ہر آدمی اللہ تعالیٰ کا کمپیوٹر ہے جس میں بیس ہزار چیس (Chips) ہیں۔ایک چپ (Chip) بھی کام نہ کرے تو پورے نظام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

دو کھرب سیلز:

انسانی دماغ میں دو کھر ب سیلز ہیں اور ہر سیل کسی نہ کسی حس (Sense) کسی نہ کسی عضو، کسی نہ کسی Tissue کسی نہ کسی متعلق ہے۔ دو کھر ب میں ایک سیل بھی متاثر ہو جاتا ہے توانسانی جسم پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔



سانس اور ہوا:

ہواناک یامنہ کے ذریعے جسم میں جاتی ہے اور مختلف نالیوں سے گزرتی ہوئی پورے جسم میں داخل ہوتی ہے جیسے جیسے ہوا آگے بڑھتی ہے ہوا کا دباؤ زیادہ ہو تار ہتاہے اور ان نالیوں کا قطر بتدر تج چھوٹا ہو جاتاہے اور چھیچھڑوں میں موجود تین ملین تھیلیوں میں ہوا پہنچ جاتی ہے۔ ہم کانوں سے سنتے ہیں، آواز کی اہریں کان میں داخل ہوتی ہیں۔ کان کے پر دہ پر بالوں کی ضرب سے پیدا ہونے والی گونج میں ہم معنی پہناتے ہیں۔

خون کی رفتار:

اللہ تعالیٰ کی صناعی میں انسان جس طرف بھی متوجہ ہو تا اور اللہ کی نشانیوں میں تفکر کرتا ہے اس کے اوپر عجائبات کی دنیاروشن ہو جاتی ہے۔ جسم کے اندر وریدوں اور شریانوں میں دوڑنے والاخون چو بیس گھنٹے میں پجپتر ہزار میل سفر کرتا ہے۔ آدمی ایک گھنٹے میں تین میل چلتا ہے۔ اگر وہ مسلسل بغیر وقفے کے ۲۲ ہزار ۴۸۰ گھنٹے تک چلتار ہے۔ تب۵۵ ہزار میل کاسفر پوراہو گا۔

اللہ نے انسان کے ارادہ واختیار کے بغیر جسم کو متحرک رکھنے کے لئے دل کی ڈیوٹی لگادی ہے کہ پھیلنے اور سکڑنے کی صلاحیت سے سارے جسم کو اور جسم کے ایک ایک عضو کوخون فراہم کر تارہے۔

سب تعریفیں اللّٰدرب العالمین کے ہیں۔

جوعالمین کی خدمت کر تاہے۔

جوعالمین کورزق دیتاہے۔

جو عالمین میں آباد مخلوق کوزندہ رکھنے کے لئے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے وسائل فراہم کر تاہے۔

الله كي عادت:

تصوف کے طالب علم کو۔۔۔ مرشد بتاتا ہے کہ جب بندہ کا اللہ سے تعلق قائم ہو جاتا ہے تواس کے اندر اللہ کی صفات منتقل ہو جاتی ہیں۔ خلق خدا کی ضدمت اللہ کا ذاتی وصف ہے جو بندہ مخلوق کی خدمت کرتا ہے فی الحقیقت اس نے وہ کام شروع کر دیا ہے جو اللہ کر رہا ہے۔ جتنازیادہ مخلوق کی خدمت میں انہاک بڑھتا ہے اس ہی مناسبت سے بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ کوئی نبی ، کوئی صوفی یا ولی ایسانہیں ہے جس نے نہایت خوشدلی کے ساتھ اللہ کی مخلوق کی خدمت نہ کی ہو۔

صوفی اپنے شاگر دوں کو بتا تاہے۔



مخلوق کی خدمت اللہ کی بیندیدہ عادت ہے۔۔۔۔۔

صوفی بلاامتیاز مذہب وملت مخلوق سے محبت کر تاہے۔۔۔۔۔

جو بندہ مخلوق سے نفرت کر تاہے اور تفرقہ ڈالتاہے وہ اللہ کا دوست نہیں ہے۔۔۔۔۔

الله كادوست خود غرض نهيں ہو تا۔۔۔۔۔

الله کادوست خوش رہتاہے اور وہ سب کوخوش دیکھناچاہتاہے۔ صوفی تلقین کرتاہے کہ ایسی باتوں سے اللہ خوش ہو تاہے جن باتوں میں خلوص نیت ہو، اخوت ہو، جمدر دی ہو، ایثار ہو۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا ہے:

"مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللّٰہ کے نور سے دیکھاہے"

مومن میں ایسی فراست کام کرتی ہے جو نور کی دنیا کامشاہدہ کرتی ہے۔

جڑی بوٹیاں، پھل، پھول اور پودے بھی مخلوق ہیں۔ جس طرح انسان کی پیدائش مرحلہ وار پراسس سے ہوتی ہے اس طرح نباتات، جمادات کی حیات و ممات بھی مرحلہ وارپراسس پر قائم ہے۔اللہ نے کا ئنات میں ہر شئے کوجوڑے جوڑے بنایا ہے۔

یعنی ہر شئے کے دو دورخ ہیں۔۔۔۔۔اور ہر رخ مقداروں (خلیوں) سے مرکب ہے۔ ہر خلیہ کی بیرونی دیوار میں آکسیجن، ہائیڈروجن اور کاربن کا عمل دخل ہے۔

ہرشے کی بنیادیانی ہے:

ہر شئے کی بنیاد پانی ہے، پانی کے اوپر ہی تخلیق کا دارومدار ہے، پانی نہ ہو توزمین بے آب و گیاہ بنجر بن جاتی ہے۔ انسان، جنات، پو دول، در ختوں اور دوسری تمام مخلوقات کی نشوو نمائے لئے نمی، ہوااور گرمی کا ہوناضر وری ہے۔ فاسفورس، پوٹاشیم اور نائٹر وجن نہ ہو تب بھی نشوو نمائہیں ہوگی اور سیہ سب چیزیں قدرت نے پانی میں جمع کر دی ہیں۔

در ختوں میں اگر پتے نہ ہوں تو در ختوں کی زندگی مخدوش ہو جاتی ہے۔ ہر پتے میں گیس ہوتی ہے، مسامات ہوتے ہیں، ان مسامات میں کاربن خون کی طرح دوڑ تا ہے اور یہی مسامات آئسیجن کو باہر نکالتے ہیں۔





در ختول کی دنیا:

پتوں کی ایک پوری دنیا ہے۔ پتے در خت کو زندہ رکھتے ہیں اور یہی پتے اگر بیار ہو جائیں تو در خت بیار ہو جاتا ہے۔ یہی پتے جب زمین پر گرتے ہیں تو زمین کے اوپر نباتات کے لئے کھاد ڈال سکے، بارش برستی ہے، زمین کے اوپر نباتات کے لئے کھاد کاکام دیتے ہیں۔انسان کے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں ہے کہ وہ اتنی بڑی زمین پر کھاد ڈال سکے، بارش برستی ہے، بجلی کر گتے ہے، بجلی کی کڑک سے اور بارش کی بوندوں سے کھیتوں کو بیش بہانا ئٹر وجن مہیا ہوتی ہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں کہ:

"اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں۔ پھریہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے "

(سورة انبياء - آيت نمبر ٣٠)

"اوروہ ایباہے جس نے آسان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا۔ پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم او پر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھور کے در ختوں سے لینی ان کے گیھے میں سے خوشے ہیں جو بوجھ سے نیچے کو لئکے ہوئے ہیں اور اس ہم او پر تلے دانے چڑھے ہوئے نہیں اور اس کے بین اور اس کے در خت پیدا کئے ہیں جو کہ ایک دوسر سے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسر سے سے ملتے جلتے نہیں ہیں۔ ہر ایک کے پھل کو تو دیکھوجب وہ پھلتا ہے اور پھر اس کے پہنے کو دیکھو۔۔۔ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں"۔

(سورة انعام - آیت نمبر ۹۹)

"اور وہی ہے جس نے تمہارے واسطے آسان سے پانی برسایا۔ جس کو تم پیتے ہو۔ اور اس سے درخت سیر اب ہوتے ہیں۔ اور اس پانی سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قتیم کے کھیل پیداکر تاہے۔ پیٹک اس میں تفکر کرنے کے لئے دلیل ہے "۔

(سورة نحل: آیت نمبر ۱۰ ا۱۱)

"اور وہ رب ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے واسطے راستے بنائے۔ اور آسان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے۔۔۔۔۔اس ہی پانی کے ذریعہ سے مختلف اقسام کے نباتات پیدا کئے تا کہ تم خود بھی کھاؤ۔۔۔۔۔اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ۔ ان چیزوں میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں"۔

(سورة طه: آیت نمبر ۵۳_۵۴)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے جو ہر سے پیدا کیا پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ (پانی کی پھٹی) کو ہم نے جمے ہوئے خون کے لو تھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا"۔





(سورة مومنون: آیت نمبر ۱۳۱۳)

"پھراس کی نسل حقیر یانی کے نچوڑسے پیدا کی"۔

(سورة السجده - آيت نمبر ۸)

"کیاہم نے تم کو حقیریانی کے نچوڑسے پیدانہیں کیا"۔

(سورة المرسلة _ آيت نمبر ٢٠)

"وه اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا"۔

(سورة الطارق - آيت نمبر ٢)

بارش برسانے كافار مولا:

الله تعالى فرماتے ہيں:

''اوریہ جو بہت سی رنگ برنگی چیزیں اس نے تمہارے لئے پیدا کرر کھی ہیں ان میں نشانی ہے ان لو گوں کے لئے جو سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں''۔

(سورة النحل - آيت نمبر ١٣)

تصوف کاعلم ہماری رہنمائی کرتاہے کہ دنیامیں ہر چیزر نگین ہے۔اور ایک دوسرے کے لئے لازم وملز وم ہے، ہر چیز دوسری چیز کے لئے ایثار کر رہی ہے، پھولوں میں رنگ و بو، بھنورے اور مکھیوں کو اپنی طرف کھینچق ہے۔ انجیر کے اندر ایک زوجین چھوٹا ساغنچہ ہوتا ہے، ایک خاص قسم کی بھڑ غنچوں میں انڈے دے جاتی ہے، جب بچے نگلتے ہیں تونر انجیر مادہ انجیر میں چلے جاتے ہیں۔

بعض بیلیں براہ راست زمین سے غذا حاصل نہیں کر تیں بلکہ دوسرے در ختوں کے رس پر پلتی ہیں اور یہ در خت رفتہ رفتہ خشک ہو جاتے ہیں، در ختوں کی جڑیں کیو نکہ پانی جذب کر لیتی ہیں اس لئے زمین پر دلدل نہیں بنتی، فضاجب در ختوں کے سانس سے بھر جاتی ہے توبادل وزنی ہو کر بر نے لگتے ہیں۔

ریگتان میں اگر بے شاربانس کھڑے کر دیئے جائیں اور ان بانسوں کو مختلف رنگوں سے رنگ دیاجائے تو قانون میہ ہے کہ ریگتان میں بارش برسے گی اور جب تک یہ بانس لگے رہیں گے بارش برستی رہے گی تا آنکہ ریگتان نخلتان اور جنگل میں تبدیل ہو جائے۔





حیوانات کی زندگی کا دارو مدار آئسیجن پر ہے اور نباتات کی زندگی کا انحصار کاربن پر ہے۔ اگر آئسیجن کم ہو جائے تو حیوانات ہلاک ہو جائیں گے اور کاربن کا ذخیر ہند رہے تو نباتات فناہو جائیں گے۔۔۔۔۔ یہ اللہ کا بنایاہوا نظام ہے۔۔۔۔۔ اور ایک ایساعلم ہے جسے انسان کو ودیعت کر دیا گیا ہے۔

پوری کائنات اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اس کنبہ کاہر فرد دوسرے فردسے ہم رشتہ ہے، ہر شئے دوسری شئے کے کام آربی ہے۔ ہر شئے خوراک بن کر دوسری شئے کے لئے ایثار کررہی ہے۔

فطرت کے قوانین:

زمین کے اوپر موجود مخلو قات کی ہے بہت مختصر روئیداداس کئے ککھی گئی ہے کہ ہمارے اندر تفکر پیداہو، ہم ہے دیکھ سکیں اور اس بات پر یقین کریں کہ نظام کا نئات میں یہ قدر مشتر ک ہے کہ ہمر چیز دوسر کی چیز سے ایک مخفی رشتہ ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ مخلوق میں سے کوئی ایک فرد بھی اس رشتے سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ اس رشتے کو توڑ سکتا ہے، جب تک کوئی شئے دوسر کی شئے کے کام آر ہی ہے کہ مخلوق میں سے کوئی ایک فرد بھی اس رشتے سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ اس رشتے کو توڑ سکتا ہے، جب تک کوئی شئے دوسر کی شئے کے کام آر ہی ہے اس کا وجود ہے ورنہ وہ شئے مٹ جاتی ہے۔ یہ پورانظام ہے جو زمین میں، پانی کی دنیا میں، فضاء میں، خلاء میں، آسانوں میں انسانوں میں اور تمام مخلوقات میں جاری ہے۔

كائناتى سسم:

قدرت یہ بھی چاہتی ہے کہ زمین کا کوئی خطہ کوئی حصہ قدرت کے فیض سے محروم نہ رہے۔ انسان در ختوں کی خدمت کرتا ہے اور در خت انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں۔انسان حیوانات کی حفاظت کرتا ہے اور حیوانات انسانوں کے کام آتے ہیں۔

ہوا ہیجوں کو اپنے دوش پر اٹھا کر دور دراز مقامات تک پہنچاتی ہے۔ دریا، ندیاں، نالے ہیجوں اور جڑوں کو زمین کے ہر خطے تک پہنچاتے ہیں۔ یہی قانون قوموں کے عروج وزوال میں بھی نافذہے۔جب کوئی قوم اس سٹم سے تجاوز کرتی ہے اور ایثار سے کام نہیں لیتی تو قدرت اسے فناکر دیتی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشادہے:

"اگرتم نے کا کناتی سسٹم سے منہ پھیر لیاتو یہ زمین کسی اور کے قبضہ میں دے دی جائے گی"۔

زمین پر صرف وہی قومیں باقی رہتی ہیں جو مظاہر فطرت کے جاری وساری قانون سے واقف ہیں اور حیرت انگیز تخلیق اور نظام آفرینش کا مطالعہ کرتی ہیں،سب سے بڑا ظلم اور جہالت ہے ہے کہ کسی قوم کو بیہ معلوم نہ ہو کہ آسانی دنیا کامشاہدہ کئے بغیر کوئی قوم کا ئناتی سسٹم سے واقف نہیں ہوتی۔

زمین کے خزانوں کو استعال کئے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہتی، زمین کے خزانوں کے استعال کا عمل اور طریقہ قر آن میں تفکر (کنسنٹریشن اور مراقبہ)کرناہے۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کائنات میں تفکر اور اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کو اپنی اولاد اور امت کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

" میں تجھے بنانے والا ہوں انسانوں کے لئے امام"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بوچھاتواللہ تعالی نے فرمایا:

"تیری اولا دمیں سے ظالم لوگ محروم ہو جائیں گے"

(سورة بقره - آیت نمبر ۱۲۴)

صراط متنقيم:

آج کا دور خو دغرضی، مصلحت کوشی اور افرا تفری کا دور ہے۔ بلاشبہ دین کو قوم کے لئے بھول بھلیاں بنانے والے لوگ ظالم اور سریش ہیں۔سیدھی بات سے ہے کہ خالق نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ خالق نے زندہ رہنے کے لئے وسائل عطا کئے ہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی پر بھی اللہ کی حاکمیت ہے۔

جس بندے کا دلی تعلق اللہ سے قائم ہو جاتا ہے۔ وہ صراط متنقیم پر گامز ن ہے اور صراط متنقیم پر گامز ن خواتین و حضرات اللہ کے دوست ہیں۔ جنہیں نہ خوف ہو تاہے اور نہ غم۔۔۔۔!

اللہ کی کتاب جواللہ کے محبوب مُنَّا لِلَّیْمِ پر نازل ہوئی۔ جس میں لاریب، شک نہیں۔ جو کتاب روشن دلیلوں کے ساتھ ہدایت ہے مثقی لوگوں کے لئے جس کتاب کا ہر ہر لفظ نور ہے، یہ نور انسان اور خالق کے در میان تعلق قائم کرتا ہے۔ یہی نور زمین و آسان کی کنہ ہے جب کوئی انسان قرآن وحدیث کی روشنی میں تصوف کے طریقہ پر اس نور کو تلاش کرتا ہے تواللہ اس نور کی ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔





خالقین کالفظ ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ مخلوق بھی اللہ کے دیئے ہوئے وسائل سے تخلیق کرسکتی ہے۔ آج کے دور میں بے شار مثالوں میں سے ایک مثال بجل ہے، جب مخلوقات میں سے ایک بندے نے بجل کے بارے میں سوچا اور تحقیق و تلاش میں انہاک پیدا ہوا تو بجل کا مثالہ مہوجود میں آئی تو بجل سے لاکھوں چیزیں بن گئیں۔ لیکن سے حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ بجلی وجود میں آئے تھے پہلے بساط عالم میں موجود تھی۔

اللہ تعالیٰ کاوصف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کن کہاتو لا کھوں کروڑوں چیزوں کے ساتھ بجلی بھی پیدا ہو گئی اور جب آ دم زاد نے اپنااختیار استعال کر کے بجلی کے علم کے اندر تفکر کیاتو یہی بجلی عدم سے عالم ظاہر میں آ گئی۔

اس کامطلب بیہ ہوا کہ توانائی اور کرنٹ خالص اللہ کی تخلیق ہے۔ کرنٹ کے بہاؤ کو تاروں پرسے گزار نااور اس بہاؤ کو بلب،ٹیوب لائٹ، پنکھوں، ائیر کنڈیشنرزیا چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی دیو ہیکل مشین میں (Flow) کرناانسان کی تخلیق ہے۔

جس دھات سے تاریخ ہیں وہ اللہ کی تخلیق ہے لیکن دھات کوڈائیوں میں ڈھالنااور ڈائیاں بناناانسان کی تخلیق ہے۔

ایک تخلیق سے ہزاروں تخلیقات:

اللہ کی ایک تخلیق سے ہزاروں ذیلی تخلیقات کا مظاہرہ آدم زاد کی صلاحیتوں کا تصرف ہے اوریہ تصرف اس علم کے ذریعے ہو تاہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم الاساء کہا ہے۔ علم الاساء سے مرادیہ ہے کہ ایساعلم جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو سھھایا ہے۔ جب آدم اس علم کی گہرائی میں تفکر کر تاہے تو تفکر کے ختیج میں نئی نئی تخلیقات اور ایجادات ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشادہے:

" جم نے لوہا(دھات) نازل کیا اور اس کے اندر انسان کے لئے بے شار فائدے ہیں "۔

(سورة حديد - آيت نمبر ۲۵)



لا کھوں سال پر محیط گزرے ہوئے ادوار میں ایجادات اور ترقی پر غور کیا جائے تو ہر ترقی میں کسی نہ کسی طرح دھات یا اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے وسائل کاعمل دخل ہے۔

زمین اور آسانوں کی روشنی:

قرآن حکیم میں ارشادہے:

"الله آسانوں اور زمین کی روشنی ہے"

یعنی ساوات اور زمین کی تخلیق میں روشنی وسیلہ بن رہی ہے۔ اس آیت پر تفکر کے نتیج میں انکشاف ہو تا ہے کہ روشنی بھی ایک وجود ہے۔ آدم زاد جب روشنیوں کا علم حاصل کرلیتا ہے تواس کے لئے نئی نئی ایجادات کرنا آسان عمل بن جاتا ہے۔ لوہے کی طرح گولڈ بھی ایک دھات ہے۔ گولڈ کے ذرات اکٹھے کر کے ہم سونے کی ڈلی بنالیتے ہیں اور لوہے کے ذرات کو اکٹھا کر سریا، گاڈر اور مختلف چیزیں بنالی جاتی ہیں۔ بھٹی میں اسٹیل کو پکھلا کر سریا، گاڈر اور مختلف چیزیں بنالی جاتی ہیں۔

لیکن پیسب اس وقت ہو تاہے جب آدم زاد اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کر کے وسائل میں تفکر کر تاہے۔اللہ تعالی تخلیق کرنے میں کسی کے مختاج نہیں ہیں جب وہ کوئی چیز پیدا کرناچاہتے ہیں توارادہ کر لیتے ہیں۔ تخلیق میں جتنے وسائل کا ہوناضر وری ہے وہ خود بخو د موجو د ہو جاتے ہیں۔

بندے کی تخلیق بیہ ہے کہ وہ پہلے سے موجود وسائل میں غور و فکر کرتا ہے اور ان سب کو اکٹھا کرکے کوئی چیز بناتا ہے جیسے پانی کو (Dam) میں اکٹھا کیا جاتا ہے اور خاص پر وسیس کے تحت اس سے بجلی حاصل کی جاتی ہے اور دھاتوں کو اکٹھا کرکے ان دھاتوں سے کوئی مختلف چیزیں بنالی جاتی ہیں۔

اسی طرح زمین سے گندم حاصل کر کے چکی میں پیس کر آٹا بنایا جاتا ہے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جاتی ہے۔ یہ ذیلی تخلیق وسائل میں محدود رہ کر وسائل کو جمع کر کے ہوتی ہے۔

روشنيون كاسفر:

خالق کائنات اللہ نے انسان کو اپنی صورت پرپیدا کیا ہے۔ یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات اور طرز فکر کاعلم عطا کیا گیا ہے۔



جیسے جیسے طرز فکر کی روشنیوں کا ذخیرہ ہو تاہے اس مناسبت سے حواس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور شعور میں اتنی سکت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ لا شعوری تحریکات کوزیادہ سے زیادہ قبول کرلیتا ہے۔

علوم سکھنے کے تقاضے:

احسان وتصوف

تصوف کے علوم سکھنے والی طالبات و طلباء کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ دنیاوی علوم کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے روحانی علوم شروع ہوتے ہیں۔

روحانی علوم لا شعوری صلاحیت کے تابع ہیں جس طرح د نیاوی علوم سکھنے کے لئے استاد، شاگر د، اسکول اور وقت کی ضرورت ہے اسی طرح روحانی علوم سکھنے کے بھی تقاضے ہیں۔ انسان جیسے جیسے اگلی کلاس میں جاتا ہے اسی مناسبت سے اس کی شعوری سکت بڑھتی رہتی ہے۔ تین سال کا بچہ ABCD پڑھنا نہیں جانتا۔ اے، بی، سی، ڈی پڑھنے سے بچہ کے شعور پر وزن پڑتا ہے اور پھر آہتہ آہتہ یہی بچہ اپنی عمر کی مناسبت سے پڑھتے پڑھتے پڑھتے پی ایچ ڈی ہو جاتا ہے۔ اگر قاعدہ پڑھنے والے طالبعلم سے یہ تو تع رکھی جائے کہ وہ پانچویں کلاس کا پرچہ حل کرلے گاتو یہ بات تجربے اور عقل کے خلاف ہے۔

انسانی ذات کے تین پرت:

انسانی زندگی تین دائروں میں تقسیم ہے۔ طبیعات، نفسیات، مابعد النفسیات، طبیعات اور نفسیات کا علم جمیں مابعد النفسیات سے ماتا ہے۔ مابعد النفسیات میں تخلیق کا ئنات کے فار مولول کا انکشاف ہو تاہے۔

تصوف کے طلباء کو اس بات کاعلم حاصل ہو جاتا ہے کہ کا ئناتی علوم اس کی دستر س میں کس حد تک ہیں۔مابعد النفسیات یا پیر اسائیکالوجی اس امر کا انتشاف کر تا ہے کہ دنیامیں کسی عمل کی پیمیل کاخیال آئے بغیر نہیں ہوتی۔وہ عمل خوشی سے متعلق ہویا غم سے متعلق ہو۔ تصوف ہمیں بتا تا ہے کہ انسان تین پرت کا مجموعہ ہے:

ا)صفات

۲)ذات

۳) ذات اور صفات کو متعارف کر انے والا فر داس پرت کومادی جسم یا آدمی کہاجا تا ہے۔



ہر پرت کے محسوسات الگ الگ ہیں۔ ذات کا پرت وہم اور خیال کو تصور بنا کر شعور میں منتقل کرتاہے اور شعور تصورات کوخوشی یاغم میں ردوبدل کرتاہے۔

لطيف انوار - كثيف جذبات:

شعور میں دوقتم کے نقوش ہوتے ہیں۔ایک نقش میں لطیف انوار کا ذخیرہ ہوتا ہے اور دوسری قتم کے نقش میں خود غرضی، ننگ نظری اور کثیف جذبات کا ذخیرہ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو معین مقداروں سے تخلیق کیا ہے۔ معین مقداریں احکام الٰہی کے تابع ہیں۔ جب انسان اللہ کے احکام کی تغییل کر تا ہے تو انسان خوش رہتا ہے۔اور اگر اللہ کے احکامات کے خلاف عمل کر تاہے تو اس کی زندگی میں خوف اور غم شامل ہوجا تا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشادہ:

"میں نے آدم کوزمین پر اپنانائب اور خلیفہ مقرر کیاہے"

آدم کی نیابت و خلافت علم الاساء سے مشروط ہے۔ اگر انسان علم الاساء کاعلم نہیں جانتا تو نیابت اور خلافت زیر بحث نہیں آتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کہا کہ میں زمین پر اپنانائب بنانے والا ہوں تو فر شتوں نے عرض کیا کہ آدم زمین میں فساد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے علم الاساء سکھا کر آدم کو حکم دیا کہ بیان کر جو ہم نے تجھے سکھایا ہے۔ آدم نے جب اللہ تعالیٰ کاعطاکر دہ علم بیان کیا تو فر شتوں نے اعتراف کیا کہ ہم اتناہی جانتے ہیں جتناعلم آپ نے ہمیں سکھادیا ہے۔

مفہوم واضح ہے کہ آدم کی فضیلت اس علم کی وجہ سے ہے جو علم فرشتے اور جنات نہیں جانتے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ نے آدم کی روح کو منتقل کیا ہے۔۔۔اس علم کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی اس روح کو جانتا ہو۔ روح کو جاننے کے لئے (Matter) اور روشنی۔۔۔۔۔روشنی اور نفر کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

جنات

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جنات کو حضرت آدم علیہ السلام سے کئی ہز ارسال قبل پیدا کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ:





جنات زمین پررہتے تھے اور فرشتے آسان پر اور زمین و آسان ان ہی سے آباد تھے اور ہر آسان کے الگ فرشتے ہیں ہر آسان والوں کی الگ الگ تسیج ہے اور اوپر والے آسان کے فرشتے نیچے والے آسان والوں سے زیادہ ذکر و تسبیح کرتے ہیں۔

ابوالجن طاره نوس:

"جس طرح آج انسان اپنی نسل کا شجرہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے ملاتے ہیں بالکل یہی کیفیت قوم اجنّہ کی ہے ان کا سلسلہ توالد و تناسل ابوالجن طارہ نوس سے ملتا ہے اور جس طرح عورت و مر دانسانوں میں پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قوم اجنہ میں بھی پیدا ہوتے ہیں۔"

جنات کی دنیا:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ:

"الله تعالی نے جنات کی طرف اپنے رسول مبعوث کئے، پیغیبروں نے الله تعالیٰ کی عبادت کا تھم دیا اور شرک سے باز رہنے کی تعلیم دی اور آپس میں خون ریزی شروع کر دی تو عذاب الہی نے انہیں ہلاک کر دی۔ خون ریزی شروع کر دی تو عذاب الہی نے انہیں ہلاک کر دیا۔

الله تعالی نے جب آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ کیاتو فرشتوں نے آدم کو جنات پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھی خون ریزی کرے گا"۔

حضرت عبدالله ابن زبیر "نے ایک شخص کو دیکھاجو صرف دوبالشت کا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھاتو کون ہے؟

اس نے جواب دیا۔ میں اِزب ہوں، آپ نے پوچھا۔ اِزب کون؟اس نے کہا۔ میں جن ہوں۔ آپٹے نے اس کے سرپرڈنڈ امارااور وہ بھاگ گیا۔

مشرك جنات:

بعض لو گوں نے مختلف صور توں میں جنات دیکھنے کے واقعات بیان کئے ہیں۔ تبدیلی صورت کی نوعیت چاہے جو ہو مگریہ ثابت ہے کہ ملا نکہ اور جنات اپنی صور تیں تبدیل کر سکتے ہیں۔

حضرت بلال ابن حارث فرماتے ہیں کہ:

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔۔۔۔۔

حضور پاک صلی الله علیه وسلم وہاں سے پچھ دور تشریف لے گئے۔ میں نے شور سنامجھے لگا کہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی الله علیه وسلم سے پوچھا۔ یہ کیساشور ہے؟





آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم ومشرک جنات مکانات کے بارے میں جھگڑ اکر رہے تھے۔ میں نے مسلم جنات کو بستیوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں رہنے کے لئے کہہ دیااور مشرک جنات کو وادیوں اور جزیروں میں رہنے کے لئے حکم دیا ہے۔

جنات کی غذا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے جنات کی غذا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنات گوشت کے بجائے ہڈی شوق سے کھاتے ہیں۔ ان کے لئے ہڈی گوشت کے قائم مقام ہے اور جانوروں کا فضلہ لیدھ اور مینگنی وغیرہ جنات کے جانوروں کا چارا ہے۔ ان کے لئے فضلہ سبز گھاس بن جاتی ہے۔

ا یک مریتبہ جنات کا قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ مُنَا لِلْیَّا اِکْ وقر آن سنایا۔ پھر انہوں نے کھانے کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذبیحہ ہڈی تمہارے لئے پُر گوشت کر دی جائے گی۔

مسلمان جنات:

جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قر آن سنا اور ایمان لائے اور کفر وشر ک سے توبہ کی۔ جنات احکامات شرعیہ کے مکلف ہیں بہت سی آیات میں ان کے مکلف ہونے کاذکر ہے۔

جنات کے بارے میں قر آن حکیم میں ارشاد ہے:

"اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے آئے جو قر آن سننے گئے تھے غرض کہ جب وہ لوگ ان کے پاس آپنچے تو کہنے گئے خاموش رہو پھر جب قر آن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے گئے اور کہا! اے بھائیوں ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسی علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے جو پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کر تی ہے حق اور راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہامانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو در دناک عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کا کہنانہ مانے گا وہ زمین پر خوش اور مطمئن نہیں رہ سکتا اور خدا کے سواکوئی اس کا حامی نہیں ہو گا ایسے لوگ صر تک گمر اہی میں ہیں "۔

(سورهٔ احقاف: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲)





جب بیہ واقعہ پیش آیا تو منجانب اللہ آپ کو تھم ملا کہ اسے لو گوں کو سنادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیہ سورت پڑھ کر سنائی تا کہ لوگ جان سکیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس سب کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ تمام انسانوں اور تمام جنات پر فرض ہے کہ اللہ پر ایمان لائمیں اور اللہ اور اللہ اور اللہ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ تھم ائیں۔

کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ تھم ائیں۔

جب رسول الله صلی الله علیه وسلم طائف سے مکہ واپس آرہے تھے تو آپ صلی الله علیه وسلم نے تھجور کے باغ کے پاس قیام فرمایا۔ تہجد کی نفلوں میں قر آن پاک تلاوت کررہے تھے کہ جنات نے قر آن حکیم سنااور آپ صلی الله علیه وسلم پر ایمان لے آئے۔

درخت کی گواہی:

کہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جوشخص جنات سے ملا قات کرناچاہتا ہے وہ آج رات میرے پاس آ جائے۔ ابن مسعودؓ کے سوااور کوئی نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم انہیں ساتھ لے کرمکہ کی ایک اونجی پہاڑی پر پہنچ۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے حصار تھینج کر فرمایا کہ تم حصار سے باہر نہ آنا۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک جگہ کھڑے ہو کر قر آن پڑھنا شر وع کر دیا۔ چھ دیر بعد ایک جماعت نے آپ کو اس طرح گھیر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم ان کے بچ میں چھپ گئے۔ جنات کے گروہ نے کہا کہ تمہارے پیغیر ہونے کی کون گوائی دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ درخت گوائی دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس درخت سے پوچھا۔ میں کون ہوں؟ درخت نے گوائی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس درخت سے پوچھا۔ میں کون ہوں؟ درخت نے گوائی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس درخت ایمان لے آئے۔

مفردلهري-مركبلهرين:

ہر جسمانی وجو د کے اوپر ایک اور جسم ہے۔اس جسم کو صوفیاء ہیولی کہتے ہیں۔روحانی آنکھ اس جسم کے طول و عرض اور جسم میں تمام خدوخال ہاتھ، پیر، آنکھ،ناک، دماغ کا بھی مشاہدہ کرتی ہے۔نہ صرف مشاہدہ کرتی ہے بلکہ ان کے اندرروشنیوں کے ٹھوس پن کو بھی محسوس کرتی ہے۔

تخلیق کا قانون ہمیں بتاتا ہے کہ پہلے روشنیوں سے بناہوا جسم تخلیق ہوتا ہے۔ پھر مادی وجو دکی تخلیق عمل میں آتی ہے۔ لیکن دونوں میں ٹھوس پن موجو دہے۔ مفر دلہرالی حرکات کا مجموعہ ہے جو ایک سمت سے دوسری سمت میں جاری وساری ہے۔ ایک سمت سے دوسری سمت مفر دلہریں ایک دوسرے میں دوسرے میں پیوست ہو جائیں اور اس کے اوپر نقش و نگار بن جائیں تواس کانام جن اور جنات کی دنیا ہے۔ لیکن اگر مرکب لہریں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں اس طرح کہ پیوست بھی رہیں اور فاصلہ بھی ختم نہ ہو اور اس بساط پر نقش و نگار بن جائیں تواس کانام انسان اور انسان کی دنیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مفر دلہروں کے اوپر نقش و نگار یعنی آئکھ، ناک، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ جنات کی دنیا ہے اور مرکب لہروں پر نقش و نگار یعنی ہاتھ، پیر اور دوسرے اعضاءاگر نقش ہوں توانسانوں کی دنیا ہے۔



www.ksars.org

شاگر د جنات:

دنیا میں جس طرح انسان کے علاوہ اور بے شار مخلو قات ہیں۔ اسی طرح جنات کی دنیا میں بھی زمین، آسان، چاند، سورج، ستارے اور تمام مخلو قات موجود ہیں۔ فرق یہ ہے کہ انسان مرکب لہریں کی تخلیق میں پانچ موجود ہیں۔ فرق یہ ہے کہ انسان مرکب لہریں کی تخلیق میں پانچ حسین کام کرتی ہیں۔ جنات ہوئے ہیں ہیں، جنات سنتے بھی ہیں، جنات کی دنیا میں کام کرتی ہیں۔ جنات ہوئے بھی ہیں، جنات کی دنیا میں موجود ہیں۔ کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے اور جنات کی دنیا میں سائنسی ایجادات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ جنات کی دنیا میں اسکول، کالج اور یونیور سٹیاں بھی موجود ہیں۔

دس لا كه چھين ہر ارفث:

جنات کی دنیا ہماری زمین کے گلوب کی حدود میں ہے اور زمین سے تقریباً دس لا کھ چھپن ہزار فٹ اوپر خلاء میں ہے اس کی مثال ہے ہے کہ بہت بڑی زمین کے رقبے پر سومنز لہ عمارت پر حصت ڈال دی جائے اور حصت اس طرح بنائی جائے کہ اس کے اوپر کھیتی باڑی کی جائے۔ کوئی مکان تعمیر کر دیا جائے، چھول تھلواری لگا دی جائے اور وہاں مخلوق بھی آباد ہو۔ حصت پر موجود مخلوق کو نہ تو زمین سے انسان دیکھ سکے اور نہ ہی حصت پر سے جنات انسان کو دیکھ سکیں۔

جنات کی عمریں:

انسانی د نیامیں ماں کے بطن سے بچہ نوماہ میں پیدا ہو تاہے اور جنات کی د نیامیں ماں کے بطن سے بچہ انسانی اعداد وشار کے مطابق نو سال میں پیدا ہو تا ہے۔اس ہی اندازہ کے مطابق جنات کی عمریں ہوتی ہیں۔

جنات اور انسان دونوں مکلف مخلوق ہیں۔ دونوں دنیاوی علوم کی طرح روحانی علوم سیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قر آن پاک میں دومکلف مخلوق کا تذکرہ کیا ہے۔

"اے گروہ جنات اور گروہ انسان! تم زمین اور آسان کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے"۔

(سورهٔ الرحمٰن - آیت نمبر ۳۳)

سلطان کا مطلب روحانی صلاحیتیں ہیں۔ اگر کوئی انسان یا جن روحانی صلاحیت کو بیدار اور متحرک کرلے تو آسان اور زمین کے کناروں سے نکل کر غیب کی دنیاکامشاہدہ کر سکتا ہے۔



سلطان:

جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ان سب کی تعلیمات کا حاصل ہیہ ہے کہ انسان مادی وجود میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرے اور اللہ کا عرفان حاصل کرنے کے لئے غیب کی دنیامیں داخل ہوناضر وری ہے جو سلطان (روح) کے ذریعہ ممکن ہے۔

یہ اس لئے ممکن ہے کہ روح ازل میں اللہ کی آواز س چکی ہے۔ اللہ کو دیکھے چکی ہے اور پورے ہوش وحواس کے ساتھ اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر چکی ہے۔

جن مسلمانوں کی تعداد:

جنات کی دنیا میں اربوں کی تعداد میں مسلمان جنات ہیں۔ جس طرح مسلمان نماز، روزہ، حج، زکوۃ اداکر تا ہے۔ اسی طرح جنات کی دنیا میں بھی مسلمان جنات خواتین و حضرات نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے فرائض پورے کرتے ہیں۔

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جنات نظر کیوں نہیں آتے تو ہم یہ سوال کرنے کی جر آت کرتے ہیں کہ انسان کو وائرس کیوں نظر نہیں آتا؟ بیٹیریا کیوں نظر نہیں آتا؟لیکن اگر کوئی Sensitive Device بنالی جائے تواس سے بیٹیریایاوائرس کاادراک ہو جاتا ہے۔اس طرح اگر انسان مفرد لہروں کاعلم حاصل کرلے تو وہ جنات کو اور جنات کی دنیا کو دکھے سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشادہ:

" کا فراور مشرک جنات جهنم کاایند هن بین"

(سورة جن - آیت نمبر ۱۵)

"متقى لو گوں كے لئے جنت قريب كر دى گئى ہے"

(سورهٔ جن آیت نمبر ۱۴)

ر سول الله صلى الله عليه وسلم نے سورہ الرحمٰن صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرامؓ خاموش رہے تو آپ مُنَّل ﷺ آنے فرمایا کہ تم سے اچھاجو اب جنات نے دیا تھاجب یہ آئییں تلاوت کی تھیں۔

"اے جن وانس!تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہوگے"

(سوره رحمٰن - آیت نمبر ۱۲)



تووه کہتے تھے کہ:

"اے رب تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں ہم تیری کسی نعت کی ناشکری نہیں کرتے"

حوروں کے بارے قرآن حکیم میں ارشاد ہو تاہے:

"اور ان لو گول سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہو گا اور نہ کسی جن نے "

(سوؤر حمٰن۔ آیت نمبر ۵۲)

مخلو قات کے چار گروہ:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مخلوق چار ہیں ایک مخلوق پوری جنتی ہے اور ایک مخلوق پوری جہنمی ہے اور دو مخلوق جنتی و جہنمی ہیں۔پوری جنتی مخلوق ملائکہ ہیں اور پوری جہنمی مخلوق شیاطین ہیں اور جنتی و جہنمی مخلوق جن وانس ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر کے شہید ہونے سے تین دن قبل جنات نے رورو کریہ اشعار کہے تھے:

"اللہ تعالیٰ امام عادل کوبر کت دے اور بھلائی کابدلہ دے۔ آپ نے بچھ امور طے کئے تھے جن کی کلیاں ابھی کھل نہیں پائی تھیں کہ ان پر مصیبتیں آ پڑیں جو آدمی سوار ہو کر دیکھنا چاہئے دیکھ لے ان کاہر وعدہ پورا ملے گا۔ مجھ کو ان کے ایک خبیث اور بدصورت آدمی کے ہاتھوں سے قتل ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ اب دنیا کے اندر تاریکی چھا جائے گی۔ آپ اپنے رب سے جنت میں جاملے اور آپ کو ایسالباس پہنا دیا گیا جو کبھی بوسیدہ نہ ہوگا۔"

حضرت سليمان عليه السلام كالشكر:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں جنات، انسان، چرند، پرندسب کے الگ الگ دستے تھے۔ ہر جاندار شئے شجر و حجر آپ کے تابع تھے۔ سمندروں کی تہہ سے موتی اور مونگا جنات نکالتے تھے، عظیم الثان عمار تیں بنانے پر جنات کی ڈیوٹی گلی ہوئی تھی۔

جنات تانبے کے بے مثال ظروف بناتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیہ اختیار حاصل تھا کہ ان سے جس طرح چاہے کام لیتے تھے۔

ايك خوبصورت روحاني تمثيل:

ابدال حق قلندر بإبااولياءً نے جنات كى دنياہے متعلق حقائق وانكشاف پرايك روئداد ككھى ہے:





''شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مدرسے میں جس طرح انسانوں کے لڑ کے پڑھتے تھے اسی طرح جنات کے لڑکے بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ تعداد میں بہت کم تھے۔ شاہ صاحب ؓ کے مدرسے میں تعلیم پانے والے جنات کے لڑکوں کو سخت ہدایت تھی کہ وہ ہر گز کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے انسانوں کے لڑکے خوفزدہ ہوں۔

ان میں زیادہ تعداد جنات کے ان لڑکوں کی تھی جو د ہلی میں کالے پہاڑ کی تلہٹی میں آباد تھے۔ جہاں اس وقت برف کا کارخانہ ہے۔ یہ کالا پہاڑاس سے تھوڑے فاصلے پرواقع ہے۔

اس طرف اس زمانے میں لوگوں کی آمدورفت یا تو تھی ہی نہیں یابہت کم تھی۔ اکثریہ ہو تا تھا کہ اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافراد ھر جانکلتا توشر ارت پسند جنات کی حرکتوں سے خائف ہو کر پھر کبھی ادھر کارخ نہ کر تابلکہ دوسروں کو بھی ادھر جانے سے روک دیتا تھا۔

منی اور آگ کی تخلیق:

الله تعالى نے جنات كا قر آن حكيم ميں اس طرح تذكره فرمايا ہے:

" میں نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے اور جنات کو آگ سے "

(سورهٔ الرحمٰن: آیت نمبر ۱۵_۵)

بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں جنات کی بستیاں آباد ہیں۔جوزیادہ ترویرانے میں ہوتے ہیں۔ایسے ویرانوں سے گزرنے والے لو گوں نے متعدد بار ان کی مجالس دیکھی ہیں۔ دہلی کے ارد گرد بھی ایس کئی بستیاں ہیں۔انہی میں ایک بستی ہے بھی تھی جس کاہم تذکرہ کررہے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہو گارات کو حلوائیوں کی دکانیں دیر تک کھلی رہتی ہیں۔ دن بھر جتنی مٹھائیاں سبی ہوئی آپ دیکھتے ہیں وہ ساری کی ساری مٹھائیاں صرف انسان ہی نہیں کھاتے بلکہ رات کو آخری او قات میں اکثر جنات ان مٹھائیوں کو خرید کر لے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ جنات کی خوراک فاسفورس ایسڈ بھی ہے۔جوزیادہ ترکو کلوں میں ملتاہے اور جنات اسے کو کئے ہی سے حاصل کرتے ہیں۔

جنات کے بارہ طبقے:

جنات کے بارہ طبقے ہیں اور یہ وہ طبقے ہیں جو ہماری زمین پر آباد ہیں۔ ہر طبقے کے جنات الگ الگ پیچانے جاتے ہیں۔ یہ ضرورت نہیں ہے کہ کسی جگہ ایک ہی طبقہ آباد ہیں۔ ہر طبقے کی شکل وصورت میں فرق ہوتا ہے۔ ایک ہی طبقہ آباد ہیں۔ ہر طبقے کی شکل وصورت میں فرق ہوتا ہے۔

بہر کیف بیان یہ کرناتھا کہ کالے پہاڑ کی تلہی میں بھی کئی طبقوں کے جنات رہتے تھے۔ان کی عادات بھی مختلف ہیں اور شکل وصورت میں بھی نمایاں فرق ہے۔اب بھی وہ بستی وہاں موجو دہے جس طرح شاہ عبد العزیز محدث دہلو گئے کے زمانے میں آباد تھی۔



چنانچہ اکثر جنات تحفے تحالف لے کر اس غرض سے شاہ صاحب گی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کہ آپ ان کے بچوں کو مدرسے میں داخل کر لیں۔ شاہ صاحب گی چند شرطیں تھیں اگر جنات کو وہ شرطیں منظور ہوتیں تو شاہ صاحب اُن کے بچوں کو مدرسے میں داخل کر لیتے تھے اور اس طرح وہ بچے ساہ صاحب اُن کے بچوں کو مدرسے میں داخل کر لیتے تھے اور اس طرح وہ بچے اسباق میں شریک ہوجاتے۔ اسباق کے علاوہ ان بچوں کے سپر د دیگر خدمات بھی ہوتی تھیں کہ وضو کے لئے لوٹے بھریں، سقاوے میں پانی کا انتظام کریں اور با قاعدہ نماز با جماعت پڑھیں۔

انهونی بات:

ایک روز رات کے وقت شاہ صاحب اُپنے تجرے میں استر احت فرمارہے تھے۔ چند لڑکے جن میں انسانوں کے ساتھ جنات کے لڑکے بھی تھے۔ شاہ صاحب گی خدمت میں مصروف تھے۔ کوئی سر دبار ہاتھا، کوئی ہاتھ دبار ہاتھا، چند لڑکے پیر دبارہے تھے کافی وقت ہو چکاتھا۔ یہ ذکر عشاء کی نماز کے بعد کا ہے۔

شاہ صاحب نے کسی لڑکے سے فرمایا" چراغ گل کر دو۔ تیل ضائع ہور ہاہے۔ اور تم لوگ اپنی جگہ کا کر آرام کرو۔

شاہ صاحب گا جمرہ کافی بڑا تھا۔ اور جہاں وہ لیٹے تھے چراغ اس جگہ سے کم از کم چھ گز کے فاصلے پر ایک کونے میں رکھا ہوا تھا۔ ایک جن لڑ کے نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کرچراغ گل کر دیا۔

انسانوں کے لڑکوں نے بیرانہونی بات دیکھی توڈر کے مارے چیخنے لگے کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی ہاتھ اتنالمباہو سکتا ہے۔

شاہ صاحب ؓنے اٹھ کر انہیں تسلی دی اور اس جن لڑ کے کو بہت ڈانٹا۔

اس روز لڑکوں پریہ بات منکشف ہو گئ کہ ہمارے ساتھ جنات کے لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔

شاہ صاحب ؒ کے مکان کی پشت پر ایک سوداگر رہتا تھا۔ یہ لڑ کا جس سے یہ حرکت سرزد ہوئی وہ اس سوداگر کی لڑکی سے محبت کرنے لگا۔ لیکن اس نے اس بات کو اب تک چھپار کھا تھا اور رات دن اسی او هیڑ بئن میں مصروف رہتا تھا کہ کسی طرح استاد محترم کی تائید حاصل کر لے۔ ان کے ذریعے وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ کو اپنے گھر پر مدعو کرناچا ہتا تھا تا کہ اس طرح آ مدور فت پیدا کر کے عرض مدعا پیش کرنے کی گنجائش نکل آئے۔ مگروہ کسی طرح کھی شاہ صاحب ؒ سے درخواست کرنے کا طریقہ تلاش نہیں کر سکا۔

بالآخر اس کے ذہن میں ایک بات آئی اور وہ یہ کہ اس کے ماں باپ آئیں اور شاہ صاحب ؓ اور اس سوداگر کے گھر کے تمام افراد کو شاہ صاحب ؓ گی ہمسائیگی کے ناطے مدعوکریں۔

صرف اس بات کے لئے وہ ہفتوں سوچتار ہا۔ مہینوں غور کر تار ہا۔ اسی غور و فکر میں کئی سال گزر گئے لیکن وہ اپنے ماں باپ سے نہیں کہہ سکا۔



جب اتفاق سے لڑکوں پریہ انکشاف ہو گیا کہ ہمارے ساتھ جنات بھی پڑھتے ہیں تو شاہ صاحب ؓ نے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد اس سے پوچھا کہ تونے ایسا کیوں کیا توجن لڑکے نے جر اُت کرکے کہا۔

" ہیہ سب میں نے دانستہ کیا ہے تا کہ چند لڑکے اس امر سے واقف ہو جائیں نیز آج میں آپ سے درخواست کر تا ہوں کہ کسی دن میرے گھر ماحضر تناول فرمائیں۔ آپ میرے استاد ہیں میر اآپ پر حق ہے اس لئے میں نے بیہ جسارت کی ہے "۔

اول توشاه صاحب گوبهت غصه آیا مگروه بهت نرم مزاج تھے اس لئے خاموش ہو گئے جن لڑ کا دعوت پر بصندر ہا۔

جن اور انسان میں عشق:

کافی عرصہ گزرنے کے بعد اس جن لڑکے نے اپنے ماں باپ سے کہا۔"میں ہر قیمت پر شاہ صاحب گی دعوت کرناچا ہتا ہوں آپ میرے ساتھ چل کر انہیں مدعو کریں۔"

اس نے بڑے خوشامدانہ لیجے میں رورو کریہ بھی کہا" مجھے سوداگر کی لڑکی سے والہانہ محبت ہے میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہذا آپ شاہ صاحب ؓسے درخواست کریں کہ وہ سوداگر کے گھر والوں کو بھی ساتھ لائمیں"۔

لڑ کے کی اس بات پر اس کے ماں باپ بہت برہم ہوئے اسے مار پیٹ کر تنییہہ کی مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہا۔ اور اس نے کھانا پیناترک کر دیا۔ یہاں تک کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ انتہائی نحیف اور لاغر ہو گیا اور اس کے بیچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ اس کے باوجو د لڑ کے کے ماں باپ کسی طور پر آمادہ نہیں ہوتے تھے کہ وہ سوداگر کے گھر انے کو بھی دعوت دیں۔ لڑ کے کا دم آخر ہونے لگا توماں کے دل کا قرار ختم ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ باپ کے دل پر بھی چوٹ گئی اور اس نے اپنے لخت جگر سے کہا۔

"بیٹا! ہم سوچیں گے کہ کیاتر کیب ہوسکتی ہے اور ہم کس طرح شاہ صاحب گی خدمت میں اس نوعیت کی درخواست کریں۔ توضد چھوڑ دے کھانا پینا معمول کے مطابق شروع کر دے تا کہ ہم کچھ سوچنے کے لاکق ہو سکیں۔ تجھے کیا خبر کہ ہم تیری وجہ سے کس قدر پریشان ہیں تو ہی او ہماراا کلو تا بیٹا ہے۔"

لڑکے نے جب سے مردہ سنا تو اس پر سے نزع کا عالم ٹل گیا اور اس نے ایک عالم سر خوشی میں باپ کو جواب دیا۔ "آپ کسی طرح کے تردد میں مبتلانہ ہوں چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے میں اس قسم کی صورت حال پیدا کر دوں گا کہ آپ کو بات کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی"۔





اور پھر ایک دن اس لڑکے نے سوداگر کی لڑکی کے سامنے خو د کو ظاہر کر دیااور وہ بھی اس طرح کہ لڑکی کے علاوہ اسے اور کوئی نہ دیکھ سکے۔لڑکی یکبار خو فزردہ ہو کر سہم گئی۔اس نے چیچ کر گھر والوں کو آ واز دی اور بتایا کہ دیکھویہ کون ہے ؟

گھر والوں نے کہا۔ ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا تجھے کیا نظر آتاہے؟

لڑکی نے جواب دیا۔ ایک خوبصورت لڑکامیرے سامنے کھڑا ہے اور مجھے اپنے یاس بلار ہاہے۔"

سودا گرنے کہا۔ بیہ تیر او ہم ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کس جگہ ہے؟ کہاں ہے؟ آخر ہمیں وہ کیوں نظر نہیں آتا؟

لڑی نے بمشکل تمام اپنے ہوش وحواس کو بحال کر کے بتایا۔

" دیکھویہ سامنے کمرے میں کھڑاہے"۔

ماں نے بیٹی کی بلائیں لے کر ممتا بھرے دل سے کہا۔ شاید تو جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ کیا تو نے اس سے پہلے کوئی اس قشم کاخواب دیکھا ہے؟

سوداگر کی بیٹی نے روہانسی ہو کرماں سے التجا کی۔ ''تم میری بات کا یقین کروماں! یہ ہر گزخواب نہیں ہے۔ یہ لڑ کامیرے سامنے کھڑا ہے کیا تمہیں واقعثاً بیہ لڑ کا نظر نہیں آتا؟''

سودا گرپریشان کیج میں بولا۔"اگر ہمیں نظر آتاتو ہم تجھے کیوں جھٹلاتے؟"

لڑی نے جھنجھلا کر کہا:''جھٹلانے کی وجہ بیہ ہے کہ آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وہم میں مبتلا ہو جاؤں اور بیہ سمجھوں کہ میر اوہم بیہ صورت بناکر میر ہے سامنے لے آیا جو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ میں ہر گز آپ کی ان باتوں پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اور جو دکھ رہی ہوں اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دیکھو!وہ لڑکااب بھی میرے سامنے ہے۔''

سوداگر نے پہلے تواس زمانے کے طبیب حاذق سے مشورہ کیا اور اپنی لڑکی کو حکیم حامد خان کے پاس لے گیا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی۔ اس کی آئکھوں کی پتلیوں کامعائنہ کیا پھریہ دیکھا کہ اس کے بالوں میں کوئی ارتعاش تو نہیں ہے۔ ٹائگوں کو بغور دیکھا اور جو بھی وہ سمجھنا چاہتے تھے اسے جانچا لیکن کوئی نشان ایساموجود نہیں تھا۔ جس سے اس لڑکی کاکسی طرح غیر متوازن ہونا، یا گل ہونا یاو ہمی ہونا ظاہر ہو تاہو۔

جب سب کچھ دیکھ چکے تو حکیم صاحب نے لڑکی سے سوالات شروع کئے۔انہوں نے پوچھا۔ یہ کس دن کاواقعہ ہے؟

لڑ کی نے بتایا۔ فلاں دن اور فلاں وقت بیہ واقعہ پیش آیا۔



حكيم صاحب نے سوال كيا۔اس دن تم كہاں تھيں؟

میں اپنے گھر میں تھی۔ لڑکی نے جواب دیا۔

حکیم صاحب نے بوچھا۔اس دن کے بعد بھی اس جیسی صور تحال پیداہوئی؟

بار ہاایہا ہواہے جب میں اپنے کمرے میں ہوتی ہوں تو چانک وہ صورت نمو دار ہو جاتی ہے۔ لڑکی نے بتایا۔

حكيم صاحب نے مزيد جرح كرتے ہوئے استفسار كيا:

تم نے کیاد یکھاہے اور جو کچھ بھی دیکھتی ہواس کی تفصیل پورے وثوق سے بیان کرو۔

واہمہ اور حقیقت:

جس طرح آپ سامنے بیٹے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اس میں کسی واہمہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بالکل اتنے ہی یقین اور اعتاد کے ساتھ میں کہتی ہوں کہ مجھے ایک بہت خوبصورت لڑ کا نظر آتا ہے۔ کبھی کسی لباس میں ہوتا ہے اور کبھی کسی اور لباس میں۔ اپنی وضع قطع کے لحاظ سے کوئی رئیس زادہ معلوم ہوتا ہے۔

لڑ کی نے بتایا۔

حکیم صاحب خدا کے لئے آپ میرے ساتھ چلئے۔ یہ سب کے سب مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ثاید آپ اسے دیکھ سکیں۔

نسبت نامه شاه عبد العزيرة.

شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ کے سب سے بڑے صاحبز ادے تھے، شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالعزیز کے داداتھے۔ جو حسب ونسب میں فاروقی تھے۔

عصر کاوقت تھا۔ دہلی کی مسجد فتح پوری میں عصر کی جماعت کھڑی ہو گئی تھی۔ جیسے ہی امام نے نیت باند ھی مسجد کے باہر ایک شور بلند ہوا۔ لوگ چنج رہے تھے اور کہد رہے تھے۔"اس شخص کومارو"۔ بہت سے نمازیوں نے نیت توڑ دی اور بید دیکھنے کے لئے باہر نکل آئے کہ کیاہورہاہے اور بیالوگ کون ہیں۔

بہت سے لوگ لاٹھیاں گھمارہے تھے۔ کچھ لوگوں کے پاس خنجر تھے۔ کچھ کے پاس تلواریں تھیں، کچھ لوگ نہتے بھی تھے اور سب نعرے لگارہے تھے۔

"مار دو۔۔۔۔ قتل کر دو۔۔۔۔ ٹکڑے اڑا دو۔"



آپ کے معتقدین برابریہ کہہ رہے تھے کہ:

احيان وتصوف

" نکل چلئے، پہلوگ دشمن ہیں۔ خدانہ کرے کیا کر جائیں۔ آپ چپوٹے دروازے سے نکل جایئے"۔

شاه ولی اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''کیا یہ لوگ خدا کے گھر کو مقتل بنانا چاہتے ہیں۔ اگر ہماراوفت نہیں آیا ہے تو کوئی ہمارا بال تک بیکا نہیں کر سکتااور اگر وفت آگیا ہے توہر شخص کو جانا ہے۔

"كل نفس ذا ئقة الموت"

شوربلند ہوا!

" پکڑلو، جانے نہ پائے، پچ کرنہ جائے، اس نے ہمارے دین کو خراب کیاہے، اس نے دین میں پیوند کاری کی ہے، اس کے ساتھی بھی سزا کے مستحق ہیں۔۔۔۔۔ یہ کافر ہیں۔۔۔۔۔ مرتد ہیں۔۔۔۔انہیں قتل کر دو۔۔۔۔ جہنم واصل کر دو۔"

نعروں کے اس شور میں کچھ لوگ آگے بڑھے اور مسجد کے صحن میں گھس آئے۔ان کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔شاہ ولی اللّٰہ ؓنے ان سے یو چھا۔

"كياتم جميں قتل كرنے كے لئے يہاں آئے ہو؟"

ان میں سے ایک شوریدہ سرنے کہا:

"ہاں! ہم آپ کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ کو زندہ چھوڑا جائے۔"

شاه صاحب تنے یو چھا۔" ہماراجرم کیاہے؟"

ا یک شخص نے نہایت حقارت اور طنز سے بھر پور کہجے میں جواب دیا:

"آپ کو اپناجرم معلوم نہیں ہے؟ کیاواقعی آپ اپنجرم سے لاعلم ہیں،او کافر!اب میں تجھے آپ کی بجائے توسے مخاطب کروں گا، کیا تونے کلام پاک کافارسی میں ترجمہ نہیں کیا، کیا یہ کتاب اللہ کی توہین نہیں ہے، تونے لوگوں کو گمر اہ کر دیا ہے، تیری سزا پھانسی یا قتل ہے، ہم تیری گردن اڑادیں گے۔"

www.ksars.or

اس جواب پر شاہ صاحب گو غصہ آگیا۔

ان کے ہاتھ میں ایک بیلی سی چھڑی تھی۔ انہوں نے چھڑی اٹھائی اور ''اللہ ہو''کانعرہ مستانہ بلند کیا۔

کیااثر تھااس نعرے میں، شاہ صاحب اُوران کے ساتھی بھی یکے بعد دیگرے مسجدسے نکل گئے۔ مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔

اب شاہ صاحب گھاری ہاؤلی تک پہنچ گئے تھے کسی نے زورسے پکارا۔

"يه بهروپيابها گنے نه پائے۔"

لیکن یہ نعرہ بے اثر ثابت ہوا۔ لوگ بت بنے کھڑے تھے جیسے پتھر کے مجسمے ہوں۔

شاہ صاحب گھر پہنچے تو شاہ عبد العزیز محدث دہلو گا اپنے لڑ کپن کی بناء پر شاہ ولی اللّٰہ ؒسے لیٹ گئے اور رونے گئے کیونکہ اس"ہاؤ ہو"کی اطلاع پوری دلی میں پھیل چکی تھی اور گھر والوں کو بھی اس کی خبر مل گئی تھی۔

شاہ ولی اللّٰدُّنے کہا۔" بیٹے! مخصے معلوم نہیں کہ بید دنیاوالے میرے اور تیرے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو کیا کیا اذیتیں دے بچکے ہیں۔ بیٹے! آنسو پونچھ لو۔ ہم عنقریب جانے والے ہیں، ہماری میر اث علم ہے، تم اسے سنجال لو۔"

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلو گئے جو اس وقت لڑ کین کے دورسے گزررہے تھے، اپنی گرون جھکالی اور عرض کیا۔

"جواللہ کی مشیئت،اگراللہ ہم سے بیہ خدمت لیناچا ہتاہے تو ہم اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس علمی اور علمی خدمات میں خرج کر دیں گے۔"

سٰ ١١٧٤ ہجرى ميں شاہ ولى اللّٰه ٓنے وصال فرمايا۔ وصال کے وقت شاہ عبد العزيز ۗ كی عمر اٹھارہ ہر س تھی۔

واضح رہے کہ بر صغیر میں محدثین کاجو سلسلہ ہے وہ یا تو شاہ عبد العزیز گے براہ راست پہنچا ہے یا ان کے کسی بزرگ کے واسطے سے۔ شاہ ولی اللّٰہ ؓ کے والد شاہ عبد الرحیم بھی فراویٰ عالمگیری لکھنے میں شریک تھے۔

شاہ عبدالعزیز ؓ سن ۱۱۵۹ ہجری میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام غلام علیم تھا۔ اس نام کے اعداد ۱۱۵۹ بنتے ہیں۔
تیس پشتوں کے بعد ان کا نسب نامہ حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ ان کے داداشاہ عبدالرجیم ؓ نے دہلی میں "مدرسہ رحیمیہ" قائم کیا تھا۔ شاہ
عبدالرحیم ؓ عالمگیر کے دور میں جلیل القدر علماء میں شار ہوتے تھے۔ آپ کوشاہ ولی اللّٰہ ؓ کے پیدا ہونے کی بشارت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی ؓ نے دی
تھی۔

شاہ عبدالرحیم ٌ فرماتے ہیں:



"ایک مرتبه خواجه قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پرزیارت کے لئے گیا۔ میں ایک اونچی جگه کھڑا تھا۔ دفعتاً نظر اٹھی اور دیکھاخواجہ قطب الدین ؓ گی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا،"تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اس کانام میرے نام پرر کھنا یعنی قطب الدین "۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی گا میہ ارشاد سن کر میں جیران رہ گیا اور سوچا میری بیوی تو اس عمر کو پہنچ چکی ہے جہاں اولاد نہیں ہوتی۔ کچھ عرصے بعد میرے دل میں دوسرے نکاح کی خواہش پیداہوئی اور اس بیوی سے جو لڑکا پیداہوا میں نے اس کانام ولی اللّہ رکھ دیا۔۔۔۔۔خواجہ قطب الدین بختیار کاکی گاار شاد میرے ذہن میں نہیں رہااور میں بالکل بھول گیالیکن چند سال بعد جب مجھے یہ واقعہ یاد آیا تو میں نے ولی اللّٰہ کانام قطب الدین احمد رکھ دیا۔"

المختصر شاہ ولی اللہ گی پیدائش اس پس منظر میں واقع ہوئی۔ شاہ ولی اللہ تھیوٹی سی عمر میں نہایت ذہین الطبع تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایساجدید ذہن عطا کیا تھاجس کے متیجہ میں آپ نے ''دحجتہ اللہ البالغہ'' اور دوسری کتابیں لکھیں۔

جب جوانی کو پنچے توان کے اندرایک خاص طرز فکر اور مخصوص فراست موجو دشمی۔ رفتہ رفتہ وہ بڑھتی گئی۔اگر شاہ ولی اللّٰد گی تمام زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو"الف سے سے"تک ایک سیاسی اور روحانی نظام سامنے آ جائے گا۔ یہ ان کی زندگی کے بارے میں ایک مخضر پس منظر تھا۔

ان کی سب سے بڑی اولاد شاہ عبد العزیز دہلوئ ؓ سے ایسے کمالات ظاہر ہوئے جو شاہ ولی اللّٰہ ؓ سے رہ گئے تھے۔ مثلاً ان کا جنوں کے لڑکوں کو تعلیم دینا۔ ایسے اکلشافات جو صاحبان خدمت سے متعلق انہوں نے کئے۔ بہر کیف یہاں ان کا جنات سے جو تعلق تھااس کو بیان کر نامقصود ہے۔

حکیم صاحب، لڑکی کے کہنے کے مطابق سو داگر کے گھر گئے اور اس کمرے میں کافی دیر تک بیٹھے رہے اور اس لڑکی سے پوچھے رہے۔

لڑکی اشاروں سے بتاتی رہی کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہے۔ابوہ میرے قریب آرہاہے۔ابوہ دیوارسے لگاہوامیری طرف دیکھ رہاہے۔

تعوید گندے سے علاج:

لیکن کیم صاحب کو پچھ نظر نہیں آیا۔ آخر کیم صاحب نے یہ فیصلہ دیا کہ لڑکی کو دورہ اسی کمرے میں پڑتا ہے کسی اور کمرے میں نہیں۔ اس بیماری
کی ابتداء اسی کمرے سے ہوئی ہے۔ جس طرح بھی ممکن ہوا میں اس کاعلاج کروں گا۔ انہوں نے تبریدیں پلائیں اور اس کے بعد مشہل دیئے۔ بار بار
ایسا کیا لیکن لڑکی کے دماغ سے وہ بات نہ نکلی تھی اور نہ نکلی۔ پریشان ہو کر کئیم صاحب نے ایسافیمتی نسخہ کھاجو دماغ کو تقویت پہنچائے۔ اس کو بھی
پوری طرح استعمال کرنے کے بعد حالت وہی رہی۔ دورہ کی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آخر کیم صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس
کاعلاج ممکن ہے کوئی تعویذ گنڈے والا کر دے۔ میں تو عاجز آگیا ہوں۔ اب میرے پاس اس کے لئے کوئی دوانہیں ہے۔

محلہ کے چند آ دمیوں نے سودا گر کومشورہ دیا کہ تم شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس جاؤ۔ دیکھووہ کیا کہتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ پڑوس میں ہی رہتے تھے۔





شاہ صاحب ؓنے یہ تو مناسب نہیں سمجھا کہ وہ لڑکی مدرسہ میں آئے البتہ وہ وقت نکال کر سودا گر کے یہاں تشریف لے گئے۔ لڑکی کو دیکھا۔ اس سے باتیں کیں اور اس کانام پوچھا۔

لطف کی بات سے ہے کہ جب شاہ عبد العزیز ؒ اس کے گھر اور اس کمرے میں تھے لڑکی بالکل ٹھیک اور ہوش وحواس میں رہی۔اس نے لڑکے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔اس نے کہا۔

"الیاکسی کسی وقت ہو تاہے لیکن اس وقت وہ لڑ کامیرے سامنے نہیں ہے۔"

شاہ صاحب ؓ نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تمہاری لڑکی بالکل بھلی چنگی ہے۔ بتاؤاب میں کیا کروں۔ اس کو اپنے کمرے میں پچھ نظر نہیں آتا۔ اپنی لڑکی سے کہو کہ وہ اس لڑکے کو آواز دے تاکہ وہ لڑکاسامنے آئے۔ میں اسے دیکھناچا ہتا ہوں۔

لڑ کی نے جن لڑ کے کو آوازیں دیں۔اس کانام لے کر بھی پکارالیکن کوئی واقعہ ظہور نہیں ہوا۔

شاہ صاحب ؓ واپس آ گئے وہ برابر سوچتے رہے کہ کیاتر کیب کی جائے۔اگر کوئی جن اس لڑ کی پر آتا ہے تو کس طرح معلوم کیاجائے۔وہ اپنی جگہ بیٹھ کر اس معاملے کو گہر ائی تک سوچتے رہے اور برابر غور و فکر کرتے رہے کہ ایسا کیوں ہوتاہے ؟

اس کے بعد لڑکی غائب ہوناشر وع ہو گئ۔وہ کئی کئی دن تک غائب رہتی اور پھر یا تو حصت پرسے اتر تی نظر آتی یالوگ دیکھتے کہ کسی کمرے میں سے باہر آر ہی ہے۔

اب لو گوں نے لڑکی سے یو چھا۔ بار بار غائب ہونے کامطلب کیاہے؟ تواتنے دن کہاں غائب رہتی ہے؟

اس لڑکی نے صاف صاف بتادیا کہ مجھے جنات لے جاتے ہیں اور وہاں میری بہت تواضع کرتے ہیں مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔

اکثر میں دیکھتی ہوں کہ جب میر ادل گھر اتا ہے تو وہ مجھے یہاں چھوڑ جاتے ہیں۔ میں وہاں خود کو ایک باغ میں دیکھتی ہوں۔ یہ باغ بہت دلفریب اور خوبصورت ہے۔ اس باغ میں جگہ گلاب کے تختے اور بے شار رنگ برنگے پھول ہیں۔ باغ کے در میان میں ایک حوض ہے اور حوض کے کنارے سنگ مر مرکا ایک خوبصورت محل ہے۔ میری خدمت کے لئے وہاں کئی کئی عور تیں ہیں۔ جب میں آ جاتی ہوں اس وقت ہی میرے پاس سے ہٹتی ہیں اور جس وقت میں وہاں نیندسے بیدار ہوتی ہوں ایک عورت پانی کا آ فتا ہہ اور سیفی میرے سامنے لاتی ہے اور مجھے وضو کر اتی ہے۔ وضو کے بعد میں نماز ادا کرتی ہوں۔ تھوڑی دیر میں ناشتے کا وقت ہو جاتا ہے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر کئی لڑکیاں جو میری ہم عمر ہیں، قریب گھر وں سے میرے پاس آ جاتی ہیں۔ اگر چہ میں زیادہ تر خاموش رہتی ہوں لیکن ان لڑکیوں کی معیت میں میر ادل نہیں گھر اتا اور نہ مجھے تنہائی محسوس ہوتی ہے۔ بعض او قات



میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ یہ لڑکیاں جنات میں سے ہیں اور میں انسان ہوں پھر بھی کوئی غیریت میرے دل میں نہیں آتی۔ بالکل ایسامعلوم ہو تا ہے کہ ہم سب ایک ہی نسل اور ایک ہی قوم ہیں۔ ہماری گفتگو بھی اسی طرح ہوتی ہے۔

خوش اخلاق جنات:

جیرت انگیزبات سے سے کہ میں نے اس لڑکے کو آج تک وہاں نہیں دیکھا۔ جو جنات مجھے وہاں لے جاتے ہیں وہ اور ہوتے ہیں اور جو وہاں سے مجھے لاتے ہیں وہ اور ہوتے ہیں۔ میں ان میں سے چند جنات کو پہچانتی ہوں۔

لیکن وہ سب کے سب خوش اخلاق ہیں۔ نہایت عزت کے ساتھ مجھے واپس پہنچادیتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی چیز کی فرمائش کی ہواوروہ پوری نہ ہوئی ہو۔

شاہ صاحب ؓ نے جب انہی دنوں اس جن لڑ کے کواپنے مدرسے میں نہ دیکھااور چراغ گل کرنے کا واقعہ ان کے ذہن میں آیااور اس جن لڑکے کا یہ کہنا کہ یہ کام میں نے دانستہ کیا ہے اور اس کا مدرسہ چھوڑ دینا، یہ سب چیزیں شاہ صاحب ؓ کے ذہن میں ٹکر اتی تھیں لیکن ان تمام حالات میں کوئی چیز ایک دوسرے سے وابستہ نظر نہیں آتی تھی اور آپ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ یاتے تھے۔

لڑی کے غائب ہونے کی خبریں برابر شاہ صاحب ؓ کے پاس آتی رہیں۔ شاہ صاحب ؓ اس کے سدباب کے لئے غور و فکر کرتے رہے۔ سوچتے ان کے ذہن میں ایک ایسا جن آیا جو باغ کی دیوار کے نیچے کتابن کے پڑار ہتاتھا مگریہ کتا خارش زدہ تھا۔ اس کتے کے بارے میں شاہ صاحب ؓ و بالتحقیق بہت سی باتیں معلوم تھیں۔ لیکن ان باتوں میں کوئی بات ایسی نہیں تھی جس کی بناء پر وہ اس کتے سے شاسائی پیدا کریں۔ ایک عرصے تک وہ سوچتے رہے آخر شاہ صاحب ؓ نے سودا گر کو بلوایا اور اس سے استفسار کیا کہ اس کے یاس کچھ قابل اعتماد آدمی ہیں یا نہیں۔

سودا گرنے جواب دیاا یک تومیر ابہت پر اناملازم ہے اس کے علاوہ ایک میر اہم عمر دوست ہے۔ یہ دونوں میرے لئے معتبر ہیں اگر ان کو کو کی راز بتادیا جائے تواس کو وہ اپنے سینے میں ہی محفوظ رکھیں گے۔

شاہ صاحب ؓ نے فرمایا میں یہی چاہتا ہوں اب تم ان دونوں میں سے ایک کومیرے پاس لے آؤ۔

ساتھ ہی یہ فرمایا کہ دوروٹیاں خالص ماش کی دال مپیں کرانہیں ایک طرف سے پکایاجائے اور کچی سمت میں تھی چپڑ دیاجائے۔

شاہ صاحب ؓ نے ایک پر چہ لکھ دیا جس کی گئی تہیں کیں اور پر چے میں اتنی بڑی ڈوری باند ھی جو کتے کی گر دن میں آ سکے۔

سودا گرجب روٹیاں اور اپنے وفادار ملازم کولے کر حاضر خدمت ہواتو شاہ صاحب ؓ نے روٹیاں دیکھیں اور وہ پر چپران کو دے کر فرمایا۔





باغ کی دیوار کے پاس ایک خارش زدہ کتا پڑا ہوا ہے۔ تم سید سے اس کے پاس جاؤڈر نے کی ضرورت نہیں۔ وہ کتا تمہیں دیکھتے ہی بھو نکے گا اور کاٹے کے لئے دوڑے گا۔ اس لمحے ایک روٹی اس کے آگے ڈال دینا اور کمال ہوشیاری سے جب وہ روٹی کھانے میں مصروف ہویہ پرچہ اس کی گردن میں باندھ دینا اور جب وہ بیر روٹی کھا ہے تو دوسری روٹی بھی اس کے آگے ڈال دینا جب وہ کتا باغ کی دیوار سے چلے تو اس کے پیچے ہولینا وہ جس طرح جائے چلتے رہنا جہاں کہیں وہ تھہر جائے تم بھی تھہر جانا اور پھر اتنا انتظار کرنا کہ وہ وہاں سے چل پڑے پھر اس کے ساتھ چلتے رہنا اور وہ راستے میں بھی غرائے گالیکن تم اس کا خیال نہ کرنا۔ آخر چلتے چلتے وہ کتا کالے پہاڑ کے پیچے میدان میں ایک مقام پر بیٹھ جائے گا۔ وہاں تم دونوں بھی رک جانا اور اس بات کا انتظار کرنا کہ اس پر بیٹھ جائے گا۔ وہاں تم دونوں بھی رک جانا اور اس

کیونکہ اس کتے کے بیٹھتے ہی پرچہ اس کے گلے سے غائب ہو جائے گا اور اب بیہ تمہاری ہمت ہے اور اس ہمت کی لاز می طور سے ضرورت بھی ہے۔ کوئی زلزلہ آئے، کسی قشم کا طوفان آئے، ہواؤں کے جھکڑ اور آندھیاں چلیس تم اپنی جگہ جے رہنا۔ خوفز دہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

شاہ صاحب ؒ کے ارشاد کے مطابق سو داگر اور اس کے ملازم نے خارش زدہ کتے کوروٹیاں کھلائیں اور وہ پرچپہ اس کے گلے میں باندھ دیا۔

وہ کتا وہاں سے چل پڑا اور الٹے سیدھے راستوں سے گزر تار ہا اوریہ دونوں بھی نہایت ہوشیاری اور ہمت کے ساتھ اس کا پیچھاکرتے رہے۔ بالآخر کالے پہاڑ کے پیچھےوالے میدان میں جاکروہ کتابیٹھ گیا اور چثم زدن میں شاہ صاحب کا لکھا ہو اوہ پر چہ اس کے گلے سے غائب ہو گیا-

تھوڑی دیر تک سوداگر اور اس کا ملازم سکون سے بیٹھے رہے اور کتا بھی ساکت و جامد رہا۔ لیکن انجمی انہیں بیٹھے ہوئے چند کمھے بھی نہ گزرے تھے کہ آسان وزمین زلزلے کی طرح لرزتے ہوئے محسوس ہوئے اور خو فناک آ وازیں آنے لگیں۔

دونوں پریثان ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگے لیکن انہیں کچھ نظر نہیں آیا۔ ابھی وہ ان خو فناک آوازوں کی سمت متعین نہ کرپائے تھے کہ آند ھی کے ساتھ ایک بگولہ اٹھاجو گر دوپیش کولپیٹ میں لے کرتمام ماحول کو تاریک کر گیا۔

یہ دونوں آئکھیں بھاڑ بھاڑ کر دیکھنے گئے۔لیکن تاریکی ایسی گہری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ تھائی نہ دیتا تھا۔اس کے باوجو دانہوں نے کتے کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔

تھوڑی دیر بعد آندھی اور زلزلہ اور طوفان ختم ہو گیا اور چاروں طرف کی فضاصاف ہو گئے۔ کیاد کیصتے ہیں کہ نہ وہ پہاڑ ہے نہ وہ میدان ہے بلکہ اب انہیں ایک خوبصورت شہر دکھائی دیا۔جو بہت بڑی آبادی پر مشتمل تھا۔

بڑے بڑے مکانات تھے، کشادہ سڑ کیں تھیں اور عام طور سے جیسے بڑے شہروں میں محلے ہوتے ہیں بالکل اسی طرح یہ شہر بھی محلوں میں تقسیم تھا۔





کچہریاں بھی تھیں، جہاں مقدمے پیش کئے جارہے تھے اور عدالت ان کے فیصلے سنار ہی تھی۔ ان دونوں کوایک آدمی تلاش کر تا ہوا آیا اور ان سے کہا:

"تہہارے مقدمے کی پیشی ہے۔ چلوعدالت میں فیصلہ ہو گا۔"

پہلے تو یہ ڈرے پھر انہیں شاہ صاحب کا قول یاد آگیا۔ انہوں نے سوچااب جو پچھ بھی ہو مقدمے میں تو پیش ہوناہی ہے۔ پھر انہوں نے شاہ صاحب کا ککھاہوا پر چیداس آدمی کے ہاتھ میں دیکھ لیا توانہیں پچھ اطمینان ہوا۔ یہ دونوں اس شخص کے ساتھ ہو لئے۔

عدالت نے پرچہ پڑھ کر حکم جاری کیا کہ اس جن کو پیش کیاجائے جس کے خلاف یہ شکایتی پرچہ شاہ صاحب ؓ نے لکھاہے۔

انسکٹرنے پرچہ الٹ پلٹ کر دیکھااور کہا:

''حضور ہمیں اس شخص کو تلاش کرنا پڑے گااس لئے ہمیں مہلت دی جائے''۔

عدالت نے کہا:

''شاہ صاحب ُ تواس مقدمے کا فیصلہ فوراً چاہتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ جس جن سے یہ حرکت سرز دہوئی ہے اسے ان کے سامنے پیش کیا جائے۔''

پیشکارنے جواب دیا:

جنات کی سی آئی ڈی:

"ہمارے یہاں ایساکوئی قانون نہیں ہے کہ کسی جن کو پکڑ کر انسانوں کے حوالے کر دیاجائے۔ جنات کا معاملہ توہم ہی طے کر سکتے ہیں۔ اول تواس جن کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں مہلت ملنی چاہئے اس کے لئے کم سے کم ایک ماہ در کار ہے۔ ظاہر ہے کہ جس جن نے یہ حرکت کی ہے وہ خود کو ضرور چھپائے گا، ظاہر نہیں کرے گا اور جنوں کی ہی آئی ڈی کے تعاون کے بغیر اس کا پتہ چلانا ممکن ہی نہیں ہے لہذا عدالت سے در خواست ہے کہ ہی آئی ڈی افسر مجاز سے دریافت کیاجائے کہ اس جن کو تلاش کرنے کے لئے کتنی مہلت در کار ہے۔ یہ ایک ماہ تو میں نے اپنی طرف سے فرض کر لیا ہے۔ ہم شاہ صاحب "سے براہ راست گفت و شنید نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں اس کا حق نہیں پنچتا۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسے انسان ہیں جو ہمارے لئے واجب انتظیم اور قابل احترام ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ معزز عدالت اس جن کے ذریعے جو خارش زدہ کتے کے روپ میں باغ کی دیوار کے پنچے پڑار ہتا ہے اور جس نے شاہ صاحب "کے قاصد کے فرائض انجام دیئے ہیں مناسب جو اب لکھ بھیجے۔

تا کہ شاہ صاحب سکسی حد تک مطمئن ہو جائیں کہ ان کامقد مہ عدالت میں پہنچ چکا ہے اور زیر تفتیش ہے۔ ضابطہ کی کارروائی اور جن کی تلاش اور بازیا بی میں کچھ عرصہ لگے گا تا کہ وہ بد دل نہ ہوں اور ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ ہم شاہ صاحب گو ایک ایسی پارٹی مانتے ہیں جنہیں خفا کرنا نہیں چاہتے۔





پر ہے میں اتنے حالات ضرور ہونے چاہئیں جس سے شاہ صاحب ہم و بیش پوری روئیداد اور ہماری مجبوریوں کو کماحقہ جان جائیں اور انہیں اس بات کی امید ہو جائے کہ اس معاملہ کا جلدیا بدیر کسی نہ کسی طرح فیصلہ ہو جائے گا۔

اورانہیں شدید انتظار نہیں کرناپڑے گا۔

چنانچہ پیش کارنے عدالت کی طرف سے ایک رقعہ لکھا۔

اس رقعے میں مخضر طریقے پر ہربات کھی گئی اور اس کو اس طرح لپیٹ کر جس طرح شاہ صاحب ؒ نے لپیٹا تھااس جن کو دے دیا گیاجو اس رقعے کو لایا تھا۔

پھر شاہ صاحب ؓ کے اس پر ہے کی کئی نقلیں تیار کی گئیں۔جو جنوں کی سی آئی ڈی کو دے دی گئیں۔اور یہ تاکید کر دی گئی کہ جلد از جلد اس جن کا پۃ چلائیں جس نے یہ حرکت کی ہے۔

جنات كاسول كورك:

چند دن کے بعد سودا گر اور اس ملازم کوعد الت میں پیش کیا گیا۔ اور عدالت کے پیش کار نے شاہ صاحب کا ککھا ہوا پر چہ پڑھ کر سنایا۔ اس میں یہ تحریر تھا:

"میر اہمسایہ یہ سوداگر اور اس کا ایک ساتھی جنہیں آپ کی خدمت میں پیش ہوناہے ان دونوں سے آپ مفصل روئیداد سن سکتے ہیں۔

جواس مقدمہ کے سلسلے میں ضروری ہے۔ اول توبہ ہے کہ انسانوں میں یا جنات میں آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہو تااس کے باوجود سوداگر کی لڑکی کو اغواء کیا گیا ہے۔ وہ لڑکی پہلے تو بھی بھی اپنے باپ کے گھر واپس آ جاتی تھی اور اس نے کسی قشم کی اذبت کی کوئی شکایت نہیں کی لیکن اب وہ آناجانا بھی ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں اس کے باپ کو آپ کی خدمت میں بھی رہاہوں تا کہ آپ کو تفصیلات کا علم ہو جائے۔ جتنی تفصیلات میں جانتا ہوں میں نے آپ کو پیش کر دی ہیں۔ دوسری ایک بات اور زیر غور ہے اور میر ہے نزدیک اس کا سامنے رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جس دن سے لڑکی غائب ہوئی یاغائب ہونے کا سلسلہ شروع ہوا ہے میر اایک جن شاگر دبھی لا پیتہ ہے۔ وہ بھی مدرسے نہیں آیا کہ میں اس سے ہی کچھ معلوم کر سکتا۔ بظاہر ان وونوں کڑیوں کا تعلق ایک دوسرے سے یقینی ہے۔ میر کی در خواست ہے کہ اُس جن کا پیتہ چلائیں جو مدرسے میں پڑھتا تھا اور پڑھتے پائیک و وزرے جنات عادوسرے جنات عادوسرے جنات کا سے جمیر اذبیال صحیح ہو اور ہو سکتا ہے کہ بالکل صحیح نہ ہو بلکہ تقریباً صحیح ہو یہ غائب ہونے والے جن نے خود کیا ہے یادوسرے جنات کو اس جرم میں شامل کر کے یہ واردات کی ہو۔"

خط پڑھاجاچکا توعد الت سوداگر اور اس کے ساتھی سے مخاطب ہوئی اور ان سے سوال کیا:



www.ksars.org

" يه بيان توشاه صاحب گا تھاجو آپ صاحبان كوپڑھ كرسنايا گيا۔اب آپ حضرات اپنااپنابيان قلمبند كرائيں۔"

اس پر سوداگر نے کہا۔ "میری لڑی پر دہ دار ہے۔ بے پر دہ کسی کے سامنے نہیں آتی۔ نہ بی اسے شہر سے باہر جانے کا کبھی اتفاق ہوا۔ بازاروں میں پھر تا بھی اس کی عادت نہیں ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ جاتی ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ بازار تک۔ ایک تو اس بناء پر کسی انسان پر اغواء کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری بات ہے ہے کہ ہمارے گھر میں صرف وہ اعزاء آتے ہیں جن سے کوئی پر دہ نہیں ہے اور ان کے سامنے لڑکی جھوٹی سے جوان ہوئی ہے وہ سب کے سب لڑی سے محبت کرتے ہیں اور لڑکی کے غائب ہو جانے سے بہت پریشان ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں جا تا کہ لڑکی کی دوایک سہیلیاں اور ہمارے چند ایک رشتہ دار اس کو پوچھنے نہ آتے ہوں۔ اور انہیں اس کے متعلق تشویش نہ ہو۔ جب ہم یہ معاملہ شاہ صاحب ؓ کے سامنے لے گئے تو انہوں نے بہت دیر تک آئے صیں بند کر کے مراقبہ کیالیکن اس قسم کا کوئی شبہ ظاہر نہیں کیا کہ لڑکی کو اغواء کرنے والے انسان ہیں۔ ہم لوگ شاہ صاحب ؓ کو اپنار ہنما اور بزرگ کا مل سبھتے ہیں اس لئے ہمیں اس بات کا کلی یقین ہے کہ یہ کہ میر اور نے نہیں کیا۔ "



فرشتول كى كئى قشميں ہيں:

ملا نکه نورانی، ملاءاعلی، ملا نکه ساوی، ملا نکه عضری، ملاءر ضوان، زمانیا، فرشتے کراماً کا تبین۔

شخص اكبر:

کائنات میں ممتاز مخلوق فرشتے اور جنات ہیں اور ان سب میں ممتاز مخلوق انسان ہے۔ فرشتے کی تخلیق نور سے جنات کی تخلیق نار سے اور انسان کی تخلیق مٹی، خلاء اور جہاں ہر چیز لوٹ کر جاتی ہے وہ تجلی تخلیق مٹی، خلاء اور جہاں ہر چیز لوٹ کر جاتی ہے وہ تجلی اعظم کا دوسرا در جہہے جوعرش پر قائم ہے۔ تمام مخلوقات پرعرش محیط ہے یعنی عرش کا کوئی حصہ اور کوئی چیز تجلی سے باہر نہیں ہے۔ اس ممتاز جگہ سے زمین کی طرف نور کی اہریں بزول کر رہی ہیں۔ عرش کے نیچے پوری انسانیت کا ایک ہیولہ ہے جس کو شخص اکبریاانسان اکبر کہاجا تا ہے۔ یہ اصطلاح صوفیاء کی قائم کر دہ ہے۔ نوع انسانی کا شخص اکبر کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ وہ شخص اکبر کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔ نوع انسانی کی تمام زندگی شخص اکبر سے متحرک ہے۔

حیوانات کی ہر نوع کا ایک شخص اکبر بھی وہاں موجود ہے اور ہر نوع کے ہر فرد کا اپنے اپنے شخص اکبر سے تعلق ہے۔ یہ تعلق فرشتوں کے Inspiration کے ذریعے قائم ہے۔ جس طرح زمین کاہر ذرہ کشش ثقل میں بندھاہوا ہے۔

رضوان۔ جنت کے منتظمین فرشتے:

الله تعالی فرماتے ہیں وہ فرشتے جوعرش کو تھامے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو اس کے ارد گر دہیں وہ سب الله کی حمد وتشبیح کرتے ہیں اور الله کا حکم ماننے کے لئے اپنے آپ کوہر دم تیار رکھتے ہیں اور ایمان والے لوگوں کیلئے دعاما نگتے ہیں۔

"اے ہمارے پرورد گارتیری رحمت اور تیر اعلم ہر ایک چیز پر حاوی ہے ان لوگوں کو جو تیری طرف متوجہ ہوئے اور تیرے راستے پر چلے، ان کی غلطیاں بخش دے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ کر دے۔ اے ہمارے پرورد گار انہیں ان باغوں میں داخل کر جن میں وہ ہمیشہ رہیں جن کا تو نظمیاں بخش دے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ کر دے۔ اے ہمارے پرورد گار انہیں ان باغوں میں داخل کر تو بہت عزت دینے والا اور نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان کے ساتھ ان کے باپ داداکو، بیویوں کو اور بچوں کو بھی ہمیشگی کے باغوں میں داخل کر تو بہت عزت دینے والا اور دانائی بخشنے والا ہے۔ کم از کم یہ کہ انہیں تکلیف سے بچا۔ واقعی اس روزجو تکلیف سے نے گیا اس پر تیری بڑی رحمت ہے اور پوری کا میابی ہے۔"

احسان وتصوف

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرما يا كه:

"جب الله تعالی آسان میں کوئی تھم دیتے ہیں تو فرشتے اپنے پر پھڑ پھڑ اتے ہیں پروں کے پھڑ پھڑ انے سے الیی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے پتھر پہ زنجیر کھینچنے سے ہوتی ہے پھر پنچ کے فرشتے اوپروالے فرشتے کہتے ہیں جو تھم ملاہے، اوپروالے فرشتے کہتے ہیں جو تھم مجھی دیا گیاہے وہ سے کیا تھم ملاہے، اوپروالے فرشتے کہتے ہیں جو تھم بھی دیا گیاہے وہ سے کیا تھا کی بہت بلند اور بڑا ہے اور اس کے بعد وہ تفصیل بتادیتے ہیں۔

جب الله تعالی کوئی نیا تھم دیتے ہیں تووہ فرشتے جوعرش کو تھامے ہوئے ہیں سجان اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین کے قریب آسان تک تنبیج پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد حاملین عرش کے قریب رہنے والے فرشتے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے تووہ انہیں اللہ کے تھم سے آگاہ کر دیتے ہیں اس طرح نیچ کے آسان والے اوپر کے آسان والوں سے پوچھتے ہیں یہاں تک کہ آسان و نیاتک سے تھم پہنچ جاتا ہے۔

الله كاماته رسول الله كي پشت ير:

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا:

ا یک روز کچھ رات گزری تھی کہ میں اٹھاوضو کیااور جس قدر مجھے وقت میسر آیامیں نے صلوۃ قائم کی۔صلوۃ میں ہی مجھے اونگھ آگئ میں نے دیکھامیر ا پرورد گارنہایت اچھی شکل میں میرے سامنے ہے مجھ سے فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے عرض کیااے پرورد گار میں حاضر ہوں۔

یو چھاملاءاعلیٰ کس بات پر بحث کررہے ہیں؟

میں نے عرض کیا! میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی اور میں نے تینوں دفعہ یہی جواب دیا۔ پھر میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنی ہوئی، اب مجھ پر سب چیزیں روشن ہو ہوئی میرے سینے میں محسوس ہوئی، اب مجھ پر سب چیزیں روشن ہو گئیں۔ اور میں سب پچھ سمجھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکارا۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے عرض کیا۔لبیک، میں حاضر ہوں۔اللہ تعالیٰ نے بوچھا۔ ملاءاعلیٰ کس بات پر بحث کررہے ہیں؟

میں نے عرض کیا! کفارات پر بحث ہور ہی ہے۔

بوچها! كفارات كياچيز ہيں؟



میں نے عرض کیا! جماعت کی طرف پیدل چل کر جانا، نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا اور تکلیف کے باوجود وضو کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کس بات پر بحث ہور ہی ہے ؟

میں نے عرض کیا! درجے حاصل کرنے والی چیزوں پر۔

فرمایا!وه کیاہیں؟

میں نے عرض کیا!

بلا شرط کھانا کھلانا۔ (لیعنی مسکین اور محتاج ہونے کی شرط نہ ہو) بلکہ ہر ایک کو کھانے کی عام اجازت ہو۔ اس لئے کہ بعض غیرت والے لوگ محتاجوں کے زمرے میں آنالپند نہیں کرتے اور ہر ایک انسان سے نرم بات کرنااور راتوں کوایسے وقتوں میں صلاق قائم کرناجب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

الله جب بیار کرتاہے:

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا۔ الله تعالى جب سى بندے سے پيار كرتا ہے تو جبر ائيل عليه السلام كوبلا كراس سے كہتا ہے كہ ميں فلال شخص سے پيار كرتا ہوں تو بھى اس سے پيار كر۔

چنانچہ جبر ائیل علیہ السلام اس سے پیار کرتے ہیں پھر آسانوں میں منادی ہو جاتی ہے کہ فلال شخص سے اللّٰہ پیار کر تا ہے تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ تمام آسان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین پر اسے مقبول عام بنادیاجا تا ہے۔

ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ناپسند کر تاہے تو جبر ائیل علیہ السلام کو ہلا کر فرما تاہے کہ میں فلاں شخص کو پسند نہیں کر تا چنانچہ جبر ائیل علیہ السلام اسے پسند نہیں کرتے پھر آسانوں میں منادی کرادی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو پسند نہیں کرتا پھر وہ سب فرشتے اسے ناپسند کرتے ہیں۔

اس کے بعد زمین پر موجو د مخلوق بھی اسے ناپیند کرتی ہے اور وہ دنیامیں ناپیندیدہ شخص بن جاتا ہے۔

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا۔ ہر روز انسان جب صبح کے وقت اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسان سے اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے یااللہ! اچھی جگه خرچ کرنے والوں کو اور نعمتیں عطاکر دے۔

دوسر افرشتہ کہتاہے! اے اللہ دولت کو ذخیرہ کرنے والوں کو ہلاک کر دے۔ مقرب فرشتے اللہ کے حضور حاضر رہتے ہیں وہ ہر اچھے آدمی کیلئے دعا کرتے ہیں اور معاشرے میں بگاڑ کرنے والے لو گوں پر لعنت کرتے ہیں۔



www.ksars.org

فرشتے اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام پہنچانے کا کام بھی کرتے ہیں اور بندے جو کام کرتے ہیں اس کی رپورٹ اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ فرشتے دلوں میں نیک کام کرنے کا خیال Inspire کرتے ہیں۔ جب فرشتے انسانوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو طبیعت میں اجھے کام کرنے کے رحجانات پیدا ہوتے ہیں۔ فرشتے کلایوں کی شکل میں اڑتے پھرتے ہیں۔ آپس میں گفتگو بھی کرتے ہیں۔ فرشتوں کی مکڑیوں میں نیک انسانوں کی روحیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

الله تعالی فرماتے ہیں۔اے اطمینان والی روح توراضی اور خوش ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو پھر میرے بندوں میں داخل ہو جااور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

ملاء اعلیٰ کامقام وہ جبکہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہو تاہے۔

ملائكه كى قتمين:

نورانی فرشتے:

ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم میں مقررہے۔ کائنات کے مجموعی تقاضوں کے مطابق نظام چلاناان کی ڈیوٹی ہے۔

ملاءاعلى:

یہ فرشتے پہلی قشم کے فرشتوں سے زیادہ قریب ہیں۔

انسانی روحیں:

یہ وہ روحیں ہیں جو ملاء اعلیٰ سے علم سیکھتی ہیں اور یہ لوگ ایسے اعمال کرتے ہیں جن سے ان کا ذہن و قلب مصفا ہو جاتا ہے۔ پاکیزگی اور نور کے ذخیرے کی وجہ سے وہ ملاء اعلیٰ کی بات سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان فرشتوں کی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں جہاں نیک روحوں اور فرشتوں کا اجتماع ہو تا ہے اس مقام کانام حظیر ۃ القدس ہے۔

حظيرة القدس:

خطیر ۃ القدس میں جمع ہونے والے فرشتے اور روحیں انسانوں کو تباہی اور مصیبت سے بچانے کے طریقوں پر سوچ بچار کرتے ہیں اور سب متفق ہو کر یے طیر ۃ القدس میں جمع ہونے والے فرشتے اور روحیں انسانوں کو تباہی اور مصیبت سے بچانے کے طریقے انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔اس کام کیلئے وہ انسان منتخب کیاجا تاہے جو سب انسانوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ شخص کے لئے لوگوں کو انسانوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ شخص کے لئے لوگوں کو انسانوں تاہے کہ اس آدمی کی پیروی کریں۔





پھر ایک جماعت بن جاتی ہے جو انسانیت کی خدمت کرتی ہے جن باتوں میں قوم کی بھلائی اور بہتری ہو۔ اس پاکیزہ بندے کی روح میں وحی کے ذریعہ خواب میں اور تبھی غیب کی حالت میں وہ باتیں داخل کر دی جاتی ہیں۔اس پاکیزہ روح انسان سے ملاء اعلیٰ روبر وبات کرتے ہیں۔

ملائكة اسفل:

اسفل کے فرشتے ملاءاعلی سے دوسرے درجے میں ہوتے ہیں لیکن یہ نورانی فرشتوں کے مرتبے کے برابر نہیں ہوتے۔ یہ فرشتے اپنی طرف سے پچھ نہیں سوچتے۔ اوپرسے حکم آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ وہ اتنی ہی بات جانتے ہیں جتنی بات اوپر کے فرشتے انہیں سمجھا دیں۔ فرشتے مثین کی طرح کام کرتے ہیں ان کے سامنے ذاتی نفع و نقصان نہیں ہو تا۔ صرف وہی عمل کرتے ہیں جس کا انہیں اوپر کے فرشتوں کی طرف سے الہام ہو تا ہے۔ یہ فرشتے حرکت تبدیل کرنے میں بھی اپنا اثر ڈالتے ہیں۔

ملا ئكه ساوى:

ملا ئكيه عضري:

ملائکہ عضری اللہ تعالیٰ کا تھم من کر مخلوق کو Inspire کرتے ہیں۔ اگر دو جماعتوں میں لڑائی ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے وہاں پہنچ کر حالات کے مطابق ایک جماعت کے دلوں میں بہادری، ثابت قدمی اور فنچ کرنے کا جذبہ پیدا کرتے ہیں، ان کی مدد بھی کرتے ہیں اور دوسری جماعت کے دلوں میں کمزوری بزدلی کے خیالات Inspire کرتے ہیں تا کہ اللہ کے چاہئے کے مطابق نتیجہ نکلے اور وہ جماعت غالب آ جائے جس کا غلبہ اللہ چاہتا ہے ان فرشتوں کانام ملا تکہ اسفل ہے۔

كراماً كاتبين:

فرشتوں کی ایک قشم کراماً کا تبین ہے جن کی ہر انسان کے ساتھ ڈیوٹی ہے۔ایک فرشتہ ہر نیک کام کی ویڈیو فلم بنا تاہے اور دوسراہر برے کام کی ویڈیو فلم بنا تاہے۔





سدرۃ المنتہا کے بنیچ بیت المعمور ہے۔ بیت المعمور حضرت ابراہیم خلیل الله کامقام ہے اس ہی مقام میں ملاءاعلیٰ رہتے ہیں۔ ان کے اوپر جو فرشتے ہیں ان کانام ملا نکہ نوری ہے۔ ملا نکہ نوری کے بنیچ ملاءاعلیٰ ، ملاءاعلیٰ کے بنیچ ملا نکہ ساوی کے بنیچ ملا نکہ عضری ہیں

فرشتوں کے گروہ:

گروه جبر ائیل گروه میکائیل گروه عزرائیل گروه اسرافیل

ہر گروہ کی الگ الگ صلاحیتیں ہیں اور ان صلاحیتوں کا الگ الگ استعمال ہے۔

حضرت جبر ائیل علیہ السلام اللہ کے قاصد ہیں۔وحی پہنچانااور الہام کرناان کاوصف ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام کے فرائض میں بارش کے سارے معاملات ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ذمہ موت سے متعلق معاملات ہیں۔

حضرت اسرافیل علیه السلام کی ڈیوٹی میں قیامت سے متعلق معاملات ہیں۔

فرشتول كي صلاحيتين:

سات آسان میں ہر آسان ایک زون ہے۔

ہر زون کے فرشتے الگ الگ ہیں لیکن ساتوں آسانوں میں موجود فرشتوں کو ملا تکہ ساوی کہاجا تا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو جو صلاحیتیں عطاموئی ہیں وہ فرشتوں کے پروں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ فرشتوں کے پرصلاحیتوں اور صفات کے مطابق جھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ پروں کی تعداد میں بھی فرق ہو تا ہے۔ جس طرح مور کے پر ہوتے ہیں اور پروں پر خوبصورت نقش و نگار ہوتے ہیں اسی طرح فرشتوں کے پروں پر بھی لا ثار نقوش ہوتے ہیں۔ ہوتے ہیں۔ ہر نقش ایک صلاحیت ہے۔ فرشتوں کے پروں میں سے نور کے جھماکے ہوتے ہیں۔

دوسری قشم کے فرشتوں کے پروں میں سبز روشنیوں کا انعکاس ہو تاہے۔



كائناتى نظام:

جبر ائیل، میکائیل، اسر افیل، عزرائیل، کراماً کاتبین، منکر نگیر، ملائکہ رضوان، ملائکہ زمانیا وغیرہ ۔ فرشتوں کے کئی طبقے ہیں۔ سارے فرشتے کا کناتی نظام میں ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔ فرشتوں کی تعداد کاکسی بھی طرح افظام میں ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔ فرشتوں کی تعداد کاکسی بھی طرح اندازہ نہیں لگایاجاسکتا۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ تخلیقی نظام میں ہر انسان کے ساتھ 20 ہز ار فرشتوں کی ڈیوٹی گلی ہوئی ہے۔

اس وقت ہماری دنیا کی آبادی چھ ارب ہے جبکہ ہماری دنیا کی طرح کروڑوں دنیائیں اور بھی موجو دہیں۔

دوسری دنیاؤں کے مقابلہ میں ہماری زمین سب سے جھوٹاکرہ ہے۔ سیر کے دوران صوفی کو ہماری زمین ایسی نظر آتی ہے جیسے بڑے گنبد پر سوئی کی نوک سے نثان لگادیاجائے۔

الله تعالی فرماتے ہیں دنیاکے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشائی بن جائے اور یہ سب ختم ہو جائیں گے لیکن الله کی باتیں باقی رہیں گ۔

اعمال نامه:

آد می جب مرجاتا ہے توجو کچھ اس نے دنیامیں کیا ہے وہ ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ ذرہ برابر نیکی ہو۔ چاہے ذرہ برابر ائی ہو۔ ہر عمل اور ہر قول کی کراہا کا تبین ویڈیو فلم بناتے رہتے ہیں۔انسان مرنے کے بعدیہی فلم دیکھار ہتا ہے۔

مثلاً ایک آدمی نے چوری کا ارادہ کیا۔ نیکی لکھنے والے فرشتے نے اس کے دل میں خیال ڈالا کہ یہ براکام ہے اسے نہیں کرناچاہئے۔ اللہ اس عمل سے ناخوش ہو تا ہے لیکن چور نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور وہ چوری کے لئے گھر سے نکل گیا۔ کسی گھر میں نقب لگائی اور سامان چوری کر کے اپنے گھر لے آیا۔ مذہبی اعتبار سے اس کے ذہن میں بیہ بات ہے کہ چوری کی سزاہاتھ کٹنا ہے۔

مرنے کے بعد اس چور کو بیر پوری فلم دکھائی جائے گی۔ اور چوری کے نتیجہ میں فلم میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا۔ چور جب اپنی ذات سے متعلق فلم دیکھتا ہے تووہ یہ بھول جاتا ہے کہ میں فلم دیکھ رہاہوں۔

جب اس کاہاتھ کٹاہے تووہ فلم میں اپناہاتھ کٹاہواد یکھتاہے اور اسے شدید تکلیف ہوتی ہے۔

ایک نیک آدمی نماز کے لئے مسجد گیا۔ نماز اداکر نے کے بعد اللہ کے گھر میں آرام سے بیٹھ گیا۔ اللہ سے تعلق کی بناء پر مسجد میں اسے سکون ملا۔ اللہ کے ذکر کی نورانی لہروں نے اسے راحت بخشی اور وہ اللہ کی میز بانی سے خوش ہو گیا۔ یہ فلم گھر سے نگلنے کے وقت سے مسجد میں بیٹھنے اور نورانی لہروں سے سیر اب ہونے کے وقت سے مسجد میں بیٹھنے اور نورانی لہروں سے سیر اب ہونے کے وقت تک بنتی رہتی ہے۔ جب یہ بندہ دنیا سے رخصت ہو جائے گا تواسے نیکی کے عمل اور نیکی کی فلم دکھائی جائے گی۔ یہ فلم دکھائی جائے گی۔ یہ فلم دکھائی جائے گا۔ اسے خوشی اور سکون ملے گا۔



منکر نکیر مرنے کے بعد پہلی ملاقات میں سوالات کرکے بیہ بتادیتے ہیں کہ نیکی اور برائی میں بندہ کی کیا حیثیت ہے۔اگر وہ نیک ہے توجنت کے نظاروں سے مستفیض ہوتا ہے، برائی کا پیکر ہے تو دوزخ کاعذاب نظروں کے سامنے آتار ہتا ہے۔



لطا نف

ہر مذہب میں عبادت کے لئے عنسل یاوضو کا اہتمام کیا جاتا ہے حالا نکہ عبادت کا تعلق ذہن سے ہے صرف جسم سے نہیں ہے۔ طبیعت کو شگفتہ کرکے انہاک پیدا کرناہے۔

ہمیں سوچنا چاہئے کہ۔۔۔۔۔

ہمارے اشغال واعمال جوجسمانی اعضاکے ذریعے صادر ہوتے ہیں۔۔۔ کہاں تخلیق پاتے ہیں؟۔۔۔اور۔۔۔ان کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے؟

صوفیاء حضرات بتاتے ہیں کہ:

کسی شئے کی ماہیئت کی طرف رجوع کیا جائے تو ہم کتنی ہی انواع و مخلوقات کو پہچان سکتے ہیں۔ شیر ، شاہین، چاند اور سورج ، زمین و آسان ، جن وانس، ہوا ، پانی ، فرشتے ، پہاڑ ، سمندر اور حشرات الارض ہے سب مخلوق ہیں۔ ان کا مظاہرہ ایک ہی طرز پر ہو تا ہے۔ جیسے شیر ایک شکل وصورت اور ایک خاص طبیعت رکھتا ہے ، اس کی آواز بھی مخصوص ہے۔ یہ چیزیں اس کی پوری نوع پر مشتمل ہیں۔ بالکل اسی طرح انسان بھی خاص شکل وصورت ، خاص عاد تیں اور خاص صلاحیتیں رکھتا ہے۔ لیکن ہے دونوں اپنی ماہئیتوں میں ایک دوسرے سے بالکل جد اہیں۔ البتہ دونوں میں یکساں تقاضے پائے جاتے ہیں۔ یہ اشتر اک نوع کی ماہیت میں نہیں بلکہ ماہیئت کی "اصل "میں ہے۔

روح اعظم:

اس قانون سے ہمیں روح کے دو حصوں کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک ہر نوع کی جدا گانہ ماہیت دوسرے تمام انواع کی واحد ماہیئت۔ یہی واحد ماہیئت نہیں ہوتی ہیں۔ ایک ہر نوع کی جدا گانہ ماہیئت شخص اصغر ہے اور اسی شخص اصغر کے مظاہر فرد کہلاتے ہیں مثلاً تمام انسان شخص اصغر کے مطاہر فرد کہلاتے ہیں مثلاً تمام انسان شخص اصغر کی حدود میں ایک ہی ماہیئت ہیں۔

ایک شیر دوسرے شیر کو بحیثیت شیر کے شخص اصغر کی صلاحیت سے شاخت کر تاہے مگر یہی شیر کسی آدمی کو یا دریائے پانی کو یا اپنے رہنے کی زمین کو یا سر دی گرمی کو شخص اکبر کی صلاحیت سے شاخت کر تاہے۔ اصغر ماہیئت کی صلاحیت ایک شیر کو دوسرے شیر کے قریب لے آتی ہے۔ لیکن شیر کو بھر دی گرمی کو شخص اکبر کی صلاحیت سے متاب تو اس کی طبیعت میں یہ تحریک اکبر ماہیئت کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ صرف اکبر ماہیئت کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ صرف اکبر ماہیئت کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ صرف اکبر ماہیئت کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ صرف اکبر ماہیئت کی بدولت یعنی شخص اکبر کی وجہ سے یہ بات سمجھتا ہے کہ پانی پینے سے پیاس رفع ہو جاتی ہے۔





كشش بعيد كشش قريب:

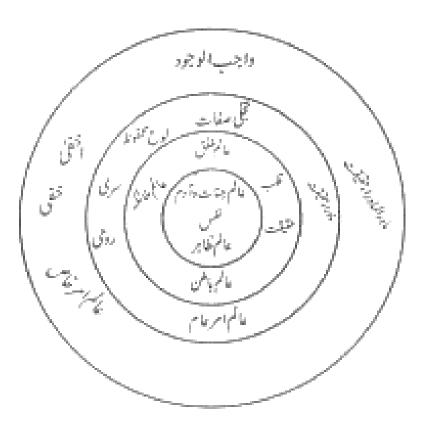
چنانچہ ذی روح یا غیر ذی روح ہر فرد کے اندر اکبر صلاحیت ہی اجتاعی زندگی کی فہم رکھتی ہے۔ ایک بکری سورج کی حرارت کو اس لئے محسوس کرتی ہے کہ وہ اور سورج شخص اکبر کی حدود میں ایک دوسرے سے الحاق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی انسان شخص اکبر کی حدود میں فہم و فراست ندر کھتا ہو تو وہ کسی دوسری نوع کے افراد کو نہیں پہچان سکتانہ اس کا مصرف جان سکتا ہے۔ جب آدمی کی آنکھ ستاروں کو ایک مرتبہ دیکھ لیتی ہے تو اس کا حافظ ستاروں کی نوع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے۔ حافظہ کو یہ صلاحیت شخص اکبر سے حاصل ہوتی ہے لیکن جب کوئی انسان اپنی نوع کے انسان کو دیکھتا ہے تو اس کی طرف ایک ششم محسوس کرتا ہے۔ یہ کشش شخص اصغر کا خاصہ ہے۔ یہاں سے اصغر ماہیئت اور اکبر ماہیئت کی شخصیص ہو جاتی ہے۔ اکبر ماہیئت کشش محسوس کرتا ہے۔ یہ کشش قریب کانام ہے۔

روحانی دنیامیں غیر ارادی حرکت کانام کشش اور ارادی حرکت کانام عمل ہے۔ غیر ارادی تمام حرکات شخص اکبر کے ارادے سے واقع ہوتی ہے۔ لیکن فرد کی تمام حرکات فرد کے اینے ارادے سے عمل میں آتی ہیں۔



احسان وتصوف

تخلی زات



دەكى دىرىي

عالم لاجوت: عَلَى ذات وعالم المرخاص، واجب الوجودان تبرتسويد عالم جبردت: حجل صفات وهم اسرعام، عالم ارواح الوت محفوظ.... تهج تجريد عالم فكوت: " عالم طائكه، عالم قلب وفيب ، عالم هني ، عالم باطن ام تشبيه

قر آن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ ساوات اور ارض کی روشن ہے۔ اس کی تشر تک یہ ہے کہ تمام موجودات ایک ہی اصل سے تخلیق ہوئی ہیں، خواہوہ موجودات بلندی کی ہول۔

مثال:

شیشے کا ایک گلوب ہے۔ اس گلوب کے اندر دوسر اگلوب ہے۔ اس دوسرے گلوب کے اندر ایک تیسر اگلوب ہے۔ اس تیسرے گلوب میں حرکت کا مظاہر ہ ہوتا ہے اور بیر حرکت شکل وصورت، جسم وہادیت کے ذریعے ظہور میں آتی ہے۔ پہلا گلوب تصوف کی زبان میں نہر تسوید یا تجلی کہلا تا ہے۔ بیہ بیٹا گلوب تصوف کی زبان میں نہر تسوید یا تجلی کہلا تا ہے۔ بیہ بیٹا گلوب تصوف کی زبان میں نہر تسوید یا تجلی کہلا تا ہے۔ بیٹا موجو دات کے ہر ذرہ سے لمحہ بہ لمحہ گزرتی رہتی ہے تا کہ اس کی اصل سیر اب ہوتی رہے۔

دوسرا گلوب نہر تجریدیانور کہلاتا ہے یہ بھی مجلی کی طرح لمحہ بہ لمحہ کا ئنات کے ہر ذرہ سے گزر تار ہتا ہے۔ تیسرا گلوب نہر تشہیدیاروشنی ہے،اس کا کر دار زندگی کوبر قرار رکھتا ہے۔ چو تھا گلوب نسمہ کا ہے جو گیسوں کا مجموعہ ہے اس ہی نسمہ کے ہجوم سے مادی شکل وصورت اور مظاہرات بنتے ہیں۔ اس کونہر تظہیر کہتے ہیں۔ اس کونہر تظہیر کہتے ہیں۔

جس خدانے دنیااور اس کی سب چیزوں کو پیدا کیاوہ آسانوں اور زمین کامالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔

(انجيل-اعمال،باب نمبر17 آيت 24)

اس آیت میں نہر تسوید اور نہر تجرید کابیان ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کی قوت خالقیت پوری کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے۔ اس ہی قوت کے تسلط کو تصوف میں نہر تجرید یانور کہتے ہیں (دنیا اور اس کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔۔۔نہر تسوید، آسانوں اور زمین کامالک ہو کر۔۔نہر تجرید)

نہ کسی چیز کامختاج ہو کر آدمیوں کے ہاتھوں سے خدمت لیتاہے کیونکہ وہ توخود ہی سب کوزندگی،سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔

(انجیل۔اعمال،باب نمبر17۔ آیت نمبر 25)

(زندگی۔۔۔نهرتشهید،سب کچھ۔۔۔نهرتظهیریانسمه)



تظہیر کی روجس کا دوسر انام نسمہ ہے کا ئنات کے مادی اجسام کو محفوظ اور متحرک رکھتی ہیں۔

لطائف سته:

ہر تخلیق نور اور روشنی سے زندہ ہے۔ نور اور روشنی ذخیر ہ ہونے کے لئے۔ ہر مخلوق میں ایسے روشن نقطے یامر اکز ہیں۔ جو نور اور روشنی کا ذخیر ہ کرتے ہیں۔ تصوف میں ان روشن نقطوں کو لطا کف کہاجا تا ہے۔

جسم میں توانائی کے مراکز ہر جگہ موجود نہیں ہیں لیکن توانائی سرسے پیر تک دور کرتی رہتی ہے اور جسم سے خارج ہوتی رہتی ہے۔ جس طرح کسی کہکشانی نظام میں ستارے روشنی خارج کرتے ہیں اسی طرح انسانی جسم سے بھی روشنی خارج ہوتی رہتی ہے۔

ظاہری جسم کی طرح انسان کے اوپرروشنیوں کا بناہوا ایک جسم ہے اور اس جسم کو جسم مثالی کہاجا تا ہے۔ جسم مثالی ان بنیادی لہروں یا بنیادی شعاعوں کا نام ہے جو ابتداء کرتی ہیں۔ جسم مثالی کی روشنیوں کا انعکاس گوشت نام ہے جو ابتداء کرتی ہیں۔ جسم مثالی کی روشنیوں کا انعکاس گوشت پوست کے جسم پر نوائج تک بھیلا ہوا ہے۔

انسان کے اندرچھ لطائف کام کرتے ہیں:

١) لطيفة اخفيٰ

٢)لطيفة خفي

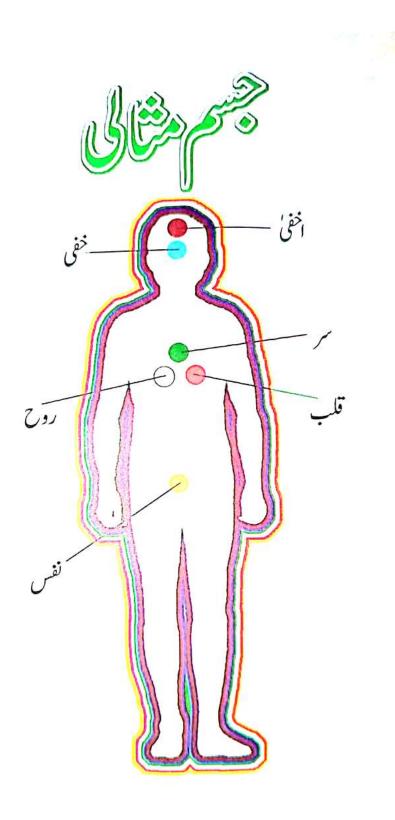
۳)لطیفهٔ سرّی

۴)لطيفة وحي

۵)نطیفهٔ قلبی

۲)لطيفة نفسي









ہر مخلوق میں تخلیقی امور کے اعتبار سے الگ الگ لطا نف ہیں۔

جنات کے اندریا نے (۵) لطفے کام کرتے ہیں۔

ملائکہ کے اندر چار (م) لطفے کام کرتے ہیں۔

اجرام ساوی کے اندر تین (۳) کطفے کام کرتے ہیں۔

حیوانات کے اندر دو(۲)لطیفے کام کرتے ہیں۔

جمادات ونباتات کے اندرایک(۱)لطیفه کام کرتاہے۔

آدمی کے اندر (۲) لطفے کام کرتے ہیں۔

فرشتے: چار لطا ئف کی مخلوق ہیں۔

ا_روح۲_سرسر قلب، احفیٰ

جنات: يانچ لطائف كى مخلوق ہيں:

ا _ نفس ۲ _ قلب ۳ _ روح ۸ _ سر ۵ _ خفی

اجرام ساوى: تين لطائف كى مخلوق ہيں۔

ا_روح۲_سر۳_ قلب

حیوانات: دولطا نُف کی مخلوق ہیں۔

ا_روح۲_سر

جمادات ونباتات: ایک لطیفه کی مخلوق ہیں:

ا_روح



ا)نهر تسويد ۲)نهر تجريد

۳)نهرتشهید ۴)نهرتظهیر

ا۔ نہر تسوید کانزول لطیفۂ اخفیٰ میں ہو تاہے۔

۲۔ نہر تجرید کانزول لطیفہ سری میں ہو تاہے۔

سرنهر تشہید کانزول لطیفہ قلبی میں ہو تاہے۔

ہم۔ نہر تظہیر کانزول لطیفۂ نفسی میں ہو تاہے۔



www.ksars.org

معجزه كرامت الشدراج

بخل تنزل کر کے نور بنتی ہے اور نور تنزل کر کے روشنی یامظہر بن جاتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر بخلی تنزل کر کے نور بنی اور نور تنزل کر کے شئے یامظہر بنا۔ ہر مظہر بخلی اور نور سے تخلیق ہوا، پھر نور اور بخلی ہی میں فناہو گیا اور اگر اللہ تعالی چاہے گا تو اس ناموجو د کو پھر موجو د کر دے گا۔ صوفی علم شئے میں ہی تصرف کرتا ہے جس کا اثر شئے پر بر اہر است پڑتا ہے۔

تصرف کی تین قشمیں ہیں:

ا)معجزه

۲) کرامت

۳)اشدراج

یہاں تینوں کافرق سمجھناضروری ہے۔استدراج وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست جنات کے زیر سابیہ کسی آدمی میں خاص وجوہ کی بناء پر پرورش پاجا تا ہے۔ صاحب استدراج کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، علم استدراج اور علم نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کا علم غیب بنی تک محدود رہتا ہے اور علم نبوت انسان کو غیب بنی کی حدودوں سے گزار کر اللہ کی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔ علم نبوت کے زیر اثر کوئی خارق عادت بنی سے صادر ہوتی ہے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں، ختم نبوت ورسالت کے بعد بیہ وراثت اولیاء اللہ کو منتقل ہوئی اور اولیاء اللہ سے صادر ہونیوالی خارق عادات کر امت کہلائی۔ لیکن بیہ بھی علم نبوت کے زیر اثر ہوتی ہے، معجزہ اور کر امت کا تصرف مستقل ہوتا ہے، مستقل سے مر ادبیہ ہے کہ جب تک صاحب تصرف اس چیز کو خود نہ ہٹا کے وہ نہیں ہٹے گی۔استدراج کے زیر اثر جو پچھ ہوتا ہے وہ مستقل نہیں ہوتا اور اس کا اثر فضا کے تاثر ات بدلنے سے خود بخود ضائع ہو جاتا ہے، استدراج کے زیر اثر جو پچھ ہوتا ہے اس کو جادو کہتے تھیں۔ اس کی ایک مثال حضور علیہ الصلاق والسلام کے دور میں بھی پیش آئی ہے۔

اس دور میں صاف ابن صیاد نام کا ایک لڑ کا مدینے کے قریب کسی باغ میں رہتا تھا۔ موقع پاکر شیطان کے شاگر دوں نے اسے اچک لیااور اس کی چھٹی مسل دور میں صاف ابن صیاد نام کا ایک لڑ کا مدینے کے قریب کسی باغ میں رہتا تھا۔ موقع پاکر شیطان کے شاگر دیا۔ وہ عبر گرمیاں عوام میں بیان کر دیتا۔

جب حضور عليه الصلاة والسلام نے اس کی شہرت سنی توا یک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا:





"آؤ! ذراابن صياد كو ديكھيں!"

اس وقت وہ مدینے کے قریب ایک سرخ ٹیلے پر کھیل رہاتھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے سوال کیا۔

"بتا!میں کون ہوں؟"

وه ر کااور سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"آپ امیوں کے رسول ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ میں خد اکار سول ہوں۔"

حضور عليه الصلوة والسلام نے فرمایا۔

" تیراعلم ناقص ہے، توشک میں پڑ گیا۔ اچھا بتا!۔۔۔میرے ول میں کیاہے؟

اس نے کہا۔

" وخ ہے۔" (ایمان نہ لانے والا) یعنی آپ منگانی آپ منگلتی متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایمان نہ لاؤں گا۔

حضور عليه الصلوة والسلام نے فرمایا۔

"پھر تیراعلم محدود ہے۔ توتر قی نہیں کر سکتا۔ تواس بات کو بھی نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے۔"

حضرت عمرؓنے فرمایا۔

" يار سول الله صَّالِيَّةِ أَا الرّ آبِ اجازت دين تومين اس كي گر دن مار دول-"

حضور عليه الصلوة والسلام نے جواب دیا۔

"اے عمر!اگریہ د حال ہے تواس پرتم قابو نہیں پاسکو گے اور اگر د حال نہیں ہے تواس کا قتل زائد ہے۔اس کو چھوڑ دو۔"

ابن صیاد کی طرح کسی بھی صاحب استدراج کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ علم استدراج اور علم نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کاعلم غیب بنبی تک محدود رہتاہے اور علم نبوت انسان کو غیب بنبی کی حدول سے گزار کر اللہ تعالیٰ کی معرفت تک پہنچادیتا ہے۔ نبی مکر م صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ اور ان کنکریوں کی آواز حضرت ابو بکر صدیق مصلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ اور ان کنکریوں کی آواز حضرت ابو بکر صدیق مصلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اس معجزہ کی سائنسی تشر سے پیش کرنا ہمارے پیش نظر ہے۔

سنگریزوں نے کلمہ پڑھا:

ا یک دو پہر حضرت عثمان غنی "سید ناعلیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق " بھی وہاں موجود تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، مخھے کیا چیزیہاں لائی؟ انہوں نے عرض کیا" اللہ اور رسول کی محبت"۔ اس سے قبل حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق مجھی سیدنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے استفسار پریہی جواب دے چکے تھے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے استفسار پریہی جواب دے چکے تھے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سات یانو کنکریاں ہاتھ میں لیس تو ان کنکریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں تشہیج پڑھی جس کی آ واز شہد کی محصول کی جھنبوں کی محصول کی محصول کی جھنبوں کی جسالہ کی طرح تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنگریاں علیحدہ علیحدہ حضرت ابو بکر صدیق مصرت عمر اور حضرت عمال کے ہاتھوں میں دیں تو کنگریوں نے سب کے ہاتھوں میں شبیح پڑھی۔

آواز کی فریکوئنسی:

آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطہ کا ذریعہ اور معلومات کے تباد لے کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت ہم بہت سی چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن بہت سی آوازیں ایس ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتی۔ یہ آوازیں ہماری ساعت سے ماوراء ہیں۔ پیچیدہ امراض کی تشخیص وعلاج، صنعت و حرفت، شخصی و تلاش کیلئے الٹر اساؤنڈ ویوز کا استعمال اب عام ہو گیا ہے۔ صدائے بازگشت کے اصول اور آواز کے ارتعاش کی بنیاد پریہ لہریں کام کرتی ہیں۔ یہ لہریں مادے کی مختلف حالتوں کے در میان امتیاز کر سکتی ہیں۔

انسان کی ساعت کا دائرہ بیس ہر ٹز (Hertz 20) سے بیس ہز ار ہر ٹز فریکوئنسی تک محدود ہے۔ جبکہ ورائے صوت موجوں کی فریکوئنسی بیس ہز ار ہر ٹز(Hertz)سے دوکر وڑ ہر ٹز(Hertz)تک ہو سکتی ہے۔اس لئے ہمارے کان ان آوازوں کو نہیں سن سکتے۔

موجوں کی دوبڑی اقسام ہیں۔ ایک وہ جن میں ذرات سکڑتے ہیں اور پھلتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور دوسرے وہ جو آگے بڑھتے ہوئے اوپر پنچے حرکت کرتے ہیں، موجوں کی اقسام کی تقسیم فریکوئنسی اور طول موج کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

موج مخصوص فاصلہ کو اوپرینچ حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے۔ یہ اس کا طول موج کہلا تا ہے۔ طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی کہا تا ہے۔ طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے اور ایک حرکت ینچ کی جانب ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ اوپر اور ایک مرتبہ ینچ دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (Cycle) پورا کرتی ہیں اور ایک سینڈ میں کسی موج کے جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں وہ موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے۔



طول موج زیادہ ہو تو فریکوئنسی کم ہوتی ہے۔ جبکہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے۔

ريڈيائی اور مقناطیسی لهریں:

ریڈیائی لہریں کم فریکوئنسی کی برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں اور ٹی وی نشریات زیادہ فریکوئنسی کی برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں۔ برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں۔ برق مقناطیسی لہروں کو آواز کی موجوں کی طرح سفر کرنے کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ پانی اور ہوا کے بغیر بھی آگے بڑھتی رہتی ہیں اور خلاء میں آگے بڑھنے میں انہیں دقت پیش نہیں آتی۔

فریکوئنسی اگر بہت بڑھ جائے تو موجیں شعاعیں بن جاتی ہیں جو سید تھی چلتی ہیں۔ کم طول موج اور زیادہ فریکوئنسی ہونے کی وجہ سے ان لہروں کی کسی چیز میں سے گزر جانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

قر آن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہر چیز ہماری حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔ یعنی کا ئنات میں موجود ہر شئے بولتی، سنتی اور ایک دوسرے کو پیچیا نتی ہے۔

"ساتوں آسان اور زمین اور وہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت بیان کر رہی ہیں جو آسان و زمین میں ہیں۔ کوئی چیز الیی نہیں ہے جو اس کی حمہ کے ساتھ اس کی شبیجے نہ کرتی ہو۔ مگر تم ان کی شبیجے کو سمجھتے نہیں ہو۔"

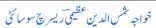
(سورة بنی اسرائیل - آیت نمبر ۴۴)

كهكشاني نظامون كالميبورز:

کائنات میں ہر فرد قدرت کا بناہوا کمپیوٹر ہے اور اس کمپیوٹر میں کہکشانی نظاموں سے متعلق تمام اطلاعات فیڈ ہیں اور کمپیوٹر ڈسک کی طرح سے اطلاعات ہر کمپیوٹر میں ذخیرہ ہیں۔ کہکشانی نظاموں میں جاری وساری یہ اطلاعات، اہروں کے دوش پر ہر لمحہ سفر کرتی رہتی ہیں۔ ہر موجو دشتے کا دوسری موجود شئے سے اہروں کے ذریعہ اطلاعات کا تباد لہ ہو تارہتا ہے۔ سائنس دان روشنی کی رفتار کوزیادہ سے زیادہ تیزر فار قرار دیتے ہیں لکن وہ اتنی تیزر فار نہیں ہے کہ زمانی مکانی فاصلوں کو منقطع کر دے۔ زمانی اور مکانی فاصلے اہروں کی گرفت میں رہتے ہیں۔ اگر کسی فرد کے ذہمن میں جنات، فرشتوں، آسانوں اور زمین سے متعلق اطلاعات کا تباد لہ نہ ہو تو انسان فرشتوں، جنات، درخت، پہاڑ، سورج اور چاند کا تذکرہ نہیں کر سکتا۔ کہکشانی نظام اور کا کنات میں جتنی بھی نوعیں اور نوعوں کے افراد کے خیالات کی اہریں ہمیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح ہماری زندگی سے متعلق تمام خیالات لہروں کے ذریعہ ہر مخلوق کو منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق کو منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق تات اس قانون سے واقف نہ ہوں۔



خیالات کی منتقلی ہی دراصل کسی مخلوق کی پیچان کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہم کسی آدمی یاکسی مخلوق کے فردسے اس لئے متاثر ہوتے ہیں کہ مخلوق کے فرد
کی لہریں ہمارے اندر دور کرنے والی لہروں میں جذب ہور ہی ہیں۔ انسان کا لاشعور کا نئات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل رابطہ رکھتا ہے۔ اس
رابطہ کے ذریعہ انسان اپناپیغام کا نئات کے ہر ذرہ تک پہنچا سکتا ہے اور دوسروں کے خیالات سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان
اس قانون سے واقف ہو جائے کہ کا نئات کی تمام مخلوق کا خیالات کی لہروں کے ذریعہ ایک دوسرے سے رابطہ اور تعلق ہے۔ خیال اس اطلاع کا
نام ہے جوہر آن اور ہر لمحہ زندگی سے قریب کرتی ہے یاد نیاوی زندگی سے دور کردیتی ہے۔



www.ksars.or

تصوف صحابه كراهم اور صحابيات

"اسلام میں روحانی زندگی کا آغاز حضور اکرم مَنگاللَّیْمِ کے زمانے میں ہوا حضور مَنگاللَّیْمِ اور ان کے صحابہ ہر بات اور ہر عمل کواللہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اللہ ہی کی جانب متوجہ رہتے تھے، ان کا جینا مر ناسب اللہ کے لئے تھا"۔ بلاشبہ حضرت محمد مَنگاللَّیْمِ کے ان تربیت یافتہ حضرات کے سینے روحانیت اور تصوف کے حوالے سے اولیاء اللہ کی حضرات کے سینے روحانیت اور تصوف کے حوالے سے اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف کا تذکرہ بڑی شد و مدسے کیا جاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ کی کرامات، کشف اور خرق عادات کا کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے۔ عوام الناس کے ذہنوں سے یہ غلط فہمی دور کرنے کے لئے اسلام کی مستند کتابوں میں سے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کی کرامات درج کی جارہی ہیں۔

سيدناابو بكر صديق :

حضرت صدیق اکبر نے جناب عائشہ کو بیس وسق تقریباً پانچ من کھجوریں ہبہ کی تھیں اور اپنی وفات سے پہلے فرمایا:
"اے میری بیٹی عائشہ المال و دولت کے باب میں مجھے تم سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔ لاریب بیس وسق کھجوریں میں نے تہہیں ہبہ کیں تھیں۔ اگر
تم نے انہیں توڑ کر اکٹھا کر لیاہو تا تو وہ تبہاری مملو کہ ہو جاتیں لیکن اب وہ تمام وار ثوں کامال ہے۔ جس میں تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں شریک
بیں۔ اس کو قرآن کریم کے احکام کے موافق تقسیم کرنا۔ حضرت عائشہ نے کہا۔ ابا جان! اگر بہت زیادہ بھی ہو تیں تب بھی اس ہبہ سے دست
بر دار ہو جاتی لیکن یہ تو فرمایئے کہ میری بہن تو صرف اسائے ہے۔ یہ دوسری بہن کون ہے ؟ حضرت ابو بکر صدیق نے جو اب دیا کہ بنت خارجہ کے
بیٹ میں مجھے لڑی دکھائی دے رہی ہے۔ "بالآخر ام کاثومؓ پیدا ہو کیں۔

سيدنافاروق اعظم عمر بن خطاب:

حضرت عمرٌ ایک دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک فرمایا! اے ساریہؓ پہاڑ کی طرف ہٹ جا۔ آپؒ نے تین دفعہ اسی طرح فرمایا کیونکہ پہاڑ کی طرف ہٹ جانے سے مسلمانوں کے غالب ہو جانے کی امید تھی۔ تھوڑی دنوں کے بعد شعب نہاوند سے فوج کا قاصد آیا تواس سے لڑائی کا حال یو چھا۔ قاصد نے عرض کیا!

اے امیر المومنین!ایک دن شکست ہونے کو تھی کہ ہمیں ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی پکار کر کہہ رہاہو کہ اے ساریہ ٹیہاڑ کی طرف ہٹ جا۔اس آواز کو ہم نے تین مرتبہ سنااور ہم نے پہاڑ کی طرف سے ہٹ کر سہارالیااور اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرکین پر فتح دی۔





سيرناعثمان ذوالنورين :

حضرت عثمان ذوالنورین کے آزاد کر دہ غلام مجن کہتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے ساتھ آپ کی ایک زمین پر گیاجہاں ایک عورت نے جو کسی تکلیف میں مبتلا تھی آپ کے پاس آکر عرض کیا۔ اے امیر المومنین! مجھ سے زناکا ار تکاب ہو گیا ہے۔ اس پر آپ نے مجھے تھم دیا کہ اس عورت کو باہر نکال دو۔ چنانچہ میں نے اس کو بھگادیا۔ تھوڑی دیر بعد اس عورت نے آکر پھر اس غلطی کا اعتراف کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ اسے باہر نکال دو۔ تیسری مرتبہ اس عورت نے پھر آکر کہا۔ اے خلیفہ وقت میں نے بلاشک وشبہ گناہ کبیرہ کیا ہے میرے اوپر حدِ زناجاری فرمادیں۔

حضرت عثمان نے ارشاد فرمایا۔ اے مجن! اس عورت پر مصیبت آپڑی ہے اور وہ مصیبت اور تکلیف ہمیشہ فساد کا سبب ہوتی ہے۔ اس کو پیٹ بھر کر روٹی اور تن بھر کپڑا دے ، اس دیوانی کو میں اپنے ساتھ لے گیا۔ میں نے اسے آرام سے رکھا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کے ہوش و حواس درست ہوئے تو وہ مطمئن ہو گئی۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ اچھا اب اسے کھور ، آٹا اور کشمش دے دے ۔ میں نے سامان گدھے پر لاد کر اسے دے دیا۔ میں نے اس سے بوچھا۔ اب بھی تو وہ کہ کہتی ہے جو امیر المو منین کے سامنے کہہ رہی تھی اس نے کہا نہیں میں نے جو کچھ کہا تھا تکلیفوں اور مصیبتوں کے پہاڑ بھٹ پڑنے کی وجہ سے کہا تھا۔ تا کہ حد لگادی جائے اور مجھے مصیبتوں سے نجات مل جائے۔

سيرناعلى ابن ابي طالب يُ:

حضرت ابورافع کہتے ہیں سر کار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی گو حجنڈا دے کر خیبر کی طرف روانہ کیا اور وہ خیبر کے قلعے کے پاس پہنچے تو خیبر والے آپٹے پر ٹوٹ پڑے۔بڑی خونریزی ہوئی۔ایک یہودی نے وار کرکے آپٹے کے ہاتھ سے ڈھال

گرادی۔ حضرت علی آگے بڑھے اور قلعے کا ایک دروازہ اٹھا کر اپنی ڈھال بنالیا۔ بالآخر دشمنوں پر فتح حاصل ہو جانے کے بعد اس دروازے کو سچینک دیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ سات آدمی اور بھی تھے اور ہم آٹھ آدمی مل کر اس دروازے کوالٹ دینے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن وہ دروازہ جس کو تن تنہا حضرت علی نے اپنے ایک ہاتھ میں اٹھالیا تھا ہم آٹھ آدمی اس کو نہیں پلٹ سکے۔

ام المومنين حضرت خديجه الكبريُّ:

ایک بارسید ناحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل ہے مجھ سے آکر کہایار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس بی بی خدیجہ اُ آر بی بیں اور ان کے ہاتھ میں جو برتن ہے اس میں کھانا اور پانی ہے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائیں توان سے میر اسلام کہہ دیجئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کوسلام کہا ہے اور کہہ دیجئے کہ آپ خوش ہو جائے۔ آپ کے لئے جنت میں ایسامکان ہے جو موتوں کا بنا ہوا ہے جہاں شور و غل اور تکلیف نہیں ہے۔





www.ksars.org

ام المومنين حضرت عائشةٌ:

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا، ان قحط زدہ لوگوں نے حضرت عائشہ ؓ سے جاکر کہا کہ اس قحط سے ہم لوگ بہت پریشان ہو گئے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا!رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مز ار مبارک کی طرف اور گبندِ خضراء میں آسمان کی طرف کو ایک آرپارسوراخ کر دو۔ ان لوگوں نے ایساہی کیا تو خوب بارش ہوئی۔ حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا۔ اے عائشہ ؓ جبریل ؓ تم کوسلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے جواباً گہاان پر اللہ کی سلامتی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

حضرت بي بي فاطمته الزهراُّ:

حضرت اُم سلمہ ؓ نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ ؓ بیار تھیں اور میں تیار دار تھی۔ایک دن صبح سویر ہے انہیں افاقہ محسوس ہوا۔ حضرت علی ؓ گئی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہ ؓ نے کہا۔ اے امال میں نہانا چاہتی ہوں۔ میں نے پانی تیار کر دیا اور جس طرح وہ تندر ستی میں نہاتی تھیں ویسے ہی خوب نہائمیں۔ پھر انہوں نے نئے کپڑے مانگے۔ میں نے کپڑے بھی دے دیئے۔ انہوں نے خود پہن کر کہاا می اب ذرا آپ میں ویسے ہی خوب نہائمیں۔ پھر انہوں نے نئے کپڑے مانگے۔ میں نے کپڑے ہی دے دیئے۔ انہوں نے خود پہن کر کہاا می اب ذرا آپ میرے لئے گھر کے بیچوں نچ بچھونا بچھاد بیجئے۔ میں نے یہ بھی کر دیا۔ بس وہ بستر پر جالیٹیں اور قبلے کی طرف کی منہ کر کے اپناا یک ہاتھ اپنے گال کے بنچ رکھ کر کہا۔ امال! ب میں اللہ تعالیٰ سے ملنے جار ہی ہوں اور بالکل پاک ہوں۔ اب کوئی بلا ضرورت مجھے کھولے نہیں۔ اس کے بعد ان کی روح پر واز کر گئی۔

حضرت انس:

حضرت انس بن مالک کے بھیتج حضرت انس نفٹر فرماتے ہیں کہ ان کی پھوپھی نے کسی لڑکی کا اگلا دانت توڑ دیا تھا۔ ہمارے خاندان کے لوگوں نے انسی معافی مانگی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر ان سے کہا گیا کہ تم لوگ دیت یعنی دانت کے بدلے دانت لینے کے برائے بھے دانسی کے بجائے کچھ رقم لے لوس پر بھی ان لوگوں نے انکار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی دینے اور دیت قبول کرنے پر انکار کرتے ہوئے قصاص طلب کیا۔

چنانچہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا تکم صادر فرمایا۔ اس پر حضرت انس بن نضیر ؓ نے کہا۔ یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری چوپھی کا دانت توڑ دیا جائے گا؟ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انس ؓ اللہ کی کتاب قصاص کا تھم دیتی ہے۔ یہ سن کر لوگ خوش ہو گئے اور دانت کابد لہ معاف کر دیا۔



حضرت سعد بن اني و قاص :

امام بخاری آیک طویل قصے میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی و قاص نے فرمایا اللہ کی قشم میں اس شخص کے لئے بد دعا کر تا ہوں جس نے میر ی تین جھوٹی شکایتیں کی تھیں۔ اے اللہ! بیہ تیر اجھوٹا بندہ جو مکاری سے شکایتیں سنانے کے لئے گھڑا ہوا ہے اس کی عمر دراز کر دے۔ حضرت سعد گی اس دعا کے بعد لوگ جب اس کی خیریت دریافت کرتے تھے تو وہ کہتا تھا کہ میں بالکل بڈھا ہو گیا ہوں، میر ی عقل ماری گئی ہے۔ اور سعد گی بد دعالگ گئی ہے۔ عبد الممالک آ کہتے ہیں کہ میں نے اس بڈھے کو اس حال میں دیکھا کہ بڑھا ہے کی وجہ سے اس کی آ تکھوں کو اس کی دونوں بھوؤں نے بالکل چھپالیا تھا اور وہ راستہ چلتی لونڈیوں کوروکیا تھا اور بے حیائی کی باتیں کرتا تھا۔ افلاس و غربت کی وجہ سے انتہائی تنگ دست تھا۔

حضرت عبد الله بن مسعودً:

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایاہم کئی صحابی کھانا کھار ہے تھے ہم نے سنا کہ وہ غذ اﷲ کی تشبیح بیان کرر ہی ہے۔

وه کھاناسبحان اللّٰد، سبحان اللّٰد برِڑھ رہاتھا۔

حضرت اسيد بن حضير عبادُّ:

حضرت انس سے روایت ہے کہ سر کار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسید عباد نے چند معروضات پیش کیں۔ رات بہت تاریک تھی چنانچہ وہ اسی اند ھیرے میں اپنے گھروں کولوٹے ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ ان میں سے ایک لاٹھی روشن ہوگئی اور شمع کا کام دینے لگی جب ایک کاراستہ ختم ہو گیا اور دوسرے کو آگے جانا تھاتو دوسرے شخص کی لاٹھی روشن ہوگئی۔ اور دوسر ابھی اپنے گھر پہنچ گیا۔

حضرت جابراً:

حضرت جابر الروایت کرتے ہیں کہ جنگ احد کے وقت ایک رات مجھے میر ہے والد نے طلب کر کے فرمایا۔ کل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی شہادت میں سب سے نہلے میں شہید ہوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ مجھ پر ایک آدمی کا قرضہ ہے اور وہ اداکر دینا اور میں تہہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ میں نے دیکھا کہ میدان احد میں سب سے پہلے میرے والد نے جام شہادت نوش فرمایا۔

ابن منکدر سے روایت ہے کہ حضرت سفینہ جور سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ایک مرتبہ سرز مین روم میں راستہ بھول گئے۔وہ راستہ تلاش کررہے تھے کہ دشمنان اسلام نے انہیں گر فتار کر لیا۔

وہ قید سے فرار ہو گئے۔ راستہ میں انہیں ایک شیر نظر آیا۔ انہوں نے اس شیر کوکنیت سے پکار کر کہا۔ اے ابوالحارث ایمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میں راستہ بھول گیا ہوں۔ شیر نے یہ سن کر ان کے سامنے دم ہلائی۔ اور ان کے برابر چلنے لگا۔ اسے جب کوئی آواز سنائی دیتی تو فوراً ادھر کارخ کر لیتا اور کان کھڑے کر کے ادھر اُدھر دیکھتا۔ جب خطرے کا احساس ختم ہو جاتا تو پھر آپ کے ساتھ چلنے لگتا۔ جب حضرت سفینہ اُسلامی لشکر میں پہنچ گئے تو شیر واپس لوٹ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ:

حضرت ابوہریرہ کیج ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بوچھا۔ تمہارے قیدی کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا۔ حضور اس کا ارادہ ہے کہ مجھے الیی باتیں سکھائے جن سے مجھے فائدہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یاد رکھوجو کچھ اس نے کہاوہ ٹھیک ہے۔ لیکن تین راتوں سے تم جس سے باتیں کر رہے ہو جانتے ہو وہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں جانتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاوہ شیطان ہے۔

حضرت رہیج بن حراش:

حضرت رہے بن حراش کہتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے۔ ہمارے بڑے بھائی حضرت رہے گئے نمازی اور روزے دار تھے۔ سر دیوں گرمیوں میں بھی وہ نفلیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہواتو ہم سب ان کے پاس جمع تھے اور ہم ایک آدمی کو ان کے لئے کفن کا کپڑا لیے بھیج چکے تھے کہ یکا یک انہوں نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا کر کہا۔ اے بر ادران السلام علیم الوگوں نے جو اب دیا۔ وعلیم السلام۔ اور پوچھا کہ تم موت کے بعد بھی بات کرتے ہو؟

حضرت رہی نے جواب دیا۔ ہاں تم سے جدا ہو کر جب پرور دگار عالم سے ملا تومیں نے اسے غضب ناک نہیں دیکھا۔ اس نے مجھ پر رحمتوں کے بادل بر ساکر جنت کی خوشبو کیں، جنت کی روزی، جنت کے لباس مرحمت فرمائے۔ سنو! حضرت ابوالقاسم رسول الله صلی الله علیه وسلم میری نماز پڑھنے کے منتظر ہیں۔ بس اب دیر مت لگاؤ اور جلدی کرو۔ یہ قصہ جب حضرت عائشہ موسنایا گیاتو آپ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں ایسے آدمی ہیں جو حضرت عائشہ موسنایا گیاتو آپ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں ایسے آدمی ہیں جو مرنے کے بعد بھی گفتگو کرتے ہیں۔

حضرت علاء بن حضر مي ُ:ْ

سہم بن مجانب بیان کرتے ہیں کہ ہم علاء بن حضر می گے ساتھ جہاد کے لئے روانہ ہو کر مقام دارین پنچے۔ ہندوسانی مشک اور کستوری کی بحرین میں بہت بڑی منڈی ہے اور سمندر کے ساحل پر واقع ہے۔ چنانچہ حضرت علاء بن حضر می ؓ نے سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر کہا۔ اے اللہ تو جاننے والا ہے ، تو قوت والا ہے ، تو بہت بڑا ہے۔ ہم تیرے معمولی بندے ہیں ، یہاں کھڑے ہیں اور اسلام کا دشمن سمندر کے اس سرے پر ہے۔ اللہ ان کو شکست دینے کے لئے ان کو راہ راست پر لانے کے لئے اور ان کو اسلام کا کلمہ پڑھانے کے لئے ہم کو ان تک پہنچادے۔

اس دعاکے بعد انہوں نے ہم سب کو سمندر میں اتار دیا۔ سمندر کا پانی ہمارے گھوڑوں کے سینوں تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ ہم سمندر پار ہو گئے۔

حضرت اسامه بن زيدٌ:

حضرت اسامةٌ ہے روایت ہے کہ انہوں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبریل کو دیکھا۔

حضرت سلمان :

حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو در داءؓ بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کے سامنے ایک پیالہ رکھاہوا تھاجو سجان اللہ پڑھ رہا تھا۔

مندرجہ واقعات و کرامات بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ورنہ ہر صحافیؓ کی زندگی میں بے شار خرق عادات موجود ہیں۔ سیدنا حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے صحافیؓ اور صحابیاتؓ کی کرامات اور خرق عادات اسلامی تاریخ میں ریکارڈ ہیں۔

یہ اعتراض بھی کہ صحابہ کراٹم اور صحابیات نے مراقبہ نہیں کئے محض غلط فہمی ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے سوچ، بچار، تفکر، تلاش، ذہنی کیسوئی کے ساتھ کسی بھی بات کی فضیلت اور کنہ کو تلاش کرتے ہیں تواس کا مطلب بھی مراقبہ ہے۔ مراقبہ کے ساتھ کسی بات کی فضیلت اور کنہ کو تلاش کرتے ہیں تواس کا مطلب بھی مراقبہ ہے۔ صحابہ کراٹم اور صحابیات کی پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور قر آئی آیات پر غور و فکر کرنے میں گزری ہے۔ غور و فکر میں جتناوقت گزر تا تھا۔ وہ سب مراقبہ کی تعریف میں آتا ہے۔

مر اقبہ دراصل ذہنی کیسوئی کے ساتھ اپنی روحانی صلاحیتوں اور غیب بین نظر کو بیدار اور متحرک کرنے کے لئے ایک طریقہ ہے۔



مراقبہ سے مراد مرتبہ احسان ہے۔

نور نبوت کے ذریعے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو مرتبہ احسان حاصل تھااور مرتبہ احسان کاحاصل ہونابلاشبہ روحانیت یاتصوف ہے۔

صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے روحانی اجہام نور نبوت سے روش اور منور تھے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور سیرت طیبہ پر غور کرتے تھے توان کے اندر انوار کا ذخیر ہ ان کی رہنمائی کرتا تھا۔ قرآنی آیات پر نظر کرکے وہ خود کو اللہ سے قریب محسوس کرتے تھے۔



نماز اور تصوف

صلاة ذہنی کیسوئی حاصل کرنے کا ایک ایساطریقہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام اور سیدنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اختیار فرمایا ہے۔اس طریقہ میں بڑی اہمیت تفکر کو ہے۔صلوۃ میں اللہ کے ساتھ بندے کا تعلق قائم ہو جاتا ہے جب بندہ اس تفکر کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہو تاہے کہ مجھے اللہ د کچھ رہاہے تواللہ کی صفات میں ذہن مر کوز ہو جاتا ہے۔روحانی کیفیات میں تفکر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل مدت تک غار حرامیں اللہ کی نشانیوں پر تفکر فرمایا ہے۔ تفکر کامفہوم یہ ہے کہ ہر طرف سے ذہن ہٹا کر اللہ کی نشانیوں پر غور کیا جائے۔ار کان اسلام کی پنجمیل کے بعد بندہ کا اللہ کے ساتھ رابطہ قائم رہتاہے۔

صلوة كى اہميت:

احسان وتصوف

صلاۃ اس عبادت کانام ہے جس میں اللہ کی بڑائی، تعظیم اور اس کی ربوبیت و حاکمیت کو تسلیم کیاجا تاہے، نماز ہر پیغیبر اور اس کی امت پر فرض ہے۔ نماز قائم کر کے بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ نماز فواحثات اور منکرات سے رو کتی ہے۔ صلاۃ دراصل اللہ سے تعلق قائم کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ مسلسل گہرائیوں کے ذریعہ سالک کو ذہنی مر کزیت قائم کرنے کی مشق ہو جاتی ہے اس لئے مراقبہ کرنے والے حضرات وخوا تین جب نماز اداکرتے ہیں تو آسانی سے ان کا دلی تعلق اللہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اساعیل علیہ السلام کومکہ کی بے آب و گیاز مین پر آباد کیاتواس کی غرض یہ بیان کی:

"اے ہمارے پرورد گار! تاکہ وہ صلاق (آپ کے ساتھ تعلق اور رابطہ قائم کریں)۔"

(سورهٔ ابراہیم۔ آیت نمبر ۳۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل کے لئے ہے دعا کی:

"اے میرے پر ورد گار!مجھ کو اور میری نسل میں ہے لو گوں کو صلوۃ (رابطہ) قائم کرنے والا بنا۔"

(سورهٔ ابراهیم - آیت نمبر ۴۸)

"حضرت اسلعیل علیه السلام اینے اہل وعیال کوصلاۃ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے۔"

(سورۇم يم_ آيت نمبر ۵۵)



حضرت اوط علیہ السلام، حضرت استحق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی نسل کے پیغیبروں کے بارے میں قر آن کہتا ہے:

"اور ہم نے ان کونیک کاموں کے کرنے اور صلاق قائم کرنے کی وحی کی۔"

(سورهٔ انبیاء۔ آیت نمبر ۲۳)

حضرت لقمان عليه السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

"اے میرے بیٹے صلوۃ قائم کر۔" (سورہ لقمان۔ آیت نمبر ۱۷)

اللّٰدنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

"اور میری یاد کیلئے صلوۃ قائم کر (یعنی میری طرف ذہنی یکسوئی کے ساتھ متوجہ رہ)"۔

(سورهٔ طحابه آیت نمبر ۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو اللہ نے حکم دیا۔

"اورالله نے صلاقة كا حكم دياہے۔" (سور ؤيونس۔ آيت نمبر ۸۷)

عرب میں یہود اور عیسائی قائم الصلوۃ تھے۔

''اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جوراتوں کو کھڑے ہو کر اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدہ (اللہ کے ساتھ سپر دگی) کرتے ہیں۔''

"اور وہ لوگ جو تھم پکڑتے ہیں کتاب (اللہ کے بنائے پروگرام اور آسانی قانون) کو اور قائم رکھتے ہیں صلوۃ ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنے والوں کے۔"

(سورهٔ اعراف - آیت نمبر ۱۷۰)

غيب کی د نيا:

بندہ جب اللہ سے اپنا تعلق قائم کرلیتا ہے تواس کے دماغ میں ایک دروازہ کھل جاتا ہے جس سے گزر کروہ غیب کی دنیامیں داخل ہو جاتا ہے۔

صلوۃ ذہنی مرکزیت (Concentration) کو بحال کر دیتی ہے۔ انسان ذہنی کیسوئی کے ساتھ شعوری کیفیات سے نکل کر لاشعوری کیفیات میں داخل ہو جاتا ہے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہونے کامطلب پیہے کہ بندہ ہر طرف سے ذہن ہٹا کر شعوری دنیاسے نکل کرلاشعوری دنیا یعنی غیب کی دنیاسے آشناہو جائے۔

نماز میں خیالات کا جوم:

نمازمیں خیالات سے بیخے کاطریقہ یہ ہے کہ:

"صلاق قائم کرنے سے پہلے آرام وہ نشست میں قبلہ رخ بیٹھ کر تین مرتبہ درود شریف، تین بار کلمہ شہادت پڑھیں اور آ تکھیں بند کر کے ایک سے تین منٹ تک بیر تصور قائم کریں کہ:

" میں عرش کے بنچے ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہیں اور میں اللہ کو سجدہ کر رہاہوں"۔

قر آن حکیم اللہ کا کلام ہے اور ان حقائق ومعارف کابیان ہے جواللہ تعالی نے بوسیلہ حضرت جبر ائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمائے۔ قر آن مجید کاہر لفظ انوار و تجلیات کا ذخیر ہ ہے۔

بظاہر مضامین غیب عربی الفاظ میں ہیں لیکن ان الفاظ کے پیچیے نوری معانی کی وسیع دنیا موجو دہے۔ تصوف کے اساتذہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے شاگر دالفاظ میں موجود مخفی نور کو دیکھ لیس تا کہ قر آن حکیم اپنی پوری جامعیت اور معنویت کے ساتھ ان پر روشن ہو جائے۔

الله كاعرفان:

روحانی اساتذہ بتاتے ہیں کہ جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، چاہے نماز میں، تہجد کے نوافل میں یا صرف تلاوت کے وقت، نمازی یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کلام کے ذریعے مجھ سے مخاطب ہیں اور میں اسی کی معرفت اس کلام کو سن رہاہوں۔ تلاوت کے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ الفاظ کے نوری تشلات ہمارے اوپر منکشف ہورہے ہیں۔

بندہ جب ذہنی توجہ کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت کرتا ہے تواسے انہاک نصیب ہو جاتا ہے۔ قرآنی آیات کو بار بار پڑھنے سے ملاء اعلیٰ سے ایک ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جس قدر قلب کا آئینہ صاف ہو تا ہے اس مناسبت سے معانی و مفاہیم کی نورانی دنیا اس کے اوپر ظاہر ہونے لگتی ہے۔

الله کی دوستی حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم نے جس پروگرام کا تذکرہ کیاہے اس میں دوباتیں بہت اہم اور ضروری ہیں۔

" قائمَ كروصلوة اور اداكر وزكوة"

(سورهٔ بقره - آیت نمبر ۳۴)



قر آنی پروگرام کے بید دونوں اجزاء نماز اور زکو ق،روح اور جسم کاوظیفہ ہیں۔ وظیفہ سے مراد وہ حرکت ہے جو زندگی کی حرکت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلاق والسلام کاار شادہے:

"جب تم نماز میں مشغول ہو توبیہ محسوس کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں یابیہ محسوس کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہاہے۔"

روح كاو ظيفه:

نماز میں وظیفۂ اعضاء کی حرکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہنے کی عادت ہونی چاہئے۔ ذہن کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوناروح کاوظیفہ ہے۔ اور اعضاء کا حرکت میں رہنا جسم کاوظیفہ ہے۔ قیام صلوٰۃ کے ذریعے کوئی بندہ اس بات کاعادی ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

الله كود يكهنا:

جس حد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوؤ حسنہ پر کسی امتی کا عمل ہو تاہے، اسی مناسبت سے اسے حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ قلب میں جلاپیدا کرنے کے لئے ہمیں خود کو ان چیزوں سے دور کرناہو گاجو ہمیں پاکیزگی، صفائی اور نورانیت سے دور کرتی ہیں۔ اس دماغ کورد کرناہو گاجو ہمارے اندر نافرمانی کا دماغ ہے۔ اس دماغ سے آشائی حاصل کرناہو گی جو جنت کا دماغ ہے اور جس دماغ پر تجلیات کا نزول ہو تاہے۔

نماز ایساوظیفیراعضاءاور روحانی عمل ہے جس میں تمام جسمانی حرکات اور روحانی کیفیات شامل ہیں۔

نمازی اللہ کی طرف رجوع ہونے کی نیت کرتا ہے۔ پھر وضو کر کے پاک صاف ہوتا ہے۔ پاک جگہ کا انتخاب کرتا ہے۔ قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے۔ پھر ہاتھ ہاندھ لیرتا ہے۔ قرآن تھیم کی تلاوت کرتا ہے لیخی اللہ سے جمکلام ہوتا ہے۔ اللہ کی حمہ پڑھتا ہے اور اللہ کی صفات بیان کرتا ہے۔ پھر جھک جاتا ہے۔ تسبح پڑھتا ہے میرارب پاک اور عظیم ہے۔ پھر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اے ہمارے رب ہم تیری تعریف بیان کرتا ہے۔ پھر سجدے میں چلا جاتا ہے۔ جبین نیاز زمین پر رکھ کر اعلان کرتا ہے اے ہمارے رب تو ہی سب سے اعلی اور بلند مرتبہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر سلام عرض کرتا ہے۔ نماز میں ہاتھ دھونا، کلی کرنا، ناک میں پائی ڈالنا، منہ دھونا، سرکا مسح کرنا وغیرہ سب جسمانی وظیفہ ہے۔ نماز میں کھڑے ہونا، جبحہ کرنا، دوزانوں بیٹھنا اور ادھر اُدھر دیکھنا ہے بھی جسمانی وظیفہ ہے۔ سب اعمال کا مقصد سے ہو جاتا ہے کہ دوہ اپنے ہم علی میں اللہ کو دیکھتا ہے۔ ہم ناز میں اللہ کو دیکھتا ہے۔ ہم ناز بندہ اور اللہ کے در میان ایک راستہ ہے۔ نماز میں مشغول ہو کر بندہ غیر خداسے دور ہو کر خواسے تر عبل میں اللہ کو دیکھتا ہے۔ ہم ناز بندہ اور اللہ کے در میان ایک راستہ ہے۔ نماز میں مشغول ہو کر بندہ غیر خداسے دور ہو کہ خداسے قریب ہو جاتا ہے۔ بندہ کے اندر جب یہ کیفیت مستخام ہو جاتی ہے تواسے مرتبہ احسان موجاتا ہے۔ نماز مرتبہ احسان پر عمل کرنے کا ممل پر وگرام ہے۔ (ضیاء القلوب)



www.ksars.or

صوم اور تصوف

" ماہ رمضان جس میں نازل ہوا قر آن جس میں ہدایت ہے لو گوں کے واسطے اور راہ پانے کی کھلی نشانیاں ہیں۔"

(سورهٔ بقره ۱۸۵)

سوال یہ ہے کہ نزول قر آن کے سلسلے میں رمضان کا تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟ جبکہ وحی رمضان کے علاوہ بھی آتی رہی ہے۔ یہ تلاش کرنا بھی ضروری ہے کہ رمضان سے کہ رمضان المبارک اور عام دنوں میں کیا فرق ہے اور ماہ رمضان میں انسانی تصورات اور احساسات میں کیا تبدیلی رونما ہو جاتی ہے؟ رمضان المبارک سے متعلق اللہ تعالیٰ کاار شاد ہے:

"اورجب تجھسے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تومیں نزدیک ہوں، پہنچا ہوں پکارتے کی پکار کوجس وقت مجھ کو پکار تاہے۔"

(سورهٔ بقره ۱ آیت نمبر ۱۸۲)

آیت کریمہ بتاتی ہے کہ بندہ اور اللہ کے در میان کسی قشم کا کوئی فاصلہ حاکل نہیں ہے۔

روزه كامقصد:

زندگی نقاضوں کانام ہے۔ یہ نقاضے ہی ہمارے اندر حواس بناتے ہیں۔ بھوک، پیاس، جنس، ایک دوسرے سے بات کرنے کی خواہش، آپس کا میل جول اور ہز اروں قتم کی دلچسپیاں یہ سب نقاضے ہیں اور ان نقاضوں کا دارومدار حواس پر ہے۔ حواس اگر نقاضے قبول کر لیتے ہیں تو یہ نقاضے حواس کے اندر جذب ہوکر ہمیں مظاہر اتی خدو خال کاعلم بخشتے ہیں۔

ر مضان کے علاوہ عام دنوں میں ہماری دلچسپیاں مظاہر کے ساتھ زیادہ رہتی ہیں۔ حصول معاش میں جدوجہد کرنا اور دنیاوی دوسرے مشاغل میں ہم گھرے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس روزہ ہمیں ایسے نقطے پرلے آتا ہے جہاں سے مظاہر کی نفی شروع ہوتی ہے۔ مثلاً وقت معینہ تک ظاہر می حواس سے توجہ ہٹا کر ذہن کو اس کے برعکس روزہ ہمیں ازاد دنیا (غیب کی دنیا) سے روشناس کرتے ہیں۔ روزہ اس بات پر آمادہ کرنا کہ ظاہر می حواس کے علاوہ اور بھی حواس ہمارے اندر موجود ہیں جو ہمیں آزاد دنیا (غیب کی دنیا) سے روشناس کرتے ہیں۔ روزہ زندگی میں کام کرنے والے ظاہر می حواس پر ضرب لگا کران کو معطل کر دیتا ہے۔ بھوک پیاس پر کنٹرول، گفتگو میں احتیاط، نیند میں کمی اور چو ہیں گھنٹے





کسی نہ کسی طرح ہیہ کوشش کی جاتی ہے کہ مظاہر کی گرفت سے نکل کر غیب میں سفر کیا جائے۔ یہ تصور غالب رہتا ہے کہ ہم اللہ کے لئے بھو کے پیاسے ہیں۔

حدیث قدسی:

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کاار شادہے:

"روزے کی جزامیں خو د ہوں۔"

یعنی روزے دار کے اندروہ حواس کام کرنے لگتے ہیں جن حواس سے انسان اللہ تعالیٰ کی تجلی کا دیدار کرلیتا ہے۔

الله تعالی سے دور کرنے والے حواس سب کے سب مظاہر ہیں اور الله تعالی سے قریب کرنے والے حواس سب کے سب غیب ہیں۔ مظاہر میں انسان زمان و مکان میں قید ہے اور غیب میں زمانیت اور مکانیت انسان کی پابند ہے۔ جو حواس ہمیں غیب سے روشناس اور متعارف کراتے ہیں قر آن پاک کی زبان میں ان کانام "لیل "یعنی رات ہے۔

ارشادہے کہ:

" ہم داخل کرتے ہیں رات کو دن میں اور داخل کرتے ہیں دن کو رات میں۔"

(سورهُ آل عمران - آیت نمبر 27)

دوسری جگه ار شادہ:

"ہم اد هیر لیتے ہیں رات پرسے دن کو۔"

یعنی حواس ایک ہی ہیں۔ ان میں صرف درجہ بندی ہوتی ہے۔ دن کے حواس میں زمان اور مکان کی پابندی ہے لیکن رات کے حواس میں مکانیت اور زمانیت کی پابندی نہیں ہے۔ رات کے یہی حواس غیب میں سفر کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور انہی حواس سے انسان برزخ، اعراف، ملا نکہ اور ملاء اعلیٰ کا عرفان حاصل کرتاہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس (۳۰)رات کا اور پورا کیاان کو دس سے تب پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس (۴۰)رات۔"





(سورهٔ اعراف آیت نمبر ۱۴۲)

الله تعالی فرمارہے ہیں کہ ہم نے حضرت موسی علیہ السلام کو چالیس رات میں تورات (غیبی اعشافات)عطافر مائی۔الله تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے چالیس (۴۰) دن میں وعدہ پوراکیا، صرف رات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس (۴۰) دن اور چالیس (۴۰) رات کوہ طور پر قیام فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ چالیس دن اور چالیس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پررات کے حواس غالب رہے۔

سید ناحضور علیه الصلوة والسلام کی معراج کے بارے میں الله تعالی کاار شاد ہے:

"پاک ذات ہے جولے گیااپنے بندے کورات ہی رات ادب والی مسجد (مسجد الحرام) سے پرلی مسجد (مسجد الاقصلی) تک جس میں ہم نے خوبیال رکھی ہیں کہ دکھائیں اس کواپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سنتاد کھتا۔"

(سورهٔ بنی اسرائیل - آیت نمبرا)

رات کے حواس (سونے کی حالت) میں ہم نہ کھاتے ہیں، نہ بات کرتے ہیں، اور نہ ہی اراد تأذ ہن کو دنیاوی معاملات میں استعال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم مظاہر اتی پابندی سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں۔

روزے کا پروگرام ہمیں یہی عمل اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔روزے میں تقریباًوہ تمام حواس ہمارے اوپر غالب ہو جاتے ہیں جن کانام رات ہے۔

روزه ترک کا نظام ہے:

"روزه میرے لئے ہے اور روزه کی جزامیں ہوں۔" (حدیث قدسی)

دراصل روزه وه نظام ہے جو"ترک"سے تعلق استوار کرتاہے۔

روزہ دار اپنازیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزار تا ہے۔ روزہ دار صرف اور صرف اللّه تعالیٰ کی خوشنو دی کے لئے صاف ستھری زندگی، صیحے نظام الاو قات میں گزار تاہے تواللّہ خو در ہنمائی کر تاہے۔اللّہ خو دساتھ ہو تاہے۔اللّہ قریب ہو تاہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس قتم کے پروگرام جس سے غیب کی دنیا کا انگشاف ہو خاص حضرات کے لئے مخصوص ہے۔ اگر اس قتم کے پروگرام مخصوص لوگوں کے لئے ہوتے تو کتابوں میں اتنے زیادہ کامیاب خواتین و حضرات کے نام نہ کھے جاتے۔ صوفیاء کرام کے بیوی، پیچ ہوتے ہیں۔





صوفیاءخوا تین کے شوہر ہوتے ہیں وہ دنیا کے سارے کام کرتے ہیں۔اور اسی طرح زندگی گزارتے ہیں جس طرح عام آدمی زندگی گزار تاہے۔ فرق صرف پیہے کہ یہ حضرات اللہ کے لئے "ترک"کی لذت سے واقف ہوتے ہیں اور ہم ترک کی لذت سے نا آشناہیں۔

سید نا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر اُمی کے لئے ترک ممکن ہے۔جو بندہ صبح سے شام تک محض اللہ کے لئے بھوکا پیاسار ہتاہے وہ ترک کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ یبی وجہ ہے کہ اگر روزہ چھوٹ جائے تو سارے دن یہ محسوس ہو تاہے کہ کوئی قیمتی چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئ۔ سخت گرمی اور چلیاتی دھوپ میں اللہ کے لئے پانی نہ بینا اور تمام حلال چیزوں کو اپنے او پر حرام کرلینا، بلاشبہ اللہ کیلئے ترک ہے۔ اور اس کی لذت سے ہر روزہ دار واقف ہے۔

ليلته القدر:

ر مضان المبارک کے بیس (۲۰)روزوں میں ظاہری عمل اور ظاہری حواس کے ترک سے سالک اس قوت رفتار کے قریب ہو جاتا ہے جس سے غیب کامشاہدہ ہوتا ہے۔

" ہم نے اس کو اتارالیاتہ القدر میں اور تونے کیا سمجھا کہ کیا ہے لیاتہ القدر ۔لیاتہ القدر بہتر ہے ہز ار مہینے سے۔اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔امان ہے وہ رات صبح کے طلوع ہونے تک۔"

(سورة القدر)

قر آن ایک دستور العمل ہے جو نوع انسانی کی رہنمائی کر تا ہے۔ لیلتہ القدر ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے اور لیلتہ القدر رمضان میں آتی ہے۔ ایک ہزار مہینوں میں تیس 30 ہزار دن اور تیس ہزار را تیں ہوتی ہیں۔ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد لیلتہ القدر کی رات آنے تک روزہ دار کے ذہن کی رفتار ساٹھ ہزار گناہو جاتی ہے۔ ساٹھ ہزار گنار فتار سے انسان حضرت جرائیل علیہ السلام اور فرشتوں کو اللہ کے حکم سے دیکھ لیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت جرائیل علیہ السلام ایسے شخص سے مصافحہ کرتے ہیں۔



جب بیت الله شریف کی تعمیر ہوگئ تواللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا:

اے ابراہیم!لوگوں میں جج کا اعلان کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا"یا اللہ! میری آواز کس طرح پنچے گی یہاں ہم تین آدمیوں کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" اے ابراہیم! آواز پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جج کا اعلان کر دیا۔ اس آواز کو آسانوں اور زمین میں اور اس کے در میان جتنی بھی مخلوق ہے سب نے سنا۔ جج کا یہی وہ اعلان ہے جس کے جو اب میں حاجی حضرات جج کے دوران لیک اللہم لیک کہتے ہیں۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے:

''جس شخص نے خواہ وہ پیدا ہو چکا تھایا ابھی عالم ارواح میں تھاحضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سن کرلبیک کہاوہ حج ضرور کر تاہے۔''

قرآن كريم اور جج:

سورة بقره میں ارشادہے:

" جج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں پس جو شخص ان ایام میں اپنے اوپر جج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فخش بات جائز ہے اور نہ حکم عدولی درست ہے اور نہ کسی قشم کا جھگڑ ازیباہے اور جو نیک کام کروگے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں۔"

(سورهٔ بقره ۱۹ آیت نمبر ۱۹۷)

حضور صلی الله علیه وسلم کاار شاد ہے:

''جو شخص اللّٰدے لئے جج کرے اس طرح کہ اس میں فخش بات اور حکم عدولی نہ ہو تووہ ایساہے جیسامال کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔''

(مشكوة)

ر سول الله صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے:



"جب کسی حاجی سے ملا قات ہو تواس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرواور اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہواس سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کراؤ۔"

ار کان حج کی حکمت:

حضرت ابرا ہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ انہیں چہتے بیٹے حضرت اساعیل علیہ السلام کی قربانی کا تھم دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تجس، تحقیق اور مشاہداتی عمل سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ ''اللہ طلوع اور غروب ہونے والی ہستی نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ یقین ان کے بیٹے حضرت اساعیل علیہ السلام کو منتقل ہوااور جب آپ نے حضرت اساعیل علیہ السلام کو خواب سنایا تو حضرت اساعیل علیہ السلام نے کہا''آپ کو جو تھم دیا گیاہے اسے پوراکریں انشاء اللہ آپ مجھے صابریائیں گے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اساعیل علیہ السلام کو لے کر منی کے مقام پر آئے اور ایک جگہ انہیں لٹا دیا۔ حضرت اساعیل علیہ السلام سے فرمایا۔

آ نکھیں بند کرلواور خود بھی اپنی آ نکھیں بند کرلیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کانام لے کر حضرت اساعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیر دی۔ جب وہ اپنی دانست میں پیارے بیٹے کو ذرج کر چکے تو آواز آئی۔ ابراہیم! آئکصیں کھول دے۔ دیکھا کہ ایک تندرست دنبہ ذبح کیا ہواسامنے پڑا ہے۔

الله تعالى نے بكارا:

"اے ابر اہیم! بے شک سچ کر دیا تونے اپنے خواب کو تحقیق اسی طرح ہم جزادیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔"

(سورهُ الطّفَّت: آیت نمبر ۱۰۵–۱۰۵)

جج کے ارکان میں قربانی اور ہر سال بقرہ عید میں قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال قربانی اور ایثار کامسلسل تواتر ہے۔جو اللہ تعالیٰ نے اہل استطاعت پر واجب کر دیاہے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت جبر ائیل علیہ السلام، حضرت ابر اہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا:

"الله تعالی نے آپ پر سلام بھیجاہے اور فرمایاہے کہ اس سر زمین پر اللہ کا گھر تعمیر کروتا کہ لوگ آئیں اور اپنے رب کے گھر کا طواف کریں۔"



آپ نے اپنے بیٹے حضرت اساعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ جس مقام پر شیطان نے آپ دونوں کوبہرکانا چاہاتھا اور آپ دونوں نے اس پر کنکریاں ماری تھیں۔ جج کے رکن کی صورت میں آج بھی جاری ہے۔ اللہ کے ہر حکم میں بہت ساری حکمتیں چھپی ہوئی ہیں۔

کنگریال مارنے کی حکمت:

جے کا ایک رکن شیطان کو کنگریاں مارنا ہے۔اس کا پس منظریہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اساعیل علیہ السلام کو قربانی کے لئے لے کر چلے تو منی کے مقام پر شیطان نے انہیں اپنے ارادے سے بازر کھنے کی کوشش کی۔

آپ نے شیطان کو کنگریاں مار کر بھادیا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں جے کے دوران شیطان کو کنگریاں ماری جاتی ہیں۔ کنگریاں مار نے کی حکمت یہ ہے کہ اگر اللہ کے تھم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ آئے تواس کی مزاحمت کی جائے۔ ذہنی مزاحمت کے ساتھ جسمانی طاقت بھی استعال کی جائے۔ یہاں تک کہ الله كا تحكم پورا ہو جائے اور شیطان اپنے وسوسوں میں مایوس اور نامر اد ہو جائے۔

شك كاحال:

عمل کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب عمل کرنے کاوقت اور جگہ کا تعین کر لیا جائے۔ کسی کام کا خیال دماغ میں آتا ہے تو اس خیال کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے۔ مثلاً شک کی صورت ایک الجھے ہوئے جال جیسی ہوتی ہے۔ آد می اگر جال میں پچنس جائے تو نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ آد می جتنا جال سے نکلنا چاہتاہے جال مزید الجھ جاتاہے۔

الله تعالیٰ کا تھم لطیف انوار کا ذخیر ہ ہے۔ جبکہ ناسوتی کثیف روشنیاں عملی راستے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ شیطان کھلا دشمن ہونے کی وجہ سے آدمی کے نفس کو کثافت سے بھر دیتا ہے۔''نفس''(مٹی کے عناصر کامر کب) میں شک،وسوسہ،غرور و تکبر،حسد،نافرمانی اور غیر اخلاقی باتیں آتی رہتی ہیں۔

'' دوراستوں پر سفر کر تاہے۔ ایک ناسوتی۔ دوسر اغیبی دنیاکاراستہ۔ ناسوتی دنیامیں شیطان وسوسے ڈالتاہے اور شیطان کی انسیائریشن حکم الہی اور انسانی عقل کے در میان شک بن جاتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شیطان کو کنگریاں مار ناشیطانی انسپائریشن کور دکرنا ہے۔

سعی کی حکمت:

صفااور مروہ کے در میان سات پھیرے لگانے کو سعی کہتے ہیں۔ یہ پھیرے حضرت بی بی ہاجرہ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں لگائے تھے۔ بی بی ہاجرہ کی اس سعی کے نتیج میں آب زم زم کاچشمہ اہل آیا۔ حضرت بی بی ہاجرہ کا یہ عمل ممتاکی لازوال مثال ہے۔مامتااللہ کی صفت ہے۔اللہ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کر تاہے۔ مخلوق کو محبت کے ساتھ پالتاہے اور ان کے تقاضوں کی سخمیل کے لئے وسائل مہیا





کر تاہے۔ ہر ماں ذیلی تخلیق کی ذمہ دارہے جو دراصل اللہ کی صفات کا مظاہرہ ہے۔ ماں اپنے بیچے سے بے پناہ محبت کرتی ہے اور اپنے بیچے کی پر ورش اور کفالت کے لئے انتہا تک کوشش کرتی ہے۔

آبزمزم:

حضرت بی بی ہاجرہ نے اپنے گخت جگر حضرت اساعیل علیہ السلام کی زندگی کے لئے بنیادی وسیلہ پانی کی فراہمی کے لئے تلاش کا فریضہ ادا کیا۔ اور اس فرض میں اتنی مرکزیت قائم ہو گئی کہ قدرت نے آب زم زم کا چشمہ جاری کر دیا۔ بی بی ہاجرہ کی سعی کے نتیجے میں نمودار ہونے والا" آب زم زم" حضرت اساعیل علیہ السلام اور توحید پرست لوگوں کے لئے حیات بن گیا۔ اللہ پاک کی نعمتیں لامحدود ولازوال ہیں۔ حضرت بی بی ہاجرہ کی سعی کے نتیجے میں عاصل ہونے والا زم زم بھی لامحدود ولازوال ہے۔ ہر سال حج میں ۲۵ لا کھ افر اد اور پورے سال مزید لاکھوں عازمین عمرہ یہ پانی استعال کرتے ہیں۔ ہیں۔

طواف کی حکمت:

طواف ایک ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ شریف میں کی جاتی ہے۔ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کی مرکزیت Symbol ہے۔ ہر شئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے آ
رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی ہر شئے کی صفت کا نئات کا شعور ہے اور کا نئات کا علم لا شعور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات علیم ہے اور علم کاسورس اللہ ہے۔ علم الہیہ کے انوار و تجلیات کا مظاہر اتی سطح پر نزول کر ناکا نئات کی نزولی حرکت میں علم کی ججلی اپنے علوم کا مظاہر ہ کرتی ہے۔

بیت اللہ شریف کے طواف میں یہ نیت ہوتی ہے کہ ہم اللہ کے گھر کا طواف کر رہے ہیں۔ طواف صعودی اور نزولی دونوں کیفیات پر مشتمل ہے۔ صعودی حرکت میہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی جانب متوجہ ہو تاہے اور نزولی حرکت میہ ہے کہ بندہ مقدس زمین پر جسمانی طور پر اللہ کے گھر کے اردگر د گھومتاہے۔ ججر اسود کے سامنے تھوڑی دیر قیام کرنا، حجرہ اسود کو بوسہ دینایاہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنااور خانہ کعبہ کے گرد چکر لگاناطواف ہے۔

مشاہدهٔ حق:

طواف کعبہ میں شعور ولا شعور میں روشنیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ روشنیوں اور نور کا ذخیرہ ہوجانے کی وجہ سے روح حق کے مشاہدہ میں مصروف ہوجاتی ہے۔ طواف کرنے والے پر بے خو دی طاری ہوجاتی ہے۔ بیت اللہ شریف پر ہر لمحہ اور ہر آن انوار و تجلیات کا نزول ہوتار ہتا ہے۔ فرشتے ہمہ وقت طواف کرتے رہتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء اللہ کی ارواح طیبہ طواف میں مشغول رہتی ہیں۔ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کے انوار اور اولیاء کرام کی فراست کی روشنیاں ایسام حول بنادیتی ہیں کہ طواف میں حاجی کے اوپر انوار کی بارش برستی ہے۔ نور کی بارش اور جلی کی لطافت کثیر تعداد میں لوگ محسوس کرتے ہیں اور اس سے پوری طرح فیضیاب اور متاثر ہوتے ہیں۔



حلق کرانے کی حکمت:

حلق کرانے کا مطلب ہے بال کٹوانا۔ آدمی کے تمام اعمال وافعال کی بنیاد خیالات کے تانے بانے پر قائم ہے۔ دماغ خیالات کو قبول کر تاہے خیالات عالم غیب سے آتے ہیں۔ عالم غیب لطیف روشنیوں کا عالم ہے۔ عالم غیب سے آنے والی ہر انفار میشن روشنی کی معین مقد ارہے۔

برقی انٹینا:

سر کے بال انٹینا کا کام کرتے ہیں۔ بال نہایت باریک نلکیوں کی طرح ہیں۔ برقی قوت ان نلکیوں کے اندر دور کرتی ہے۔ کنگھی کرتے وقت بالوں کی برقی قوت (کرنٹ) کامشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ بالوں میں کنگھی یا کنگھا چھیر کر چھوٹے کاغذ کے ٹکڑوں کے قریب کیا جائے تو کاغذ کنگھے پر اڑ کر چیک جاتے ہیں۔

غیب سے آنے والی اطلاعات برقی روکے دوش پر بالوں کو گزر گاہ بناتی ہوئی جڑوں میں اتر جاتی ہے اور برقی روانر جی بن جاتی ہے اور بیر بی توانائی حلق کرانے سے جسم مثالی میں جذب ہو جاتی ہے۔

مثبت خیالات کاسورس عالم بالا ہے جبکہ منفی خیالات کاسورس عالم اسفل ہے۔ ناسوتی روشنیاں کثیف ہونے کی وجہ سے برقی رومیں رکاوٹ بنتی ہیں اور یہی رکاوٹ منفی خیالات بن جاتے ہیں۔

سعی کے بعد حلق کرایاجاتا ہے یا تھوڑے سے بال کاٹے جاتے ہیں۔ تواس سے کثافت دور ہوتی ہے اور روشنی کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے - خیالات پاکیزہ اور لطیف ہو جاتے ہیں۔ جب بندہ اللہ پاک کے حکم پر اپنے بال کٹواتا ہے تو ظاہر سے ملنے والی اطلاعات سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور عالم بالا سے آنے والی اطلاعات سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔

احرام باندھنے کی حکمت:

جس تنظیم میں یو نیفارم ہوتی ہے اس تنظیم میں نظم وضبط کامعیار اعلیٰ ہو تاہے جیسے فوج، پولیس۔اس کے علاوہ عوامی سطح پر نرسیں، ڈاکٹر وغیر ہاس کی مثال ہیں۔وردی پہن کر آدمی چست ہو جاتا ہے احرام بھی ایک یو نیفارم کی طرح ہے۔

جج ایک ایسا پروگرام ہے جس میں بندہ کا دھیان تمام وقت اللہ تعالیٰ کی جانب لگائے رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔لباس سب سے زیادہ ذہن کو متوجہ رکھتا ہے۔ اللہ الگ رنگ کے لباس ہوں تو ہر شخص کا ذہن دوسرے کے لباس کی تراش خراش دیکھنے میں مصروف ہو سکتا ہے۔ سفید رنگ پاکیزگی کی علامت ہے پاکیزگی اللہ تعالیٰ کی صفت سبحان ہے۔





مقناطیسی توانائی:

خانہ کعبہ کے غلاف کارنگ سیاہ ہے اور زائرین سفید کیڑے کا احرام باند ھتے ہیں۔ رنگوں سے مرکب روشنی ایک برقی مقناطیسی توانائی ہے۔ روشنی ہر شئے میں سے گزر جاتی ہے کسی شئے میں سے گزرنے کے لئے اسے کسی وسلے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ رنگ دراصل روشنی کی وہ خاصیت ہے جو اندھیرے (سیاہ) سے مل کر بنتی ہے۔

کالارنگ ہمیں اس لئے نظر آتا ہے کہ وہ روشنی کی تمام لہروں کو جذب کرلیتا ہے۔ سفید رنگ ہمیں اس لئے نظر آتا ہے۔ یہ رنگ روشنی کی تمام لہروں کو منعکس کرتا ہے۔

خانہ کعبہ کے اوپر ہر وفت انوار و تجلیات کانزول ہو تار ہتاہے۔خانہ کعبہ کاسیاہ رنگ پر دہ ان کو اپنے اندر ذخیر ہ کر تار ہتاہے اور احرام کاسفیدرنگ تجاج کے اوپر انوار کی لہروں کو منعکس کر تاہے جس کی وجہ سے زائرین کا جسم مثالی روشنی اور نور سے مزین ہو جاتا ہے۔سفیدرنگ لباس پاکیزگی کا احساس پیدا کر تاہے۔

ار کان جے اور طواف کعبہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں۔ ظاہر و باطن ، روح اور روح کے لباس ، جسم کے لئے جب اللہ تعالیٰ مرکز بن جاتے ہیں تو اندر کی آئکھ چیثم بینا بن جاتی ہے اور حاجی اور زائرین دیکھ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری رگِ جاں سے زیادہ قریب ہے۔



www.ksars.org

صوفياء كاحج

حضرت مولا ناخلیل احمد سهار نیوری ّ

ر سول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جج میں خرچ کر نااللہ کے رائے میں خرچ کرنا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاً صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے مرشد حضرت اقد س مولانا خلیل احمد سہار نپورگ صاحب کی ہمر کابی میں دو مرتبہ جج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں نے ہمیشہ حضرت کا بیہ معمول دیکھا کہ ہندوستان کے لوگ جب کوئی ہدیہ پیش کرتے تو اول تو حضرت بڑے اصرار سے اس کو بیہ کر واپس کر دیا جائے۔ مخصوص لوگوں کا پہتہ بھی بتادیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے، یہاں بازار میں سے چیزیں خریدا کرو، تا کہ یہاں کے لوگوں کی خدمت ہو جائے۔

مولاناز کریاصاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کو بہت کم شعر پڑھتے سناہے۔ مگر جب مسجد الحرام میں حاضر ہوتے تھے تو والہانہ انداز میں بیہ شعر پڑھتے تھے:

کہاں ہم اور کہاں یہ ٹکہتِ گل

نسيم صبح تيري مهرباني

ا یک بدونے خواب میں دیکھار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز قد موں سے تشریف لے جارہے ہیں۔ بدونے ان سے پوچھا:"یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟"

حضور صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "خلیل احمد ہندی کا انتقال ہو گیاہے۔اس کی نماز جنازہ میں جارہاہوں۔"

یہ بدو مدینہ منورہ میں حضرت مولاناخلیل احمد سہار نپوریؓ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔اور اس نے وہاں موجو دلو گوں کو اپناخواب سنایا۔



شيخ اكبرابن عربيٌّ:

شیخ اکبر کہتے ہیں کہ ''میں جمعہ کی نماز کے بعد طواف کر رہاتھا۔ دیکھا! کہ ایک شخص طواف کر رہاہے لیکن وہ کسی سے مگرا تا نہیں ہے۔ میں نے سمجھ لیا بیر روح ہے۔ جب وہ شخص قریب آیا تو میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کاجواب دیا۔ ہم نے آپس میں چند باتیں کیں۔ ''بیہ شخص شیخ احمد سیوطی ؓ کی روح تھی۔''

حضرت بايزيدٌ:

حضرت بایزیدٌ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی مرتبہ جج کے وقت گھر دیکھا۔ دوسری مرتبہ گھر کو بھی دیکھااور گھر والے کو بھی دیکھا۔ تیسری مرتبہ جب جج کے لئے گیاتو گھر کو نہیں دیکھاصرف گھر والے کو دیکھا۔

حضرت عبد الله بن مباركّ:

حضرت عبدالله بن مباركً كامعمول تھا كہ وہ ايك سال جج كيا كرتے تھے اور ايك سال جہاد كرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ میں پانچ سواشر فیاں لے کر جج کے ارادے سے چلااور کو فہ میں جہاں اونٹ فروخت ہوتے ہیں، پہنچا تا کہ اونٹ خریدلوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ کوڑے پر ایک بطخ مری پڑی ہے۔ اور ایک عورت اس کے پر نوج رہی ہے۔ میں اس عورت کے پاس گیااور اس سے پوچھا۔ کیا کر رہی ہو؟

اس نے جو اب دیا۔ جس کام سے تمہیں واسطہ نہیں اس کی تحقیق کیوں کرتے ہو؟ میں نے اصر ارکیا تو اس نے بتایا میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرے چار بچے ہیں۔ آج چو تھادن ہے۔ ہم نے بچھ نہیں کھایا۔ ایسی حالت میں مر دار حلال ہے۔ یہ بات س کر مجھے شرم آگئ۔ میں نے پانچ سواشر فیاں اس کی گود میں ڈال دیں اور جج کاارادہ ملتوی کر دیا۔

جب لوگ جج کر کے آئے تو حاجیوں نے بتایا کہ فلاں فلاں جگہ تم سے ملا قات ہوئی تھی۔ میں حیرت میں تھا کہ یہ سب کیا کہہ رہے ہیں-رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔عبداللہ تعجب نہ کر تونے ایک مصیبت زدہ کی مد د کی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ تیری طرف سے ایک فرشتہ مقرر کر دے جو تیری طرف سے حج کرے۔

شيخ حضرت يعقوب بصريٌّ:

شیخ حضرت یعقوب بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک د فعہ حرم شریف میں کئی دن تک بھو کار ہا، زم زم پیتار ہا۔ جب ضعف زیادہ ہو گیاتو میں باہر نکلاایک سڑا ہوا شاہم میں نے اٹھالیا۔ خیال آیا کہ کئی دن تک بھو کار ہااور سڑا ہوا شاہم ملا۔ میں نے چینک دیااور مسجد الحرام میں آکر بیٹھ گیا۔





اتنے میں ایک شخص آیا اس نے بتایا کہ ہم دس دن تک سمندر میں موت وزیت میں مبتلارہے ہیں۔ ہماری کشتی ڈو بنے لگی تھی۔ تو ہم میں سے ہر شخص نے الگ الگ منت مانی۔ میں نے بید نذر کی تھی کہ اگر میں زندہ سلامت پہنچ جاؤں تو یہ تھیلی اس شخص کو دو نگا۔ مسجد الحرام میں جس شخص پر میری پہلی نظر پڑے گی۔ میں نے تھے اولی تو اس میں سفید مصری، خشک روٹی، چھلے ہوئے بادام اور شکر پارے تھے۔ میں نے ہر ایک میں سے ایک ایک مٹھی لے لیا تی اس شخص کو واپس کر دی۔

حضرت ابوالحسن سرانج:

حضرت ابوالحسن سرائج کہتے ہیں کہ میں طواف کر رہاتھا کہ میری نظر ایک حسین عورت پر پڑی۔ جس کا چپرہ چاند کی طرح تھا۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ الی حسین عورت میں نے کہا۔ واللہ! عموں میں جکڑی ہوئی الی حسین عورت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ معلوم ہو تاہے اس کو کوئی غم نہیں ہے۔ اس نے میری بات سن کر کہا۔ واللہ! عموں میں جگڑی ہوئی ہول۔ میر ادل فکروں اور آفتوں میں ہے۔ کوئی میر اجدر دنہیں ہے۔

میرے خاوند نے قربانی میں ایک بکری ذرج کی۔ میرے دو بچے کھیل رہے تھے اور ایک دودھ پیتا بچہ میری گود میں تھا۔ میں گوشت پکانے کے لئے انٹھی توان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے دوسرے بھائی کو بکری کیسے ذرج کی تھی؟اس نے دوسرے بھائی کو بکری کی طرح ذرج کر دیا پھر ڈر کر بھاگ گیااور ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک بھیڑ ہے نے اسے کھالیا۔

باپ اس کی تلاش میں نکلااور ڈھونڈتے ڈھونڈتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ میں دودھ پیتے بچے کو چھوڑ کر دروازے تک گئی کہ شاید خاوند کا پچھ پتة مل جائے۔ تووہ بچہ چو لہے کے پاس چلا گیا۔ چو لہے پر ہانڈی پک رہی تھی۔ بچے نے ہانڈی پر ہاتھ مارا۔ اس کا پوراجسم جل گیا۔ میری بڑی لڑکی جو خاوند کے گھر تھی اس کو جب اس سارے قصے کی خبر ملی تووہ ہے ہوش ہو کر زمین پر گری اور مرگئی۔ مقدر نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔

میں نے پوچھااتی زیادہ مصیبتوں کے بعد تھے صبر کیسے آیا؟اس خوبصورت خاتون نے تین شعر پڑھے۔

میں نے صبر کیا کیونکہ صبر بہترین اعتمادہے اس لئے بے صبری سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے ایسی مصیبتوں پر صبر کیا کہ اگروہ پہاڑوں پر گریں تو پہاڑریزہ ریزہ ہو جائے۔ میں نے اپنے آنسوؤں کو پی لیا اور میری آئکھیں خشک ہو گئیں۔ اب آنسومیرے دل پر گرتے ہیں۔ صبر کے ان آنسوؤں نے میرے دل کومجلا کر دیاہے اور اب اللہ میرے ساتھ ہے اس نے مجھے خوف اور غم سے آزاد کر دیاہے۔

حضرت عبد الله بن صالح:

حضرت عبداللہ بن صالح کو گوں سے بھاگ کر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہتے تھے مگر مکہ مکر مہ میں کافی عرصہ تک قیام کیا۔ سہیل بن عبداللہ نے پوچھااس شہر میں آپ نے کافی عرصے قیام کیا ہے۔ انہوں نے کہامیں نے ایساکوئی شہر نہیں دیکھاجس میں اس شہر سے زیادہ بر کتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہوں۔ اس شہر میں صبح و شام فرشتے اترتے ہیں۔





فرشتے مختلف صور توں میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ تمہیں خدا کی قسم کچھ دیکھے ہوئے عجائبات اور سناؤ۔ فرمایا، کوئی ولی کامل ایسانہیں ہے جو ہر جمعہ کی شب یہاں نہ آتا ہو۔

حضرت جنيد بغداديُّ:

حضرت جنید بغدادیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تنہاجؓ کے لئے گیا۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران میر امعمول تھا کہ جب رات زیادہ ہو جاتی تو طواف کر تاتھا۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ طواف کر رہی تھی اور اشعار پڑھ رہی تھی۔

"میں نے عشق کو بہت چھپایا مگروہ نہیں حجیب سکا۔اب تو تھلم کھلامیرے پاس ڈیرہ ڈال دیا ہے۔جب شوق بڑھتا ہے تواس کے ذکر سے دل بے چین ہو جاتا ہے اور اگر میں اپنے محبوب سے قریب ہوناچاہتی ہوں تووہ مجھ سے قریب ہو جاتا ہے۔اور وہ ظاہر ہو تا ہے تومیں اس میں فناہو جاتی ہوں اور پھر اس کے لئے زندہ ہو جاتی ہوں۔اور وہ مجھے کامیاب کرتا ہے حتی کہ میں مست و بے خود ہو جاتی ہوں۔"

میں نے اس سے کہاتو ایسی باہر کت جگہ ایسے شعر پڑھتی ہے۔ وہ لڑکی میری طرف متوجہ ہوئی اور بولی جنید! اس کے عشق میں بھاگی پھر رہی ہوں اور اس کے اس سے کہاتو ایسی باہر کت جگھے حیر ان اور پریشان کرر کھاہے۔ اس کے بعد لڑکی نے بوچھا۔ جنید! تم اللّٰد کا طواف کرتے ہویا بیت اللّٰد کا؟ میں نے جواب دیا۔ میں تو بیت اللّٰد کا طواف کرتا ہوں۔

آسان کی طرف مند کر کے اس نے کہا۔ سجان اللہ آپ کی بھی کیا ثنان ہے۔ پتھر کی مانند بے شعور مخلوق پتھر وں کا طواف کرتی ہے اور شعور والے گھر والے کا طواف کرتے ہیں۔ اگر بید لوگ اپنے عشق و محبت میں سپچ ہوتے تو ان کی اپنی صفات غائب ہو جا تیں۔ اور اللہ کی صفات ان میں بیدار ہو جا تیں۔ حضرت جنید مخرماتے ہیں کہ فرط غم سے میں عش کھا کر گرگیا اور جب ہوش آیا تو وہ خاتون جا چکی تھی۔

حضرت خواجه معین الدین چشتی:

خواجہ معین الدین چشق فرماتے ہیں کہ حاجی جسم کے ساتھ خانہ کعبہ کاطواف کرتے ہیں لیکن صوفی (عارف) جب طواف کرتا ہے تواس کادل اور روح مجھی طواف کرتی ہے۔

فرمایا۔ ایک مدت تک میں خانہ کعبہ کے گر د طواف کر تارہااور اب خانہ کعبہ کی تجلیات سے بہر ہ مند ہو تاہوں۔



حضرت ابراہیم خواصؓ:

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں پیاس سے اس قدر بے چین ہوا کہ چلتے پیاس کی شدت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کسی نے میرے مند پر پانی ڈالا۔ میں نے آئی تھول تو دیکھاایک نہایت خوبصورت آدمی گھوڑے پر سوار ہے۔اس نے مجھے پانی پلایااور کہا کہ میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوجاؤ۔

تھوڑی دیر چلے تھے اس نے مجھ سے پوچھا۔ یہ کون می آبادی ہے؟ میں نے کہا یہ مدینہ منورہ آگیا ہے۔ کہنے لگا، اتر جاؤاور روضہ اقد س پر حاضر ہو تو یہ عرض کر دینا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی خصر نے سلام کہاہے۔

حضرت شيخ ابوالخير اقطعيُّ:

شخ ابوالخیرا قطع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ حاضر ہوااور پانچ دن ایسے گزر گئے کہ کھانے کو پچھ نہ ملا۔ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آئی۔ قبر اطہر پر حاضر ہوااور حضور اقد س صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین پر سلام عرض کرکے منبر شریف کے پیچھے جاکر سو گیا۔ میں نے خواب دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماہیں۔ دائیں جانب حضرت ابو بکر صدیق ، بائیں جانب حضرت عمر فاروق ہیں اور حضرت علی سامنے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ دیکھ حضور اقد س صلی اللہ علیہ وسلم نے جھے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جب میری آئھ کھلی تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

حضرت احمد رضاخان بريلويَّ:

احمد رضاخان بریلویؓ دوران حج مدینه منوره حاضر ہوئے اس وقت دل میں یہ تمنا ابھری کہ کاش مجھے بیداری میں محبوب رب العالمین حضرت محمد صلی اللّه علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔

مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دیر تک درود پڑھتے رہے اور نعت پڑھی جس کامطلع ہے:

وه سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

آ تکھیں بند کر کے باادب انتظار میں کھڑے ہو گئے قسمت جاگ اٹھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔





www.ksars.org

سلاسل کی دینی جدوجهد اور نظام تربیت

الله تعالیٰ کاارشادہے کہ:

"میری سنت میں تبدیلی ہوتی ہے اور نہ تعطل واقع ہو تاہے۔"

اپنی مشیئت کے تحت اللہ تعالی نے اچھائی، برائی کا تصور قائم کرنے اور نیکی اور بدی میں امتیاز کرنے کے لئے پیغمبروں کے ذریعے احکامات صادر فرمائے۔ سب پیغمبروں نے اللہ تعالی کے احکامات کی پیروی کرکے نوع انسانی کو بتایا ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہی نجات کاراستہ ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور دین کی جمعیل ہو چکی ہے۔ اس لئے اللہ کی سنت جاری رکھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء اولیاء اللہ کی جماعت نے اس بات کا اہتمام کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور احکامات کا تسلسل قائم رہے۔ ہر زمانے میں اولیاء اللہ خوا تین و حضر ات نے اس فرض کو پوراکیا اور قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

ہندو پاکستان، برما، ملائیشیا، انڈونیشیا، افریقہ، ایران، عراق، عرب، چین اور ہر ملک میں اولیاء اللہ نے تبلیغ کی، اللہ کی مخلوق کی خدمت کی، زمانے کے تقاضوں کے مطابق توحید کی دعوت دی۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں، اگر شخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ حسن بھر کؒ، حضرت دا تا گنج بخشؒ، شخ معین الدین چشتی اجمیر کؒ، حضرت بہاؤ الدین ذکر یاؒ، بہاؤ الحق نقشبندؒ، لعل شہباز قلندرؒ، شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ، قلندر بابااولیاءؒاور دوسرے مقتدر اہل باطن صوفیاء اسلام کی آبیار بی نہ کرتے تو آج دنیامیں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں نہ ہوتے۔ صوفیاء کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ووراثت کاحق پورا کرنے کے لئے اپناتن، من دھن سب قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مکی خدمات کو شرف قبولیت عطافر ما یا اور انہیں کامر ان و کامیاب کیا۔

صوفیاء کرام یقین طور پریہ بات جانتے ہیں کہ اللہ کے سواکوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ بندہ اگر کچھ کرتا ہے تواللہ کے دیئے ہوئے اختیارات واحکامات کے تحت کرتا ہے۔

الله تعالى فرماتے ہیں كه:

"میر ابندہ قرب نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہو جاتا ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے، مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے بولتا ہے۔"

یعنی ایسے بندے کے افعال واعمال اللہ کے تابع ہو جاتے ہیں۔



دوسوسلاسل:

د نیامیں تقریباً دوسوسلاسل ہیں۔ جو شریعت وطریقت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے عرفان ذات، تسخیر کائنات کے فارمولوں اور پیٹمبر انہ طرز فکر کی تعلیم دیتے ہیں۔

ان سلسلوں کی قائم کر دہ روحانی در سگاہوں میں سالک کی تربیت اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ کو محیط دیکھ لے، سالک اللہ سے محبت کرتا ہے ، اللہ کے پندیدہ کام ڈر کر اور خو فزدہ ہو کر نہیں بلکہ اللہ کی محبت میں اس لئے کرتا ہے کہ اللہ مجھ سے خوش ہو جائے۔ اللہ کے ناپیندیدہ اعمال سے اس لئے اجتناب کرتا ہے کہ اللہ میر اکفیل ہے، میر امحافظ ہے اور میر اخالق ہے۔

قیام صلوق، عبادات اور مراقبوں کے ذریعہ اللہ کو اپنے اندر ڈھونڈ تا ہے۔ سالک کی زندگی کا مقصد اللہ کا دیدار اور اللہ سے ہمکلامی ہے۔ سلسلہ کے اسباق پر مداومت کر کے اور مرشد کریم کی نسبت و محبت سے یہ عمل اس کا یقین بن جا تا ہے کہ میں اللہ کے پاس سے آیا ہوں اور مجھے اللہ کے پاس جانا ہے۔ خدمت خلق اور عفو و درگذر اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتے ہیں۔

بر صغیر میں جو سلاسل مشہور ہیں ان کے علاوہ اور بھی کئی سلسلے ہیں جو ساری دنیامیں رشد وہدایت اور ماورائی علوم کی تعلیم دیتے ہیں۔مثلأ

«سلسله قادريه «سلسله جنيديه «سلسله كبرويه

«سلسله فر دوسيه « سلسله چشتیه « سلسله شطاریه

ٍ * سلسله سهر ورديه * سلسله نقشبنديه * سلسله عظیمیه

سلاسل کی معلوم تعداد دوسوبتائی جاتی ہے۔

*سلسله قادرىيە:

امام سلسله قادریه پیران پیرسید عبدالقادر جیلانی گو حضرت علی مرتضی اور سیدنا حضور علیه الصلوٰة والسلام سے براہ راست فیض ملا۔ • ۲۷ ہجری کو قصبہ گیلان میں پیداہوئے۔اسم گرامی عبدالقادر اور محی الدین لقب ہے۔

سلسلہ قادریہ آپ کے نام عبدالقادرسے منسوب ہے۔ آپ کا شجرہ نسب سیدناامام حسین ؓ بن امیر المومنین علی ابن ابی طالب ؓ سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی گاروحانی شجرہ شیخ حماد الباس اور ابوسعید المبارک ؒ سے حضرت حسن بھری ؒ، حضرت علی ؓ اور رحمت اللعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔





ریاضت وعبادت اور مشکل و کھن مراحل سے گزرنے کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ شخ ابوسعید مبارک شخ کے وقت ایک کو ٹھے میں بند کر دیتے تھے اور اگلے روز عصر کے وقت کمرہ سے باہر نکالتے تھے۔ کچھ عرصہ تک حضرت عبدالقادر جیلانی گمرہ سے آنے کے بعداحتجاج کرتے غصہ کرتے اور کہتے مجھے کیوں قید کیا ہوا ہے۔ لیکن جب مرشد فرماتے عبدالقادر کمرہ میں چلو باہر رہنے کا وقت پورا ہو گیا تو خاموشی کے ساتھ کو ٹھے میں چلے جاتے تھے۔ مزاحمت نہیں کرتے تھے۔ یہ ریاضت مسلسل تین سال تک جاری رہی۔

اس ہی طرح کے واقعات حضرت ابو بکر شبلی اور امام غزالی گی ریاضت وعبادات کے ہیں۔

ابو بكر شبلي:

صوفیاء کے سرخیل حضرت جنید بغدادگ سے جب بغداد کے گور نر ابو بکر شبلی نے اہل تصوف کے گروہ میں داخل ہونے کی درخواست کی تو حضرت جنید نے فرمایا کہ آپ نصوف کے تقاضوں کو پورا کر سکیں گے۔ ابو بکر شبلی نے کہا میں اس کے لئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادگ نے فرمایا کیو نکہ تم بغداد کے گور نررہ چکے ہواور اس گور نری کا تکبر تمہارے اندر موجو د ہے۔ جب تک یہ تکبر نہیں نکل جاتا تم تصوف کے علوم نہیں سکھ سکتے۔ اور اس تکبر کو ختم کرنے کا پہلا سبق یہ ہے کہ تمہیں بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد نے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد نے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گی اور پھر اہل بغداد ہے دیکھا کہ شبلی نے بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گیا ہوں بھی کہ تھیں ہو کہ کے تعرب کی دور نے کا بھی بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑے گیا ہوں بھی ہو کہ دور نے کہ تھی کی دور نے کہ تھی دور نے کہ تھی ہوں بھی ہو کہ تھیں ہو کہ تا تھی ہو کے تعرب کی دور نے کہ تھی دور نے کہ تھی دور نے کہ تھی ہوں کے تھی ہوں کے تھی ہوں کے تعرب کی دور نے کہ تھی ہوں کے تعرب کے تعرب کی دور نے کہ تھی ہوں کے تعرب کی دور نے کہ تھی ہوں کے تعرب کے تعرب کے تعرب کی دور نے کہ تھی ہوں کے تعرب کے تعرب کی دور نے کہ تھی دور نے کہ تعرب کی دور نے کہ تو تعرب کے ت

امام غزاليُّ:

امام غزالی اینے زمانے کے مکتائے روز گارتھے۔ بڑے بڑے جید علماءان کے علوم سے استفادہ کرتے تھے۔ بیٹھے بیٹھے ان کو خیال آیا کہ خانقائی نظام در کھناچاہئے کہ بیالوگ کیا پڑھاتے ہیں۔ پھر وہ اس تلاش وجنتجو میں سات سال تک مصروف رہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دور دراز کاسفر بھی کیا۔ بالآخر مایوس ہوکر بیٹھ گئے۔ کسی نے یو چھا۔"آپ ابو بکرسے بھی ملے ہیں؟"

امام غزالی ؓ نے فرمایا کہ: میں اس نتیج پر پہنچاہوں کہ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ جو فقراء نے اپنے بارے میں مشہور کرر کھی ہیں۔ لیکن پھر وہ حضرت ابو بکر شبلی سے ملا قات کے لئے عازم سفر ہو گئے جس وقت وہ سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت ان کالباس اور سواری میں گھوڑے اور زین کی قیمت ہزار اشر فی تھیں۔ شاہانہ زندگی بسر کرنے والے امام غزالی منزلیس طے کرکے ابو بکر شبلی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے گڈری سی رہے تھے۔ امام غزالی حضرت ابو بکر شبلی گئے۔ حضرت ابو بکر شبلی گئے۔ حضرت ابو بکر شبلی گئے۔ خضرت ابو بکر شبلی گئے۔ خشرت ابو بکر شبلی گئے۔ خسرت ابو بکر شبلی گئے۔ خسرت ابو بکر شبلی گئے۔ کے بغیر فرمایا کہ:

"غزالی تو آگیا۔۔۔۔۔ تو نے بہت وقت ضائع کر دیا۔ میری بات غور سے سن! شریعت میں علم پہلے اور عمل بعد میں ہے۔ طریقت میں عمل پہلے اور علم بعد میں ہے۔اگر تُو قائم رہ سکتا ہے تومیر ہے پاس قیام کر ورنہ واپس چلاجا۔"





www.ksars.org

امام غزالی ؓ نے ایک منٹ توقف کیااور کہامیں آپ کے پاس قیام کروں گا۔ حضرت ابو بکر شبلی ؓ نے فرمایا کہ سامنے کونے میں جاکر کھڑے ہو جاؤ۔امام غزالی مسجد کے کونے میں جاکر کھڑے ہو گئے کچھ دیر بعد ابو بکر شبلی نے بلایااور دعاسلام کے بعد اپنے گھر لے گئے۔

تین سال کی سخت ریاضت کے بعد امام غزالیؓ جب بغداد واپس پہنچے توان کے استقبال کے لئے پوراشہر اُمنڈ آیا۔لوگوں نے جب ان کوصاف ستھرے عام لباس میں دیکھاتو پریثان ہو گئے۔انہوں نے کہا:''امام!شان وشوکت چھوڑ کرتم کو کیا ملاہے ؟''

المام غزالي تنفي فرماياكه:

"الله کی قسم!اگرمیرےاوپریہ وقت نہ آتااور میرےاندرہے بہت بڑاعالم ہونے کازعم ختم نہ ہو تاتومیری زندگی برباد ہوجاتی۔"

سلسلہ قادر بیمیں درود نثریف زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں اشغال کثرت سے کئے جاتے ہیں۔ حضرت شخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ؓ نے آفاقی قوانین کے راز ہائے سربستہ کا انکشاف فرمایا ہے۔ قدرت کے قوانین کے استعال کاایساطریقہ پیش کیا ہے اور ان قوانین کو سمجھنے کی ایسی راہ متعین فرمائی جہاں سائنس ابھی تک نہیں پہنچ سکی۔

شیخ عبد القادر جیلائی نے بتایا کہ زمین و آسان کا وجو داس روشنی پر قائم ہے جس کو اللہ تعالیٰ کانور فیڈ کر تاہے۔اگر نوع انسانی کاذبہن مادے سے ہٹ کر اس تعال اس روشنی پر مرکوز ہو جائے توانسان یہ سمجھنے کے قابل ہو جائے گا کہ اس کے اندر عظیم الشان ماورائی صلاحیتیں ذخیرہ کر دی گئی ہیں۔ جن کو استعال کرکے نہ صرف یہ کہ وہ زمین پر پھیلی ہوئی اشیاء کو اپنامطیع و فرما نبر دار بناسکتا ہے بلکہ ان کے اندر کام کرنے والی قوتوں اور اہروں کو حسب منشاء استعال کر سکتا ہے۔ پوری کا کنات اس کے سامنے ایک نقط بن کر آجاتی ہے اس مقام پر انسان مادی و سائل کا محتاج نہیں رہتا۔ و سائل اس کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلائی نظام تکوین میں ممثل کے درجے پر فائز ہیں اور نظامت کے امور میں سیدنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے وزیر حضوری ہیں۔

ر جال الغیب اور تکوینی امور میں خواتین و حضرات کابڑے پیر صاحب ؓ ہے ہر وقت واسطہ رہتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقد س میں بڑے پیر صاحب گا یہ مقام ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے آج تک ان کی کوئی درخواست نامنظور نہیں فرمائی اور اس کی وجہ بیہ ہے کہ وہ بڑے پیر صاحب محضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے مز اج شناس ہیں کہ وہ ایسی کوئی بات کرتے ہی نامنظور نہیں فرمائی اور اس کی وجہ بیہ ہے کہ وہ بڑے پیر صاحب محضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے مز اج شاس ہیں کہ وہ ایسی کوئی بات کرتے ہی نہیں جو حضور مُناکی تیام کرامات کو مختصر سے وقت میں سمیٹ لینا ممکن نہیں ہے۔

تین کرامات سائنسی توجیہہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔





جنس کی تبدیلی:

ایک شخص نے آیے کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔" یاشنج! میں فرزندار جمند کاخواستگار ہوں۔"

شیخ نے فرمایا:

"میں نے دعا کی ہے اللہ تمہیں فرزندعطا کرے گا۔"

اس کے ہاں لڑکے کے بجائے لڑکی پیدا ہوئی تووہ لڑکی کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

شیخ نے فرمایا:

"اس کو کیڑے میں لیبیٹ کر گھرلے جااور دیکھے پر دہ غیب سے کیا ظاہر ہو تاہے۔"

گھر جاکر دیکھاتولڑ کی لڑ کابن گیا تھا۔اس کرامت کی علمی توجیہہ یہ ہے۔

عورت اور مر د کی تخلیق:

قرآن پاک میں ارشادہے:

"اور ہم نے تخلیق کیا ہر چیز کوجوڑے دوہرے۔"

Equation یہ ہے کہ ہر فرد دوپرت سے مرکب ہے۔ ایک پرت ظاہر اور غالب رہتا ہے اور دوسر اپرت مغلوب اور چھپا ہوار ہتا ہے۔ عورت بھی دورخ سے مرکب ہے۔ ایک پرت ظاہر رخ وہ ہے جو صنف لطیف کے خدو خال میں نظر آتا ہے اور باطن رخ وہ ہے جو ظاہر آئکھوں سے مخفی ہے۔ اسی طرح مر د کا ظاہر رخ وہ ہے جو مر د کے خدو خال میں نظر آتا ہے اور باطن رخ وہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کی تشر تک یہ ہوئی کہ مر د بحثیت مر د کے جو نظر آتا ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے عورت بحیثیت عورت کے جو نظر آتی ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے۔ وہ اس کا ظاہر رخ ہے۔ وہ اس کا ظاہر رخ ہے عورت بحیثیت عورت کے جو نظر آتی ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے۔ وہ اس کا ظاہر رخ ہے عورت بحیثیت عورت کے خلام رخ کے ساتھ اس کا متضاد باطن رخ مر د چیکا ہوا ہے۔ مر د چیکا ہوا ہے۔

جنسی تبدیلی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ باطن رخ میں اس طرح تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ مر د کے اندر اس کا باطن رخ عورت غالب ہو جاتا ہے اور ظاہر رخ مغلوب ہو جاتا ہے۔ نتیجہ میں کوئی مر دعورت بن جاتی ہے اور کوئی عورت مر دبن جاتا ہے۔





صاحب بصیرت اور صاحب تصرف بزرگ چونکہ اس قانون کو جانتے ہیں اس لئے تخلیقی فار مولے میں ردوبدل کر سکتے ہیں۔وزیر حضوری پیران پیر دستگیر شیخ عبد القادر جیلائی گو کا ئنات میں جاری وساری تخلیقی قوانین کاعلم حاصل ہے۔انہوں نے تصرف کر کے لڑکی کے اندر باطن رخ مر د کوغالب کر دیااوروہ لڑکی سے لڑکا بن گیا۔

عيسائى اور مسلمان:

ا یک روز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی آیک محلہ سے گزرے وہاں ایک عیسائی اور ایک مسلمان دست و گریبان تھے۔ یو چھا۔

"كيول لررہے ہو؟"

مسلمان نے کہا:

" بیر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول الله علیہ وسلم سے افضل ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی الله علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔"

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے عیسائی سے دریافت کیا:

"تم کس دلیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مجمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیات دیتے ہو؟"

عیسائی نے کہا:

"حضرت عيسلي عليه السلام مر دول كوزنده كر دي<u>ته ت</u>ھـ"

بڑے پیرصاحب ؓنے فرمایا:

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاغلام ہوں۔اگر میں مر دہ زندہ کر دوں توتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤگے ؟"

عیسائی نے کہا:

"بے شک میں مسلمان ہو جاؤں گا۔"

اس کے بعد حضرت عبدالقادر جیلانی ؓنے فرمایا۔۔۔ مجھے کوئی پر انی قبر د کھاؤ۔

عیسائی، حضرت عبدالقادر جیلانی گویرانے قبرستان میں لے گیااور ایک پرانی قبر کی طرف اشارہ کرکے کہا:



"اس قبرکے مردہ کوزندہ کرو۔"

حضرت غوث یاک نے فرمایا:

"قبر میں موجودیہ شخص دنیامیں موسیقار تھا۔اگرتم چاہوتویہ قبر میں سے گاتاہواباہر نکلے گا۔"عیسائی نے کہا:

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

حضرت شيخ قبر كي طرف متوجه ہوئے اور فرمایا:

" تم باذن الله

قبر پیٹ گئی اور مر دہ گا تاہوا قبر سے باہر آ گیا اور عیسائی حضرت شیخ کی پیر کر امت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

علمی توجیهه:

اس کرامت کی علمی توجیہہ یہ ہے کہ ہم جسے آدمی کہتے ہیں وہ گوشت پوست کے پنجرہ سے بناہوا پتلا ہے اس پتلے کی حیثیت اسی وقت تک بر قرار ہے جب تک کہ پتلے کے اندرروح ہے۔روح نکل جائے توہم اس کوزندہ آدمی نہیں کہتے۔

الله تعالی کاار شادہ:

"جم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی سے بنایا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔"

روح الله کاامرہے۔

سورة ليسين ميں الله تعالی نے امر رب کی تعریف په فرمائی ہے:

"اس کاامریہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کاارادہ کر تاہے تو کہتا ہے ہو جااور وہ ہو جاتی ہے۔"اس کی Equation یہ بن۔۔۔۔۔ آدمی پتلا ہے، پتلا خلاء ہے۔۔۔۔۔۔ خلاء میں روح ہے،روح امر رب ہے اور امریہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کاارادہ کر تاہے تو کہتا ہے"ہو جا"اور وہ چیز مظہر بن جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ نے اسرار ور موز الہیہ کے اس فار مولوں کاعلم عطاکیا ہے۔ حضرت شیخ نے اسرار ور موز الہیہ کے اس فار مولے کے مطابق جب فرمایا:

قم باذن الله

تومر دہ قبرسے باہر نکل آیا۔

لوح محفوظ پر تبریلی:

ا یک ولی سے ولایت چین گئی جس کی وجہ سے لوگ اسے مر دود کہنے لگے۔ بے شار اولیاء اللہ نے اس کانام لوح محفوظ پر اشقیاء کی فہرست میں لکھا ہوا دیکھا۔ وہ بندہ نہایت سر اسیمگی اور مالیوسی کے عالم میں پیران پیر دستگیر گئی خدمت میں حاضر ہوا اور رور و کر اپنی کیفیت بیان کی۔ حضرت غوث پاک ّ نے اس کے لئے دعاکی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:"اسے میں نے تمہارے سپر دکیا،جوچاہے کرو۔"

آپ نے اسے سر دھونے کا حکم دیااور اس کانام بد بختوں کی فہرست سے دھل گیا۔

اس کرامت کی توجیہہ پیہے:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی گوسید نا حضور علیه الصلوٰۃ والسلام سے وراثتاً علوم اور اختیارات منتقل ہوئے ہیں۔ یہ علوم اور اختیارات ان لو گوں کو الله تعالیٰ کی طرف سے تفویض ہوتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میں اپنے بندے کو دوست رکھتا ہوں اور میں اس کے کان آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں، پھر وہ میرے ذریعے سنتا ہے، میرے ذریعے بولتا ہے اور میرے ذریعے چیزیں پکڑتا ہے۔"

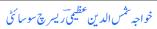
شیخ عبد القادر جیلانی علم لدنی کے حامل بندے ہیں جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تواس کا نام اشقیاء کی فہرست سے نکل کر سعید روحوں میں درج ہو گیا۔

ماہ رئیج الثانی ۵۱۱ھ کے شروع میں شیخ عبد القادر جیلانی شخت علیل ہو گئے اور ۹ رئیج الثانی کو نوے سال سات ماہ کی عمر میں خالق حقیق سے جاملے۔ دوران علالت صاحبز ادہ کو نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھنا، تقویٰ اور عبادت کو شعار بنانا، توحید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ نا اور اللہ کے سواکسی اور پر بھر وسہ نہ کرنا۔

سلسله چشتیر:

سلسلہ چشتیہ میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت ''الا اللہ'' پر زور دیاجاتا ہے بلکہ سلسلہ کے اراکین الا اللہ کے الفاظ کو اداکرتے وقت سر اور جسم کے بالائی عصے کو ہلاتے ہیں اور ان حضرات پر ساع کے وقت ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے امام حضرت ممثاد دینورگ ہیں۔ اور ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت معین الدین چشتی اجمیر گ خواجہ غریب نواز کے ذریعے خوب پھیلا اور مقبول ہوا۔





www.ksars.org

حضرت معين الدين چشتى اجمير يُّ:

حضرت معین الدین چشتی اجمیری من غریب نواز کی ولادت سنجر صوبه سیستان ایران میں ہوئی۔ تاریخ ولادت ۱۱۴۱ء ہے۔ سلجوقیہ خاندان کے حکمر ان سلطان سنجر نے گیار ہویں صدی عیسوی میں اس شہر کو آباد کیا تھا۔ خواجہ غریب نواز کے والد بزر گوار کااسم گرامی سید غیاث الدین اور والدہ کانام ماہ نور تھا۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی عمر تیرہ برس کی تھی جو حسن بن صباح کے فدائیوں نے سنجر پر حملہ کر کے اسے تاراج کر دیا۔۔۔۔۔نامور علماء اور مشائے کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔خواجہ غریب نواز کے والد خاندان کے افراد کے ساتھ خراسان میں نیشاپور منتقل ہو گئے۔سفر کی سختی اور مصائب و آلام نے سید غیاث الدین کی صحت پر بر ااثر ڈالا۔

حالات اور صحت کی خرابی کی وجہ سے دوسال میں ان کا انقال ہو گیا اور ایک سال کے بعد والدہ ماجدہ ماہ نور بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔خواجہ غریب نواز ان لگا تار حوادث اور صدموں کی وجہ سے زیادہ وقت خاموش رہنے لگے۔

ایک روز ایک درویش ابراہیم قندوزی تشریف لائے۔خواجہ معین الدین چشتی ؒنے انہیں سائے میں بٹھایا۔ درویش بہت خوش ہوئے۔انہوں نے اپنے تھیلے سے کھلی کاایک ٹکڑا نکالا، دانتوں سے چبایااورخواجہ صاحب ُگو دے دیا۔ آپؒ نے بلا تکلف کھلی کا ٹکڑا کھالیا۔

سترہ سال کی عمر میں آپ نے سمر قند کے عالم دین مولانا حسام الدین بخاری کی شاگر دی اختیار کی اور دوسال تک ان سے تفسیر، حدیث فقہ کے علوم پڑھے۔ ۲۰سال کی عمر میں ریاضی فلکیات اور علم طب میں مہارت حاصل کی۔

حضرت خواجه ممثاد دینوریؓ:

حضرت خواجہ ممشاد دینوریؓ نے اپنے شاگر د حضرت ابواسحاقؓ کووسط ایشیا کی ریاستوں میں تبلیغ کے لئے بھیجا۔ ان ریاستوں میں آتش پرست بہت بڑی تعداد میں رہتے تھے۔

امام سلسلہ حضرت مشاد دینوریؓ نے رخصت کے وقت سلسلہ کی اجازت وخلافت عطاکی اور اس نئے سلسلے کانام چشتیہ رکھا۔

لفظ چشتی نے آتش پرستوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا اور تبلیغ اسلام کے لئے حضرت ممشاد دینوریؓ کی حکمت سے بہت فائدہ ہوا۔ چشتیہ بزرگوں کی جدوجہدسے بے شار آتش پرست مسلمان ہوگئے چونکہ چشتی کے لفظ سے آتش پرست بخوبی واقف تھے اس لئے انہوں نے ان بزرگوں کو اپنے لئے اجنبی محسوس نہیں کیا۔





www.ksars.org

چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے خدمت، اخلاق اور سخاوت کے ذریعہ لوگوں کو اپنے قریب کر لیا اور ان تک اسلام کی روشنی پھیلائی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب سلسلہ چشتیہ کے بزرگ خواجہ عثمان ہاروئی گی خدمت میں حاضر ہوئے تواس وقت آپ کی عمر ۱۸ برس تھی۔خواجہ عثمان ہاروئی گئے خدمت میں حاضر ہوئے تواس وقت آپ کی عمر ۱۸ برس تھی۔خواجہ عثمان ہاروئی گئے نہ عد آپ کو خانقاہ میں پانی بھرنے کی ذمہ داری سونپ دی۔

دن مہینوں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہے۔ کم و بیش ۲۲ سال خواجہ صاحب سے خدمت انجام دیتے رہے۔ جب خواجہ معین الدین گی عمر ۴۰ سال ہوئی توایک روز حضرت خواجہ عثان ہارونی ؓ نے آپ کوبلایا اور پوچھا۔"تمہارا کیانام ہے؟"

خواجہ صاحب نے عرض کی۔ حضور اس خادم کانام معین الدین ہے۔

معین الدین چشتی گینی تصنیف" انیس الارواح" میں تحریر کرتے ہیں:

"مر شد کریم نے ارشاد فرمایا۔ دور کعت نماز اداکرو۔ میں نے اداکی۔ پھر فرمایا قبلہ روبیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ تکم دیا! سورۃ بقرہ پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا۔ تجھے فرمان ہوا کہ اکیس مرتبہ درود شریف پڑھ۔ میں نے پڑھا۔ پھر مرشد کریم کھڑے ہوگئے اور میر اہاتھ پگڑ کر آسمان کی جانب منہ کرکے فرمایا۔ تجھے خداسے ملادوں۔ پھر فرمایا۔ آسمان کی طرف دیھے۔ میں نے دیکھا۔ پوچھا کہاں تک دیکھا ہے۔ عرض کیا، عرش اعظم تک۔ فرمایاز مین کی طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا۔ چرفرمایا سورہ اخلاص پڑھے۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا۔ آسمان کی طرف دیکھے۔ میں نے دیکھا۔ یوچھااب کہاں تک دیکھا ہے۔

عرض کیا۔ حجاب عظمت تک۔ فرمایا آ تکھیں بند کر۔ میں نے بند کرلیں۔ فرمایا کھول۔ میں نے کھول دیں۔ پھر مجھے اپنی دوانگلیاں دکھا کر پوچھا کیاد کھتا ہے؟۔۔۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے اٹھارہ ہز ارعالمین نظر آرہے ہیں۔ پھر سامنے پڑی ہوئی اینٹ اٹھانے کا حکم دیا۔۔۔ میں نے اینٹ اٹھائی تومٹھی بھر دینار بر آمد ہوئے۔۔۔ فرمایا۔ بیہ فقراء میں تقسیم کر دے۔۔۔ میں نے دینار تقسیم کر دیئے۔"

خواجه غريب نوازٌ فرماتے ہيں:

"رخصت کرتے وقت مرشد کریم نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا۔ سر اور آنکھوں کو بوسہ دیااور فرمایا تجھے خدا کے سپر دکیا۔اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔"

سلسلهٔ چشتیه کی خدمات:

حضرت خواجہ غریب نواز ؓ نے اپنے مرشد کریم سے رخصت ہونے کے بعد مختلف شہروں اور ملکوں سے ہوتے ہوئے حرم شریف کاسفر اختیار کیا۔ راستہ میں اصفہان شہر میں خواجہ بختیار کا گی ؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بیعت کی درخواست کی۔



جوخواجہ غریب نوازؓ نے قبول فرمائی۔ دونوں حضرات مکہ معظمہ پہنچے اور جج کیا پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔مسجد نبوی میں آپ مسلسل مراقبہ اور مشاہدہ میں مشغول رہے۔ایک روز آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمايا:

"اے معین الدین ؓ تومیرے دین کامعین ہے۔ میں نے ولایت ہندوستان تجھے عطا کی۔ وہاں کفروظلمت پھیلی ہوئی ہے تواجمیر چلا جا۔ تیرے وجو دسے ظلمت کفر دور ہوگی اور اسلام رونق افروز ہوگا۔"

درباررسالت منگافتین کی اس بشارت سے خواجہ غریب نواز پر وجد انی کیفیت طاری ہو گئی۔ اجمیر کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے تھے کہ اجمیر کس ملک میں ہے؟ میں وہاں کیسے پہنچوں؟ سفر کے لئے کون ساراستہ اختیار کروں۔اس ہی سوچ میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت محمد صلی الله علیہ وسلم نے اجمیر کے بارے میں باخبر کیا۔

اجمیر کے ارد گر د قلع و کوہتان بھی د کھائے اسی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواجہ معین الدین گوجنت کا ایک انار عطا فرمایا اور آپ کو سفر کے لئے رخصت کر دیا۔

فوراً آپؒ نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔<u>۱۸۹ ہیں</u> آپ مدینہ منورہ سے بغداد پننچ کچھ عرصہ قیام کر کے افغانستان کے راستے لاہور پہنچ اور لاہور میں حضرت سید علی ہجویریؓ کے مزار پر چالیس روز مراقبہ میں مشغول رہے۔

راگ اور سُر:

لاہور سے ملتان تشریف لائے۔خواجہ صاحب نے ملتان میں تقریباً پانچ سال قیام فرمایا۔ ملتان میں سنسکرت اور دیگر مقامی زبانیں سیکھیں۔ ہندوستان کی تاریخ کامطالعہ کیا، وہاں کی ثقافت کا جائزہ لیا۔ مذہب اور عقائد کو گہری نظر سے دیکھا۔ ہندوؤں میں موسیقی کی مذہبی اہمیت کو سمجھتے ہوئے آپ نے راگ اور سُرکی با قاعدہ تعلیم حاصل کی اور ساز بجانا سیکھا پھر اجمیر کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس وقت اجمیر کافرمال روال پر تھوی راج تھا۔

خواجہ غریب نواز اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ہرے بھرے علاقے میں تھم رکئے لیکن مقامی حکام نے آپ کواس جگہ تھم رنے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کہا یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے لئے مخصوص ہے۔خواجہ غریب نوازؓ نے فرمایا۔" اچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں۔" اس کے بعد آپ نے اناساگر کے کنارے ایک جگہ کو منتخب فرمایا۔

شام کے وقت اونٹ آ کر میدان میں بیٹھ گئے لیکن اگلے دن صبح اونٹ بیٹھے ہی رہے۔ بہت کوشش کر کے انہیں اٹھایا گیالیکن وہ نہیں اٹھے۔ داروغہ نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے افسر ان کو پہنچائی۔ ان لو گوں نے بھی کوشش کی لیکن اونٹ نہیں اٹھے۔ بالآخریہ معاملہ پر تھوی راج تک پہنچ گیا۔ اسے





بھی جیرت ہوئی جب اسے پتہ چلا کہ کوئی مسلمان سادھو یہاں آئے تھے اور انہوں نے اس جگہ کو اپنے قیام کے لئے منتخب کیا تھا توراجہ نے سپاہیوں کو تھی جیرت ہوئی جب اسے پتہ چلا کہ کوئی مسلمان سادھو فقیر سے معافی مانگو۔ سپاہی حضرت خواجہ غریب نوازؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ خواجہ غریب نوازؓ مسکرائے اور ازر اہ شفقت گردن کے اشارے سے معاف کر دیا۔ سپاہی اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ اونٹ کھڑے تھے۔ مندر کے پنڈت یہ کرامت دیکھ کرخواجہ غریب نوازؓ کے گرویدہ ہو گئے۔ ان پنڈتوں اور سادھوؤں میں سے جو افراد تلاش حق کا جذبہ رکھتے تھے ان میں سے شادی دیو اور راجے پال نے اسلام قبول کر لیا۔

لفظ اجمیر ۔۔۔ آجا۔میر، سے بناہے۔ آجاسورج کو اور میریہاڑ کو کہتے ہیں۔

اندر کی آنکھ:

ا یک ساد ھوخواجہ غریب نواز گی خدمت میں حاضر ہوا۔ ساد ھو گیان دھیان سے اس مقام پر پہنچ گیاتھا کہ جہاں نظر آئینہ ہو جاتی ہے۔ مقابل آدمی ایسا نظر آتا ہے جیسے ٹیلی ویژن کی اسکرین پر تصویر نظر آتی ہے۔

ساد ھونے مراقبہ کیا۔ اس نے دیکھا کہ خواجہ صاحب گاسارا جسم بقعهٔ نور ہے لیکن دل میں ایک سیاہ دھبہ ہے۔ ساد ھونے جب خواجہ صاحب سے مراقبہ کی کیفیت بیان کی توخواجہ غریب نوازؓ نے فرمایا۔ توسیح کہتا ہے۔

ساد ھویہ سن کر جیرت کے دریامیں ڈوب گیااور کہاچاند کی طرح روشن آتما پر بیہ دھبہ اچھانہیں لگتا۔ کیامیری شکتی سے بیہ دھبہ دور ہو سکتا ہے؟

خواجه غریب نوازُنے فرمایا۔"ہاں" وچاہے توبیسیاہی دھل سکتی ہے۔

ساد ھونے بھیگی آئکھوں اور کیکپائے ہونٹوں سے عرض کیا۔

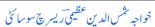
"میری زندگی آپ کی نذرہے۔"

خواجه صاحب نے فرمایا:

"اگر تواللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو یہ دھبہ ختم ہو جائے گا۔ سادھو کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی لیکن چونکہ وہ اپنے اندر سے مٹی کی کثافت دھوچکا تھا اس لئے وہ اللہ کے دوست محمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔" آتما کی آنکھ سے اندر دیکھ۔"سادھونے دیکھا توروشن دل سیاہ دھبے سے پاک تھا۔

ساد ھونے خواجہ غریب نوازؓ کے آگے ہاتھ جوڑ کر بنتی کی۔مہاراج اس انہونی بات پرسے پر دہ اٹھایئے۔خواجہ اجمیر کؓ نے فرمایا۔"وہ روشن آدمی جس کے دل پر تونے سیاہ دھبہ دیکھا تھا توخو د تھا۔ لیکن اتنی شکتی کے بعد بھی تجھے روحانی علم حاصل نہیں ہوا۔"وہ علم یہ ہے کہ آدمی کادل آئینہ ہے اور ہر





دوسرے آدمی کے آئینے میں اسے اپناعکس نظر آتا ہے تو نے جب اپنی روشن آتمامیر ہے اندر دیکھی تو تجھے اپناعکس نظر آیا۔ تیر اایمان حضرت محمد رسول الله مَثَالِیَّا کِمَ کِم سالت پر نہیں تھا اس لئے تیرے دل پر سیاہ دھبہ تھا اور جب تو نے کلمہ پڑھ لیا تو تجھے میرے آئینے میں اپناعکس روشن نظر آیا۔
تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشاکخ چشت کی خانقا ہیں اسلامی جدوجہد کا مرکز بنی رہیں۔ یہ خانقا ہیں تقویٰ، دین، خدمت خلق،

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشائخ چشت کی خانقاہیں اسلامی جدوجہد کامر کز بنی رہیں۔ یہ خانقاہیں تقویٰ، دین، خدمت خلق، توکل اور روحانی علوم حاصل کرنے کی یونیورسٹیاں تھیں۔ان خانقاہوں میں طالب علم کو ایسی فضا اور ایساماحول میسر آجاتا تھا کہ وہاں تزکیۂ باطن اور تہذیب نفس کیلئے خود بخو د انسانی ذہن متوجہ ہوجاتا تھا۔

حصول علم کامر کز حضرت بابا فرید گنج شکر ﷺ کین اس تعلیم کو حسن وخوبی اور منظم جدوجہد کے تحت حضرت بابا نظام الدین اولیاء ؓ نے معراج کمال تک پہنچادیا۔ پچپاس سال تک بیہ خانقاہیں ارشاد و تلقین کامر کز بنی رہیں۔ مُلک مُلک سے لوگ پروانہ وار آتے تھے۔ اور ان کی خدمت میں حاضر باش رہ کر عشق الٰہی اور دین اسلام کولوگوں تک پہنچانے کا جذبہ لے کر رخصت ہوتے تھے۔ ان خانقاہوں کا دروازہ امیر وغریب، شہری، دیہاتی، بوڑھے جو ان اور بچوں کے لئے ہروقت کھلار ہتا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء نے بیعت کوعام کر دیا تھا۔ جب متلاشیانِ حق ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے تھے توان کو خرقہ پہناتے اور ان کی تعظیم کرتے تھے۔

حضرت نظام الدین اولیاء ؓنے اپنے جلیل القدر خلیفہ برہان الدین کو چار سوساتھیوں کے ساتھ تعلیم کے لئے دکن روانہ کیا۔ خلیفہ برہان الدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر دکن کو اسلامی، دینی اور روحانی علوم سے فیضیاب کیا۔

* سلسله سهر ورديي:

احسان وتصوف

سلسلہ سہر وردیہ شیخ عبدالقاہر سہر وردی ؓ سے منسوب ہے۔ اس سلسلے کے خانوادے حضرت شیخ شہاب الدین سہر وردی ؓ اور حضرت بہاؤالدین زکر یا ملتانی ؓ ہیں۔ سلسلہ میں تین سال کے مجاہدات کے بعد مرشد دیکھتاہے کہ قلب کے اندر کتنی سکت پیداہوئی اور تزکیہ نفس میں کیامقام حاصل ہواہے۔ تزکیہ نفس اور قلب مصفیٰ اور مجلیٰ ہونے کے بعد فیض منتقل کیاجا تاہے۔ سلسلہ سہر وردیہ میں سانس بند کرکے اللہ ہوکاورد کرایاجا تاہے اور ذکر جلی اور خفی دونوں کرائے جاتے ہیں۔



بهاؤالدين زكرياملتاني :

حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا قریثی تھے۔ ان کے جدامجد کمال الدین علی شاہ تھے۔ کمال الدین شاہ مکہ معظمہ سے خوارزم آئے اور مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر ملتان میں سکونت اختیار کی۔ کمال الدین علی شاہ کے بیٹے کانام وجیہہ الدین محمد تھا۔ وجیہہ الدین محمد کی شادی مولانا حسام الدین تر مذی کی بیٹی سے ہوئی۔ شیخ بہاؤالدین ذکریا مولانا وجیہہ الدین کے بیٹے ہیں۔

بہاؤالدین زکریاً ۱۸ اسال کی عمر میں جے کے لئے تشریف لے گئے۔ مکہ سے مدینہ منورہ چلے گئے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا ۲ سال کے ہوئے تو والدصاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے قرآن حفظ کیا اور خراسان چلے گئے۔ سات سال تک علائے ظاہر اور علائے باطن سے اکتساب فیض کیا۔ شب و روز جو اررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ مدینہ منورہ کی نورانی فضاؤں سے معمور ہو کر بیت المقدس پہنچ اور وہاں سے بغداد شریف آ گئے۔ بغداد میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہر ور دی کی خدمت میں ایک عرصہ حاضر باش رہے۔ اذکار و اسباق میں استقامت اور دلجمعی کے ساتھ مشغول رہے۔

مر شد کریم نے خرقہ خلافت عطافرمایا۔ شجرہ طریقت شخ شہاب الدین سہر ور دی سے شروع ہو کر خواجہ حبیب عجمی۔ حضرت امام علی اور سرور کا ئنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔

مر شد کریم کے حکم سے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی ملتان کے لئے عازم سفر ہوئے۔ ان کے ساتھ پیر بھائی شخ جلال الدین تبریزی بھی ہے۔ دونوں بزرگ بغداد پنچے تو شخ جلال الدین تبریزی حضرت شخ فرید الدین عطار ً کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، فرید الدین عطار ؓ نے بوچھا کہ بغداد میں کون سادرویش مشغول بحق ہے۔ جلال الدین سے کہا۔ تم نے اپنے سادرویش مشغول بحق ہے۔ جلال الدین سے کہا۔ تم نے اپنے مرشد کانام کیوں نہیں لیا۔ انہوں نے جو اب دیا کہ شیخ فرید الدین کی عظمت کا مرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ شیخ شہاب الدین سہر ور دی کو بھول گیا۔ بیس س کر شیخ بہاؤالدین کو بہول الدین کو بہول گیا۔ بیس س کر شیخ بہاؤالدین کو بہت ملال ہوا۔

شيخ الاسلام:

سفر میں دونوں حضرات الگ الگ ہو گئے۔ شیخ بہاؤالدین زکر یاملتان آ گئے اور جلال الدین تبریزی خراسان چلے گئے۔ اور پچھ عرصے بعد جلال الدین تبریزی دہلی چلے گئے۔

اس وقت سلطان سمس الدین التمش ہندوستان کا حکمر ان تھا۔ اللہ والوں سے محبت وعقیدت رکھتا تھا۔ حضرت جلال الدین تبریزی کی آمد کی خبر سلطان کو ملی تو وہ آپ کے استقبال کے لئے شہر پناہ کے دروازہ پر حاضر ہوا گھوڑے سے اتر کر آپ کو تعظیم دی۔ نجم الدین صغریٰ اس وقت شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھا۔ اس نے سلطان کی عقیدت اور حضرت جلال الدین تبریزی کی بے انتہا پذیر ائی دیکھی تواس کے اندر حسد کی آگ بھڑک گئی۔





بغض وعناد کے تحت اس نے ایک گھناؤنی سازش تیار کی اور حضرت جلال الدین تبریزیؓ پر تہمت لگادی۔ گوہر نامی ایک طوا کف کو اس گھناؤنی سازش میں شریک کیا اور سلطان التمش کے دربار میں مقدمہ پیش کر دیا۔ جب مقدمہ پیش ہواتو گوہر نے پچ پچ بتادیا کہ یہ ساری سازش شخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کی بنائی ہوئی ہے۔

شیخ بہاؤالدین ذکریاً فرماتے ہیں کہ لوگوں نے صوفیاء کے بارے میں یہ مشہور کر دیاہے کہ ان کے پاس نذر و نیاز اور فاتحہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب روحانی بزرگوں پر تارک الد نیاہونے کالیبل لگا دیاجائے گاتوان کے پاس روحانی افکار کے حصول اور معاشرتی مسائل کے حل کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ ظاہر پر ستوں کو معلوم نہیں ہے کہ کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، غیر ضروری دلچے پیوں میں وقت ضائع نہ کرنا۔۔۔۔۔ تزکیہ نفس کے لئے ضروری ہے۔ ہم روزہ رکھتے ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اسلام فقر وفاقہ کا مذہب ہے۔

روزہ کے فوائد اس بات کے شاہد ہیں کہ کم کھانا، کم بولنا، کم سوناروح کی بالیدگی کے وظا نف ہیں۔

تبلیغی سر گر میاں:

سہر وردیہ سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتائی گی تبلیغی کوششوں کا اپنا ایک الگ نیج تھا۔ اس منظم روحانی تحریک کے ذریعے سندھ، ملتان اور بلوچستان کے علاقوں میں ہز اروں افر اد اللہ تعالیٰ کے ساتھ روحانی تعلق قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور بے شارخوا تین وحضرات حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت زکریاماتانی ﷺ نے ایک اعلی در سگاہ قائم کی تھی۔ اس در سگاہ میں بہت اچھے مشاہرہ پر اساتذہ کا تقرر کیا گیا تھا۔ طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے بعد جوشخص لئے بہترین ہوسٹل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا احساس پیدا کرنااس در سگاہ کی پالیسی تھی۔ فارغ التحسیل ہونے کے بعد جوشخص جس علاقے میں فرائض انجام دینے کی درخواست کر تا۔ اس علاقے کی زبان و ثقافت کی تعلیم کا بندوبست کر دیا جاتا تھا۔ اس غرض کے لئے اسے دو برس مزیدٹریننگ دی جاتی تھی۔

دوبرس بعد معلمین کومناسب سرمایه فراہم کر دیاجا تا تھا تا کہ معلم اس سرمایہ سے کاروبار کرے اور کاروبار کے ساتھ تبلیغ کا فریضہ انجام دے۔

حضرت زکر یاماتانی اُساتذہ کو یہ ہدایت فرماتے تھے۔ ''سامان کم منافع پر فروخت کرنالین دین میں سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر عمل کرنا۔ ناقص اشیاء فروخت نہ کرنا، خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ جب تک لوگوں کا اعتماد حاصل نہ ہو اسلام کی تعلیمات پیش نہ کرنا''۔ اس کے بعد آپ اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے تھے۔





دين تهيلانے والے تاجر:

تاجروں کے روپ میں اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے والے بیہ پاکیزہ بندے چین، فلپائن، جاوا، ساٹر ااور دیگر علاقوں تک پھیل گئے۔ یہ حضرات بڑے بڑے شہروں میں ایگزی ببیثن منعقد کرتے، صنعتی نمائش کااہتمام کرتے تھے۔

پیشہ وارانہ دیانت، صفائی، ستھرائی، حسن سلوک کی وجہ سے ہر شخص ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ ان کے اعلیٰ کر دار سے متاثر ہو کر لوگ ان سے محبت کرنے لگتے تھے اور اسدہ اوگ نہایت دلنشین انداز میں قلبی سکون کاراز ان لوگوں کے گوش گزار کرتے تھے اور اسلام قبول کرکے لوگ اللہ تعالیٰ کے قرب سے آشنا ہو جاتے تھے۔ مشرق بعید کے بے شار جزائر میں کروڑوں مسلمان ان ہی روحانی بزرگوں کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہر وردیؓ کے تربیت یافتہ شاگر دوں اور بزر گوں نے ساتویں صدی ہجری میں دین کی ظاہری اور روحانی تبلیغ کے لئے ساری دنیا میں مراکز قائم کئے۔ شیخ بہاؤالدین زکریاؓ نے مختلف علاقوں میں جماعتیں روانہ کیں۔ آپؓ کے تربیت یافتہ شاگر دوں نے کشمیر سے راس کماری اور گوادر سے بنگال تک کو اسلام کی روشنی سے منور کر دیا۔

حضرت زكرياماتاني كي فلاحي خدمات:

حضرت زکریا ملتانی مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی تربیت کا الگ الگ اہتمام فرماتے تھے۔ یہ روحانی تحریک Scientific اور جدید خطوط پر استوار تھی۔ قدرت نے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کو فلا حی ذہن عطاکیا تھا۔ آپؒ نے جنگلوں کو آباد کروایا، کنویں کھدوائے، نہریں تعمیر کروائیں اور زراعت پر بھر پور توجہ دی۔ انہیں ہر وقت عوام کی خوشحالی کی فکر دامن گیررہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت ان کے لئے سرمایۂ آخرت تھی۔

آپ عوام الناس کے خادم تھے اور عوام آپ سے محبت کرتے تھے۔ یہی حسن اخلاق اور محبت تھی کہ لوگ جوق در جوق مر اقبوں میں شریک ہوتے تھے۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان کیلئے ایمانداری اور خلوص نیت کوزندگی کامعیار بنالیا تھا۔ روح کی تقویت کیلئے درود شریف اور اذکار کی محفلیں سجتی تھیں۔ لوگ خود غرضی اور خود پرستی کے ہولناک عذاب سے بچنے کی ہر مم کن تدبیر کرتے تھے۔

شیخ ز کریاملتانی ڈولی میں جارہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سی۔

اے اہل ملتان! میر اسوال پوراکروورنہ میں ملتان شہر الٹ دوں گا۔ حضرت نے ڈولی رکواکر کچھ دیر توقف کیا۔ اور کہاروں سے کہا۔ چلو۔۔۔ دوسری آواز پر کہاروں سے کہا۔ ڈولی نمین پر رکھ دو۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا۔۔۔ چلو کچھ نہیں۔۔۔ تیسری آواز پر کہاروں سے فرمایا ڈولی کندھوں سے اتار دو۔۔۔اور ڈولی سے باہر آکر کہا۔۔۔اس فقیر کاسوال جس قدر جلد ممکن ہو پوراکر دو۔





لو گوں نے پوچھا۔۔۔یا حضرت آپ نے دو مرتبہ ڈولی رکوائی اور پچھ نہیں فرمایا۔۔۔تیسری دفعہ فرمایا کہ جتنی جلد ممکن ہو فقیر کا سوال پورا کر دو۔۔۔اس کے پس منظر میں کیا حکمت ہے؟

فرمایا۔۔۔ پہلی دفعہ فقیر نے سوال کیاتو میں نے اس کی استعداد دیکھی۔ مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ دوسری مرتبہ میں نے اس کے مرشد کریم کی استعداد پر نظر ڈالی۔ وہاں بھی کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ تیسری دفعہ آواز کامیرے دل پراٹڑ ہوا۔

میں نے توجہ کی تو۔۔۔۔ دیکھا کہ اس فقیر کے سلسلہ کے دادا پیر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار اقد س میں با ادب کھڑے ہیں۔ حضرت شخ بہاؤالدین زکریاماتانیؒ آیک روز اپنے حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے کہ ایک نورانی چیرہ بزرگ آئے اور ایک سربر مہر خط حضرت صدر الدین کو دے کر چلے گئے۔انہوں نے خطوالد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر دیا۔

والد بزر گوار نے فرمایا:۔ بزرگ سے میر اسلام کہو۔ اور عرض کرو کہ آدھے گھنٹہ کے بعد آئیں۔ حضرت بہاؤالدین زکر یا ملتانی ؓ نے امانتیں واپس کیں۔ بیٹوں سے کہا کہ درود شریف پڑھیں۔ آواز سنائی دی، "دوست بدست دوست رسید" یہ آواز سن کر حضرت شخ صدر الدین دوڑے ہوئے حجرے میں گئے۔ دیکھا کہ والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ تدفین کے بعد صاحبز ادہ کو خیال آیا کہ وہ کون بزرگ تھے جن سے ابانے کہا تھا آدھے گھنٹہ بعد آنا۔ صاحبز ادے کو خط کی تلاش ہوئی۔ تکئے کے بنچے رکھے ہوئے خط میں تحریر تھا:

"الله تعالی نے آپ کو حضوری میں طلب فرمایا ہے۔میرے لئے کیا تھم ہے۔

فرشته عزرائيل-"

* سلسله نقشبندىي:

اس سلسلے میں مراد مرید کوسامنے بٹھا کر توجہ کر تاہے اور مرید کا قلب جاری ہو جاتا ہے یہ حضرات ذکر خفی زیادہ کرتے ہیں اور مراقبہ میں سرجھکا کر آئکھیں بند کرکے بیٹھتے ہیں۔

ان کے ہاں مر شداینے مریدوں سے الگ نہیں ہیٹھتا بلکہ حلقے میں ان کے شریک ہو تا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق سے شروع ہوااور حضرت بہاؤالدین نقشبند کے نام سے منسوب ہے۔ حضرت بہاؤالدین ۴ محرم ۱۸ھ کو پلیز میں پیدا ہوئے اور ۲۰ ربیج الاول دوشنبہ بوقت شب وفات پائی۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی ولادت سے پہلے جب خواجہ محمد ساسی باباان کے گھر کے پاس سے گزرتے تھے تو کہتے تھے کہ مجھے یہاں سے کسی مردحن آگاہ کی خوشبو آتی ہے۔ ایک دن اینٹ اور گارے سے بنے ہوئے اس گھر سے علم وعرفان کی روشنیاں طلوع ہو نگی۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند کے دادا نے آپ کوخواجہ محمد ساسی باباکی گود میں ڈال دیا۔ آپ نے نوزائیدہ بچے کو گود میں لے کر فرمایا۔ یہ میر افرزند ہے۔ یہ بچے بڑا ہو کرزمانے کا پیشوا ہو گا۔



حضرت بہاؤالدین نقشبند ُ فرماتے ہیں کہ جب مجھے شعور کاادراک ہواتو دادانے مجھے ساسی بابا کی خدمت میں بھیج دیا۔ باباساسی نے میرے اوپر شفقت فرمائی۔ میں نے شکرانے کے طور پر دور کعت اداکی۔ نماز میں میرے اوپر سرشاری طاری ہوگئی اور بے اختیار یہ دعا نکلی۔ ''یا الہی! مجھ کو اپنی امانت اٹھانے کی قوت عطافرما۔''

صبح کو باباساسی کی خدمت میں پہنچاتو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اے فرزند! دعااس طرح ما مگنی چاہئے۔" یاالہی! جو کچھ تیری رضاہے اس ضعیف بندے کو اس پر اپنے فضل و کرم سے قائم رکھ"۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو اس کو بوجھ اٹھانے کی سکت بھی عطافر ما تا ہے۔

دل کی تگرانی کرنی چاہئے:

ایک روز کھانا تناول کرنے کے بعد آپ نے مجھے کچھ روٹیاں عنایت کیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے تو خوب سیر ہو کر کھانا کھایا ہے۔ میں اتنی روٹیوں کا کیا کروں؟ کچھ دیر بعد آپ نے مجھے ایک دوست کے گھر چلنے کے لئے کہا۔ راستے میں میرے دل میں پھر وہی خیال آیا کہ روٹیوں کا کیا کرنا ہے۔ حضرت میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ دل کی نگرانی کرنی چاہئے تا کہ اس میں کوئی وسوسہ داخل نہ ہو۔ جب ہم اس دوست کے گھر پہنچ تو وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور حضرت کے سامنے دودھ پیش کیا۔ حضرت ساسی بابانے ان سے کھانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے پہنچ تو وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور حضرت نے فرمایا۔

روٹیاں پیش کر دو۔اس واقعہ کے بعد حضرت کی عزت وتو قیر اور عقیدت میرے اندر بہت زیادہ ہو گئی۔

ا یک دن فرمایا۔ جب استاد شاگر دکی تربیت کر تاہے توبہ بھی چاہتاہے کہ شاگر دبھی استاد کی تعلیمات کو قبول کرے۔

خواجہ محمد باباساس نے خواجہ بہاؤالدین نقشبند گواپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اگر چہ ظاہری اسباب میں طریقت کے آداب سیدامیر کلال سے سیکھے مگر حقیقتاً آپ اولیک ہیں اور آپ نے خواجہ عبدالخالق مجدوانی کی روح سے فیض پایا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نجاکے مز ارات میں سے تین متبرک مز اروں پر حاضر ہوا۔ میں نے ہر قبر پر ایک چراغ جلتا ہواد یکھا۔ چراغ میں پوراتیل اور بتی ہونے کے باوجود چراغ کی لو کو اونچا کرنے کے لئے بتی کو حرکت دی جارہی تھی۔ لیکن بابا ساسی کے مز ارکے چراغ کی لو کو مسلسل روشن دیکھے کرمیں نے چراغ کی لو پر نظر جمادی۔



اويىي فيض:

میں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف کی دیوار پھٹ گئی اور ایک بہت بڑا تخت نمو دار ہوا دیکھا کہ سبز پر دہ لڑکا ہوا ہے اس کے قریب ایک جماعت موجو دہے۔
میں نے ان لوگوں میں باباساس کو پیچپان لیا۔ میں جان گیا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اس جہان سے گزر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے جھے بتایا کہ تخت پر خواجہ عبد الخالق مجد وانی جلوہ افروز ہیں اور یہ ان کے خلفاء کی جماعت ہے اور ہر خلیفہ کی طرف اشارہ کرکے ان کے نام بتائے۔ یہ خواجہ احمد صدیق ہیں، یہ خواجہ اولیاء کلال ہیں، یہ خواجہ دیو گری ہیں، یہ صاحب خواجہ محمود الخیر فقتوی ہیں اور یہ خواجہ علی راستی ہیں، جبوہ شخص خواجہ محمد بابا ساسی پر پہنچاتو کہا ہے تیرے شرح نے تیرے سر پر کلاہ رکھا ہے اور تیجے کر امت بخشی ہے۔ اس وقت اس نے کہا کان لگا اور انہوں نے تیرے سر پر کلاہ رکھا ہے اور تیجے کر امت بخشی ہے۔ اس وقت اس نے کہا کان لگا اور انہوں کے دحضرت خواجہ بزرگ ایس بیس قبل کے راستے میں تیرے لئے مشعل راہ بنیں گیں۔

میں نے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ کو سلام اور ان کے جمال مبارک کی زیارت کرناچاہتا ہوں۔ یکا یک میرے سامنے سے پر دہ اٹھ گیا۔ میں نے نور علی نور بزرگ کو دیکھا۔ انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور وہ باتیں جو ابتد ائی طور پر سلوک اور اس کے در میان اور اس کی انتہاسے تعلق رکھتی ہیں، مجھے سکھائیں۔

انہوں نے فرمایا۔جو چراغ تجھے دکھائے گئے ہیں ان میں تیرے لئے ہدایت اور اشارہ ہے کہ تیرے اندر روحانی علوم سکھنے کی استعداد موجو دہے اور تیرے لئے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اسر ارور موز سکھائیں گے لیکن استعداد کی بتی کوحرکت دیناضر وری ہے تا کہ چراغ کی روشنی تیز ہو جائے۔

دوسری مرتبہ بتایا کہ ہر حال میں امر و نہی کاراستہ اختیار کرنا۔ احکام شریعت کی پابندی کرنا۔ ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرنا۔ سنت والے طریقوں پر پوری طرح عمل کرنا۔ بدعات سے دور رہنا۔ حضرت محمر صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی احادیث کو ہمیشہ اپنارا ہنما بنائے رکھنا اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے اخبار و آثار یعنی ان کے اقوال وافعال کی تلاش ہو اور جستجو میں رہنا۔ تیرے اس حال یعنی مشاہدے کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ کل علی الصبح تو فلال جگہ جائے گا اور فلال کام کرے گا۔

ان لوگوں نے فرمایا۔ اب تو جانے کا قصد کر اور جناب سید امیر کلالؒ کی خدمت میں حاضر ہو۔ ان حضرات کے فرمانے کے بموجب میں حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں پہنچا۔ توحضرت امیرؒنے خاص مہر بانیاں فرمائیں۔ مجھے ذکر کی تلقین کی اور خفیہ طریقہ پر نفی اثبات کے ذکر میں مشغول فرمادیا۔

شیخ قطب الدین نامی ایک بزرگ نے بتایا کہ میں چھوٹی عمر میں تھا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ فلاں کبوتر خانے سے کبوتر خرید کرلے آؤ۔ ان کبوتروں میں سے ایک کبوتر بہت خوبصورت تھا۔ میں نے یہ کبوتر باور چی خانے میں نہیں دیا۔ کھانا تیار ہونے کے بعد حضرت خواجہ نقشبند ؓ نے مہمانوں میں کھانا تقسیم کیاتو مجھے کھانا نہیں دیااور فرمایاا نہوں نے اپنا حصہ زندہ کبوتر لے لیاہے۔





صوفیاء کرام کی دینی خدمات:

و ہلی بھارت میں حضرت خواجہ باقی بااللہ کا مز ارہے۔ امام ربانی مجد والف ثانی حضرت خواجہ باقی بااللہ کے خلیفہ ہیں۔

احمد سر ہندی مجد دالف ثانی گی پیدائش سے قبل آپ کے والد بزر گوار نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہاں اندھیرے میں گھر اہوا ہے۔ بندر، ریچھ اور سور آدمیوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ آپ کے سینہ مبارک سے نور کا جھما کہ ہوااور اس میں سے ایک تخت ظاہر ہوااس تخت پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ ان کے سامنے ظالم، بے دین اور ملحد لو گوں کو ہلاک کیا جارہا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے والد نے یہ خواب حضرت شاہ کمال کیتھل ؒسے بیان کیا توشاہ کمال صاحب نے یہ تعبیر دی کہ آپ کے یہاں ایک لڑ کا پیدا ہو گا جس سے اللہ کے دین میں شامل کی ہوئی بدعتیں اور خرافات ختم ہو جائیں گی۔ مجدد صاحب کانام احمد، لقب بدرالدین ہے۔ آپ کا نسب نامہ حضرت امیر المومنین سیدناعمر فاروقؓ کی ستا کیسویں پشت سے ماتا ہے۔

ہندوستان میں آپ نے کفروشر ک کامر دانہ وار مقابلہ کیا۔ آپ نے ہز اروں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی اور اپنے دور کے طاقتور بادشاہ اکبر کی ملحدانہ سر گرمیوں کانہایت کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

ا کبرنے کفروالحاد کو یہاں تک پھیلا دیاتھا کہ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ کے بجائے اکبر خلیفتہ اللہ کا حکم جاری کر دیاتھا۔ حضرت مجدد ؒنے ناصرف ان حالات کامر دانہ وار مقابلہ کیابلکہ ان کی بیج کنی کے لئے قیدو بندکی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔اکبر وجہا نگیر کے قائم کر دودین الہی کاخاتمہ ہو گیا۔

الله تعالیٰ نے مجد د الف ثانیٰ کو کامیاب و کامر ان کیا۔

چنگیز خانی طوفان نے جب دنیائے اسلام کونہ وبالا کر دیا۔ شہر ویران ہوگئے، لو گوں کو قتل کر کے ان کے سروں کے مینار بنادیئے گئے، بغداد کی آٹھ لاکھ آبادی میں سے چار لاکھ قتل وغار تگری کی جھینٹ چڑھ گئ، علم و حکمت کی کتابوں کا ذخیر ہ آگ کی بھیٹیوں میں جھونک دیا گیا، علماءاور فضلاء اسلام کے مستقبل سے مایوس ہو گئے۔ اس وقت بھی اس سرکش طوفان کاصوفیاء نے مقابلہ کیا۔

ان لو گول نے اسلام دشمن لو گول کی اس طرح تربیت کی کہ اسلام کے دشمن شمع اسلام بن گئے۔

سلسلہ قادر پیرے ایک بزرگ، ہلا کوخان کے بیٹے تگو دار خان کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے، تگو دار خان شکار سے واپس آر ہاتھا کہ اپنے محل کے دروازے پر ایک درویش کو دیکھ کر ازر اہ تمسنح پوچھا:

اے درولیش تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یامیرے کتے کی دم؟ اس بیہودہ اور ذلت آمیز سوال پر بزرگ برہم نہیں ہوئے، شگفتہ لہجہ کے ساتھ تخل سے فرمایا:



www.ksars.org

"میں اپنی جال نثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنو دی حاصل کر لوں تومیری داڑھی کے بال اچھے ہیں ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمانبر داری کر تاہے اور آپ کے لئے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔

تگودار خان اس غیر متوقع اور اناکی گرفت سے آزاد جو اب سے اتنامتاثر ہوا کہ اس نے بزرگ کو اپنامہمان بنالیا اور درویش کے علم و بر دباری اور اخلاق سے متاثر ہو کر اس نے در پر دہ اسلام قبول کر لیالیکن اپنی قوم کی مخالفت کے خوف سے تگودار خان نے درویش کو رخصت کر دیا۔ وفات سے پہلے درویش نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ تگودار خان کے پاس پہنچے اور اپنے کے درویش نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ تگودار خان کے پاس جائے اور اس کو اپناوعدہ یاد دلائے۔ صاحب زاد ہے تگودار خان کے پاس پہنچے اور اپنے آمادہ ہیں لیکن فلال سر دار تیار نہیں ہے اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے تو مشکل آسان ہو جائے گی خایت بیان کی۔ تگودار خان نے کہا تمام سر دار اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں لیکن فلال سر دار تیار نہیں ہے اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے تو مشکل آسان ہو جائے گی۔

صاحب زادے نے جب اس سر دارسے گفتگو کی تواس نے کہا۔ میری ساری عمر میدان جنگ میں گزری ہے۔ میں علمی دلائل کو نہیں سمجھتامیر امطالبہ ہے کہ آپ میرے پہلوان سے مقابلہ کریں۔اگر آپ نے اسے پچھاڑ دیاتو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

درولیش زادے، لاغر، دیلے اور جسمانی لحاظ سے کمزور تھے۔ تگودار خان نے اس مطالبہ کو مستر دکرنا چاہالیکن درولیش کے بیٹے نے سر دار کا چیلنج منظور کرلیا۔ مقابلے کے لئے جگہ اور تاریخ کااعلان کر دیا گیا۔ مقررہ دن مخلوق کا اژدہام یہ عجیب وغریب دنگل دیکھنے کے لئے میدان میں جمع ہو گیا۔ ایک طرف نحیف اور کمزور ہڈیوں کاڈھانچہ لاغر جسم تھااور دوسری طرف گرانڈیل اور فیل تن پہلوان تھا۔

تگودار خان نے کوشش کی کہ یہ مقابلہ نہ ہولیکن درویش مقابلہ کرنے کے لئے مصر رہااور جب دونوں پہلوان اکھاڑے میں آئے تو درویش زادے نے اپنے حریف کو زورسے طمانچہ مارااور وہ پہلوان اس تھیڑ کو ہر داشت نہ کر سکا۔ اس کی ناک سے خون کا فوارہ ابلا اور پہلوان غش کھا کر زمین پر گر گیا۔ سر دار حسب وعدہ میدان میں نکل آیا۔ اس نے درویش زادے کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ تگودار خان نے بھی اپنے ایمان کا اعلان کر کے اپنانام احمدر کھا۔ ہلا کو خان کا چھازاد بھائی بھی شیخ سمس الدین باخوریؓ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔

قسطنطنیہ کی تاریخ اسلام کا ایک لافانی باب ہے۔ حضرت سمس الدین، سلطان محمد ؒکے مرشد کریم تھے۔ انہی کی ترغیب اور بشارت سے سلطان محمد نے قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ ہم تاریخ کے صفحات جتنے زیادہ پلٹتے ہیں اہل تصوف اور روحانی لوگوں کا ایک قافلہ ہمارے سامنے آتا ہے جو دین اسلام کو پھیلانے میں ہمہ تن مصروف نظر آتا ہے۔



* سلسله عظیمیه:

سلسلہ عظیمیہ جذب اور سلوک دونوں روحانی شعبوں پر محیط ہے۔ اس سلسلے میں روایتی پیری مریدی اور مخصوص لباس اور کوئی وضع قطع نہیں ہے۔ صرف خلوص کے ساتھ طلب روحانیت کا ذوق اور شوق ہی طالب کو سلسلے کے ساتھ منسلک رکھتا ہے۔ سلسلے میں مریدین کو دوست کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت کے لئے سخت ریاضتوں، چلوں اور مجاہدوں کے بجائے ذکر واذکار آسان ہیں۔ تعلیم کا محور غار حرامیں عبادت (مراقبہ)ہے۔ تفکر اور خدمت خلق کواساس قرار دیا گیاہے۔

سلسله عظیمیه سیرناحضور علیه الصلوة والسلام کی منظوری سے 1960ء میں قائم ہوا۔

امام سلسله عظیمیہ حضور قلندر بابا اولیاءً۱۸۹۸ء قصبہ خور جہ ضلع بلند شہر بھارت میں پیدا ہوئے۔ والدین نے محمد عظیم نام رکھا۔ والد گرامی کا نام بدلیج الدین مہدی شیر دل اور والدہ ماجدہ کا نام سعیدہ بی بی تھا۔ شاعری میں برخیاتے نسلس ہے۔

تاریخ وفات ۲۷ جنوری ۱۹۷۹ء ہے۔ مز ارشریف شاد مان ٹاؤن نارتھ ناظم آباد کراچی میں مرجع خاص وعام ہے۔

سید نا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطریق اویسیہ حسن اخریٰ کے نام سے مخاطب فرمایا۔ عالم تکوین اور عوام وخواص میں قلندر بابا اولیاءً کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ پورانام حسن اخریٰ محمد عظیم برخیاالمعروف قلندر بابا اولیاءً ہے۔

حضرت امام حسن عسکریؓ کے خاندان کے سعید فرزند ہیں۔ مرتبہ قلندریت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے ملا نکہ ارضی و ساوی اور حاملان عرش میں قلندر بابااولیاﷺ کے نام سے مشہور ہیں۔

حضور قلندر بابااولیائے نظام تکوین کے اعلیٰ منصب صدروالصدور کے عہدہ پر فائز ہیں۔اس د نیااور دوسری لاشار د نیاؤں میں چار تکوینی شعبے کام کررہے ہیں۔

ا) قانون

۲)علوم

۳)اجرام ساوی

۴) نظامت



ان شعبوں کے ہیڈ چار ابدال ہوتے ہیں۔ نظامت کے عہدہ پر فائز ابدال حق کو صدر الصدور کہتے ہیں۔ صدر الصدور کو Veto Power حاصل ہوتی ہے۔ ابدال حق قلندر بابااولیاءًاس وقت صدر الصدور ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو قلندر کامقام عطاکر تاہے تو اسے زمان و مکان کی قید سے آزاد ہونے کا اختیار دے دیتا ہے۔ اور تکوینی امور کے تحت سارے ذی حیات اس کے تابع فرمان ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ کے بیے نیک بندے غرض، ریا، طبع، حرص اور لا کچے سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اس لئے جب مخلوق ان کی خدمت میں کوئی گزارش پیش کرتی ہے تووہ اس کو سنتے ہیں اور اس کا تدارک بھی کرتے ہیں کیونکہ قدرت نے انہیں اس کام کیلئے مقرر کیا ہے۔ یہی وہ پاکیزہ اور قدسی نفس حضرات ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے کان، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ذریعہ بولتے ہیں اور میرے ذریعہ چیزیں پکڑتے ہیں۔"

يهلا مدرسه:

قلندر بابا اولیاءً نے قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم محلہ کے مکتب میں حاصل کی اور بلند شہر میں ہائی اسکول تک پڑھا اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ تعلیم حاصل کی۔

تربيت:

باباتاج الدین ناگپوری محضور قلندر بابااولیاء کے ناناہیں۔ آپ 9 سال تک رات دن باباتاج الدین کی خدمت میں حاضر باش رہے۔

دوران تعلیم ایبادور بھی آیا کہ قلندر بابااولیائے جذب ومستی اور عالم استغراق کاغلبہ ہو گیا۔ اکثر او قات خاموش رہتے اور گاہے گاہے گفتگو بھی بےربط ہو جایا کرتی تھی لیکن جذب و کیفیت کی بیر مدت زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی۔

روز گار:

سلسلہ معاش قائم رکھنے کے لئے مختلف رسائل وجر اند کے ادارت و صحافت اور شعر اء کے دیوانوں کی اصلاح اور تر تیب و تدوین کرتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی تشریف لے آئے اور اردوڈان میں سب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک رسالہ نقاد میں کام کرتے رہے۔ پچھ رسالوں کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ کئی مشہور کہانیوں کے سلسلے بھی قلم بند کئے۔

ببعث

بِ90٪ء میں قطب ارشاد حضرت ابوالفیض قلندر علی سہر وردیؓ ہے بیعت ہوئے۔ حضرت ابوالفیض قلندر علی سہر وردیؓ نے رات کو تین بجے سامنے



بھا کر قلندر باباً گی پیشانی پر تین پھو نکیں ماریں۔ پہلی پھونک میں عالم ارواح منکشف ہوا، دوسری پھونک میں عالم ملکوت و جبروت اور تیسری پھونک میں عرش معلی کامشاہدہ ہوا۔

مقام ولايت:

حضرت ابوالفیض قلندر علی سہر وردیؓ نے قطب ارشاد کی تعلیمات تین ہفتے میں یوری کر کے خلافت عطافر مادی۔

اس کے بعد حضرت شیخ مجم الدین کبریؓ کی روح پر فتوح نے قلندر بابا اولیاءؓ کی روحانی تعلیم شروع کی اور پھریہ سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ سید ناحضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ہمت ونسبت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں پیشی ہوئی اور اسر ار ور موز کاعلم حاصل ہوا۔

اخلاق:

ابنداء ہی سے آپ کی طبیعت میں سادگی اور شخصیت میں و قارتھا۔ پریشانی میں دل جوئی کرنا، دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور دوسرے کے در د کو اپنادر د سمجھنااور دوسرے شخص کی توقع سے زیادہ اس کاد کھ بانٹنا آپ کی صفت تھی۔

كشف وكرامات:

حضور قلندر بابااولیائے سے بہت ساری کر امات صادر ہوئیں ہیں جو کتاب '' تذکرہ قلندر بابااولیائے'' میں شائع ہو کی ہیں۔

تصنيفات:

قلندر بابااولیائے نین کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

علم وعرفان كاسمندر:"رباعيات قلندربابااوليايم"

اسرار ورموز كاخزانه: "لوح و قلم"

كشف وكرامات اور ماورا كي علوم كي توجيهات پر مستند كتاب: "تذكره تاج الدين باباً" رعبايات ميس فرماتے ہيں:

اک لفظ تھااک لفظے سے افسانہ ہوا

اک شہر تھاشہر سے ویرانہ ہوا





گر دُول نے ہزار عکس ڈالے ہیں عظیم

میں خاک ہواخاک سے بیانہ ہوا

آدم کا کوئی نقش نہیں ہے بیکار

اس خاک کی تخلیق میں جلوے ہیں ہزار

دستہ جوہے کوزہ کواٹھانے کے لئے

یہ ساعد سیمیں سے بنا تاہے کمہار

باغوں میں جو قمریاں ہیں سب مٹی ہیں

ياني ميں جو محھلياں ہيں سب مٹی ہيں

آئھوں کا فریب ہے یہ ساری دنیا

پھولوں میں جو تتلیاں ہیں سب مٹی ہیں

آناہے تراعالم روحانی سے

حالت تری بہتر نہیں زندانی سے

واقف نہیں میں وہاں کی حالت سے عظیم

واقف ہوں مگریہاں کی ویرانی سے

حضور قلندر بابااولیاءًا پنی کتاب اوح و قلم کے پہلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

"میں یہ کتاب پیغیبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے تھم سے لکھ رہاہوں۔ مجھے یہ تھم سیدنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات سے بطریق اویسیہ ملاہے۔"

كتاب كے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالی فرماتے ہیں ساعت میں نے دی ہے، بصارت میں نے دی ہے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ اطلاع میں نے دی ہے (یعنی اطلاعات کا سورس اللہ تعالی ہیں) ہم عام حالات میں جس قدر اطلاعات وصول کرتے ہیں ان کی نسبت تمام دی گئی اطلاعات کے مقابلے میں صفر سے ملتی جلتی ہے۔وصول ہونے والی اطلاعات اتنی محدود ہیں کہ ان کونا قابل ذکر کہیں گے۔اگر ہم وسیع تر اطلاعات حاصل کرناچاہیں تو اس کا ذریعہ بجز علوم روحانی کے کچھ نہیں ہے اور علوم روحانی کے لئے ہمیں قر آن حکیم سے رجوع کرنا پڑے گا۔

یہ قانون بہت فکر سے ذہن نشین کرناچاہئے کہ جس قدر خیالات ہمارے ذہن میں دور کرتے رہتے ہیں ان میں سے بہت زیادہ ہمارے معاملات سے غیر متعلق ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق قریب اور دور کی ایسی مخلوق سے ہو تا ہے جو کا کنات میں کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ اس مخلوق کے تصورات اہروں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔

حضور قلندر بابااولیاءؒنے عالم لاہوت،عالم جبروت،عالم ملکوت اور ارض وساوات کے نقشے بناکر دیئے ہیں۔

قلندر بابااولیائی سرپرستی میں روحانی ڈانجسٹ کا پہلا شارہ دسمبر <u>(۱۹۷</u>ء کو منظر عام پر آیا۔ روحانی ڈانجسٹ کے بیشتر ٹائٹل، جزوی تبدیلی کے ساتھ انہی نقشوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ مر دم شاری کے حساب سے مر دوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔ بڑاالمیہ ہے کہ خواتین کی اتی بڑی تعداد کو نظر انداز کیا جاتارہا ہے۔ جبکہ خواتین و حضرات کی علمی استعداد اور صلاحیتوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ سلسلہ عظیمیہ نے رسول اللہ صلیہ وسلم کے مشن کے پھیلانے میں خواتین کو بھر پور شریک ہونے کاموقع فراہم کیا ہے۔

سلسلة عظيميه كي خدمات:

سلسلہ عظیمیہ کی کاوشوں سے کالجوں اور یونیور سٹیوں میں ماورائی علوم اور روحانی طرز فکر عام ہور ہی ہے۔ امام سلسلہ عظیمیہ نے عوام وخواص کو بتایا ہے کہ ہر شخص روحانی علوم کو با آسانی سیکھ سکتاہے۔ اللہ تعالی سے رابطہ قائم ہو جانے کے بعد خواتین وحضرات کی زندگی پر سکون ہو جاتی ہے۔

سلسلہ عظیمیہ کی شب وروز جدوجہدسے پاکستان، ہندوستان، برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، ڈنمارک، روس، متحدہ عرب امارات میں "مراقبہ ہال"کے نام سے خانقابی نظام قائم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام الناس کوروحانی علوم سے آشا کرنے کے لئے سلسلہ عظیمیہ نے لائبر پریوں کانیٹ ورک قائم کیا ہے۔ الکیٹر انک ٹیکنالوجی کاسہارالے کرعلمی، سائنسی، قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطابق روحانی علوم کو آڈیو اور ویڈیو میں ریکارڈ کیا ہے۔



تا کہ سائنسی ترقی کے اس دور میں زیادہ سے زیادہ لوگ مستفیض ہوتے رہیں۔ تقریروں اور تحریروں کے ساتھ ساتھ Print Media کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ نے اپنے مرشد کریم قلندر بابااولیاء کے مشن کو پھیلانے، عوام وخواص میں اس کی جڑیں مستحکم کرنے کے لئے پرنٹ میڈیا کو استعال کیا ہے۔ رسائل وجرائد اور اخبارات میں مسلسل ۳۲سال سے روحانی علوم کی اشاعت جاری ہے۔

الله تعالى فرماتے ہيں:

"میری سنت میں تبدیلی ہوتی ہے اور نہ تعطل واقع ہو تاہے۔"

الحاد، بت پرستی، شرک اور زمین پر فساد ختم کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے پنجمبر وں کاسلسلہ قائم کیا۔ روایت کے مطابق ایک لا کھ چو ہیں ہز ار پنجمبر اس دنیامیں تشریف لائے۔

قر آن کریم کی تصدیق کے مطابق رسالت اور نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اللہ کے ارشاد کے مطابق دین کی بیمیل ہو چکی ہے لیکن دین کی بیمیل ہو چکی ہے۔ اور یہ دنیا قیامت لیکن دین کی بیمیل کے بعد بھی تبلیخ وارشاد اس لئے ضروری ہے کہ دنیا آباد ہے۔ اور اس آبادی میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے۔ اور یہ دنیا قیامت تک قائم رہے گی۔ نبوت کے فیضان کو جاری رکھنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث علماء باطن اولیاء اللہ نے دینی اور روحانی مشن کو تا قیامت لوگوں تک پہنچانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اور ایک وقت ایسا آجائے گا کہ نوع انسانی قر آنی احکامات کو سمجھ کر اللہ کے انوار و تجلیات کامشاہدہ کرلے گی اور دنیا من وامان کا گہوارہ بن جائے گی۔

آج کی د نیاسمٹ کر ایک کمرے کے برابر ہو گئی ہے۔ چچھ مہینوں کاسفر ایک دن میں اور د نوں کاسفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ زمان و مکان کو سمجھنا آسان ہو گیاہے۔

سائنسى انكشافات:

بظاہر سائنس کا پیعقیدہ ہے کہ جب تک کوئی بات Vision نہ بنے اور دلائل کے ساتھ اسے ثابت نہ کیاجائے تووہ بات قابل قبول نہیں ہے۔

اس سے قطع نظر کہ سائنس کا یہ دعویٰ کتنا غلط اور کتنا صحیح ہے۔ سلسلۂ عظیمیہ نے کوشش کی ہے کہ ذہنی وسعت کے مطابق سائنسی انکشافات کو سامنے رکھ کرخوا تین وحضرات کو ایسی تعلیمات دی جائیں جن تعلیمات سے وہ ظاہری دنیا کے ساتھ ساتھ غیب کی دنیا سے نہ صرف آشا ہو جائیں بلکہ غیب کی دنیا اور غیب کی دنیا میں آباد مخلو قات کامشاہدہ بھی کرلیں۔





www.ksars.org

دینی جدوجهد:

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سلسلۂ عظیمیہ نے درس و تدریس کا نظام ترتیب دیا ہے۔ جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ تین سال پر محیط ہے۔ اور دوسر احصہ بھی تین سال پر محیط ہے۔

طالبات وطلباء یہ چھ سالہ کورس پڑھ کروہ Knowledge عاصل کر لیتے ہیں جس نالج کی بنیاد قر آن کریم، احادیث اور غیب ہے۔ چو نکہ ایک سازش کے تحت اور فاسد ذہن رکھنے والے لوگوں کے منصوبوں کے مطابق خانقاہی نظام کو متنازعہ فیہ بنادیا گیا ہے۔ اس لئے خانقاہی نظام کو سلسلہ عظیمیہ نے "مراقبہ ہال"کے نام سے متعارف کروایا ہے۔

۳۰۰۷ء تک دنیامیں ۸۰ مراقبہ ہال قائم ہوئے ہیں۔ ان مراقبہ ہالزمیں ایساماحول Create کیاجاتا ہے جہاں کی فضاسکون واطمینان کی لہروں کے ارتعاش پر قائم ہے۔ ذکر واذکار کی محفلیں ہوتی ہیں۔ مراقبے کئے جاتے ہیں۔ نماز، روزہ اور عبادت وریاضت میں ذہنی کیسوئی نصیب ہوتی ہے۔
سلسلۂ عظیمیہ کا Aim اللہ کی مخلوق کی خدمت کر کے اپنی ذات کاعرفان اور عرفان الہی حاصل کرنا ہے۔



www.ksars.org

ذ کراذ کار

تصوف میں تزکیہ نفس ایساعمل ہے جس پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ تزکیہ نفس اور قلبی طہارت کے لئے اہل روحانیت نے اسباق مقرر کئے ہیں۔ یہ اسباق قر آنی آیات اور اساء الہیہ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان کے ورد سے انسان کے اندر پاکیزگی اور نور کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ کسی آیت یااسم الہی کے ورد سے روح میں بالید گی بڑھ جاتی ہے اور سالک کے اندر باطنی آئھ کھل جاتی ہے۔ اسے ایسی بصیرت مل جاتی ہے جس سے وہ حقیقت کا ادراک کرلیتا ہے۔

اسم اعظم:

لوح محفوظ کا قانون بتا تا ہے کہ ازل سے ابد تک صرف لفظ کی کار فرمائی ہے اور حال، مستقبل کا در میانی وقفہ لفظ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کا نئات میں جو کچھ ہے وہ سب کاسب اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہو الفظ ہے۔ آسانی کتابیں اور آخری کتاب قر آن اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے الفاظ کی تشریحات ہیں۔"لفظ" قر آنی آیات کی شمثیلات اور اسماء الہید کا مظاہرہ ہے۔ اسم کی مختلف طرزوں سے نئی نئی تخلیقات وجود میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اسم ہی پوری کا نئات کو کنٹر ول کر تاہے۔ لفظ یا اسم کی بہت می قشمیں ہیں۔ ہر قشم کے اسم کا ایک سردار ہو تا ہے۔ وہی سردار اسم اپنے قشم کے تمام اساء کو کنٹر ول کر تا ہے۔ یہیں۔ یہ سردار اسم مجھی اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور اس ہی سردار اسم اعظم کہتے ہیں۔

اساءنور اورروشنی ہیں۔ ایک طرز کی جتنی روشنیاں ہیں ان کو کنٹر ول کرنے والااسم بھی انہی روشنیوں کامر کب ہے اوریہ اساء کا کنات میں موجود اشیاء کی تخلیق کے اجزاء ہیں۔ مثلاً نوع انسانی کے اندر کام کرنے والے تقاضوں اور حواس کوجو اسم کنٹر ول کرتا ہے یہی اسم نوع انسانی کے لئے اسم اعظم ہے۔

جنات کی نوع کے لئے الگ اسم اعظم ہے۔ نباتات کیلئے الگ، جمادات کے لئے الگ اور نوع ملائکہ کے لئے الگ اسم اعظم ہے۔

گیاره ہزار حواس:

انسان کے اندر تقاضوں اور جذبات کی تکمیل کیلئے جو حواس کام کرتے ہیں ان کی مجموعی تعداد تقریباً گیارہ ہز ارہے۔ ان گیارہ ہز ارکیفیات یا تقاضوں
کے اوپر ہمیشہ ایک اسم غالب رہتا ہے۔ یہی وہ اساء ہیں جن کاعلم اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا ہے۔ اسم ذات کے علاوہ اللہ تعالی کا ہر
اسم اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ جو کامل طرزوں کے ساتھ اپنے اندر تخلیقی قدریں رکھتا ہے۔



"الله نور السموات والارض" (سور هٔ نور _ آیت نمبر ۳۵)

اور یہی اللہ کانورلہروں کی شکل میں نباتات، جمادات، حیوانات، انسان، جنات اور فر شتوں میں زندگی اور زندگی کی تمام تحریکات پیدا کر تاہے۔ پوری کائنات میں قدرت کا یہ فیضان جاری ہے کہ کائنات میں ہر فردنور کی ان لہروں کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔

کہکثانی نظاموں اور ہمارے در میان بڑا مستخکم رشتہ ہے۔ پے در پے جو خیالات ذہن میں آتے ہیں وہ دوسرے نظاموں اور آبادیوں سے ہمیں موصول ہوتے رہتے ہیں۔ نور کی بیہ لہریں ایک لمحہ میں روشنی کاروپ دھار لیتی ہیں۔ روشنی کی بیہ چھوٹی بڑی لہریں ہم تک بے شار تصویر خانے لے کر آتی ہیں۔ ہم ان ہی تصویر خانوں کانام واہمہ، خیال، تصور اور تفکر رکھ دیتے ہیں۔

الله تعالیٰ کاار شادہ:

''لو گو! مجھے بِکارومیں سنوں گا۔ مجھ سے مانگو، میں دوں گا۔''

الله تعالى نے اپنی صفات كا تذكره اپنے ناموں سے كياہے۔

"اورالله کے اچھے اچھے نام ہیں۔ پس ان اچھے ناموں سے اسے پکارتے رہو۔"

(سورة اعراف آیت نمبر ۱۸۰)

"ایمان والو!الله کاذ کر کثرت سے کرتے رہو اور صبح اور شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔"

(سورة احزاب آيت نمبر اله ۲۲)

چھپاہواخزانہ:

الله تعالیٰ کاہر اسم ایک چھپاہوا خزانہ ہے۔جب لوگ الله کانام ور د زبان کرتے ہیں توان کے اوپر رحمتوں اور بر کتوں کی بارش برستی ہے۔عام طور پر الله کے ننانوے نام مشہور ہیں۔اس بیش بہاخزانے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہر نام کی تا ثیر اور پڑھنے کاطریقہ الگ الگ ہے۔

کسی اسم کی بار بار تکرارسے دماغ اس اسم کی نورانیت سے معمور ہو جاتا ہے اور جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کے اسم کے انوار دماغ میں ذخیر ہ ہوتے رہتے ہیں۔
اسی مناسبت سے بگڑے ہوئے کام بنتے چلے جاتے ہیں اور حسب دلخواہ نتائج مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جس طرح اثرات مرتب ہوتے ہیں اسی
طرح گناہوں کی تاریکی ہمارے اندر روشنی کو دھندلا دیتی ہے۔ کو تاہیوں اور خطاؤں سے آدمی کثافتوں اور اندھیروں سے قریب ہوجاتا ہے۔

جب کوئی بندہ جانتے بوجھتے گناہوں اور خطاؤں کی زندگی کوزندگی کامقصد قرار دیے لیتاہے تووہ قر آن پاک کی اس آیت کی تفسیر بن جاتا ہے۔





"مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلول پر، ان کے کانوں پر اور آئکھول پر پردہ ڈال دیا اور ان لوگوں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔" (سورة بقرہ۔ آیت نمبر ۷)

الله تعالیٰ کاہر اسم الله تعالیٰ کی صفت ہے اور الله تعالیٰ کی ہر صفت قانون قدرت کے تحت فعال اور متحرک ہے۔ ہر صفت اپنے اندر طاقت اور زندگی رکھتی ہے۔ جب ہم کسی اسم کا ورد کرتے ہیں تو اس اسم کی طاقت اور تاثیر کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اگر مطلوبہ فوائد حاصل نہ ہوں تو ہمیں اپنی کو تاہیوں اور پُر خطاطر زعمل کا جائزہ لینا چاہئے۔ نیکی اور برائی دونوں اعمال و افعال کے تابع ہیں۔ دونوں میں انسانی ذہن انسانی زبان اور ہاتھ پیر استعال ہوتے ہیں۔

مثلاً ایک آدمی گالی دیتا ہے۔ یہ برائی ہے لیکن گالی دینے میں زبان استعال ہوتی ہے اسی طرح دوسرا آدمی میٹھے بول بولتا ہے۔ لو گوں کی فلاح و بہبود کیلئے ذہن استعال کر تااور احکامات بھی صادر کر تا ہے۔ اس رویہ میں بھی زبان کاعمل دخل ہے۔ علی ہذالقیاس سوچ تصورات، جذبات اور اچھے برے احساسات کا تعلق انسانی رویوں پر قائم ہے۔

اگر طرز فکر اور رویوں میں خلوص وایثارہے،اللہ کی مخلوق کی بھلائی ہے اور سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطابق اخلاق حسنہ پر عمل ہے تو یہ سب اعمال، اعمال صالحہ ہیں۔اللہ کی نشانیوں پر غور کرنا، اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنا اور رسولوں کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت کاذریعہ ہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکرسے اطمینان قلب حاصل ہو تاہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی تعلیم کولاز می پکڑواور ذکر الٰہی کرو۔اس عمل سے آسانوں میں تمہاراذ کر ہو گااور زمین میں تمہارے لئے نور ہو گا۔

تفكر:

قر آن حکیم کی تلاوت کامفہوم ہیہ کہ ارشادات ربانی پر تفکر کیاجائے اور اللہ کے احکامات کے مطابق فرمانبر داری کی جائے۔ قر آن حکیم میں جہاں اللہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کثرت سے ذکر کرو۔

"اے اہل ایمان!تم الله تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔"

(سورة احزاب آیت نمبر ۴۸)

''اے اہل ایمان!جب کسی جماعت سے تمہارامقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللّٰد کا کثرت سے ذکر کرو۔''

(سورة انفال - آیت نمبر ۴۵)



حضرت ابن عباسٌ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الله تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی الیی عبادت فرض نہیں کی کہ اس میں معذور آدمی کاعذر قبول نہ فرمایا ہو۔ مگر ذکر الٰی ایسی عبادت ہے کہ جس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ کوئی اللہ کے ذکر سے معذور نہیں البتہ مغلوب الحال کامعاملہ الگہے اور فرمایا اللہ کاذکر کرو کھڑے ہوئے، بیٹے ہوئے، لیٹے ہوئے، سیٹے ہوئے، سیٹے ہوئے، سیٹے ہوئے، سیٹے ہوئے، سیٹے ہوئے، سیٹ ہوئے، دات ہویا دن، ذکر دل سے ہویا نبان سے، خشی میں یاسمندر میں ہو۔ بندہ خوشحال ہویا غریب الحال ہو، تندرست ہویا بیار ہو۔ جس حال میں بھی ہو بندہ کو چاہئے کہ اللہ کاذکر کر کر تارہے۔

جس ذکر میں روح اور قلب شامل ہو جائیں اس ذکر کی بڑی اہمیت ہے۔ ذکر اس طرح کیاجائے کہ کسی دوسرے کواس کاعلم نہ ہو۔

حضرت عائشية:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس ذکر خفی کو ملا تکہ کانتین نہیں سن سکتے اسے جلی ذکر پر ستر گنازیادہ فضیلت ہے۔ذکر خفی سالک کو دکھاوے سے محفوظ رکھتا ہے۔

ذکر الہی اور ذکر کثیر کے لئے قرآن حکیم میں متعدد آیتیں ہیں۔ کہیں اسم ذات کے ذکر کی تاکید ہے، کہیں ذکر قلبی کی تلقین کی گئی ہے۔

"اوریاد کرتے رہتے اپنے رب کو صبح شام گداز دل کے ساتھ اور خفی آواز میں اور ذکر سے غافل نہ رہتے۔"

(سورة اعراف - آیت نمبر ۲۰۵)

یقیناً جولوگ خداتر سہیں جب شیطان کی طرف سے ان کو کوئی خطرہ لاحق ہو تاہے تووہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ سویکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یعنی جب متقی لوگوں کو شیطان کی طرف سے وسوسہ اور پریشانی آتی ہے اور وہ ان کے دل پر پر دہ ڈال دیتا ہے تواس وقت وہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے دل پر سے پر دہ اٹھادیتا ہے۔ اللہ تعالی فرما تاہے شیطان کا فتنہ ذکر الہی سے دفع ہو جاتا ہے۔

اولیاءاللہ ہر دور میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر خفی یا جلی ذکر کرتے رہے ہیں اس محفل کو حلقہ ذکر کہاجا تا ہے۔ قر آن پاک میں انفرادی اور اجتماعی دونوں کاذکر موجو دہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور اپنے آپ کوان لو گول کے ساتھ شامل رکھئے جو صبح شام اپنے رب کی عبادت محض اس کے لئے کرتے ہیں۔"

(سورهٔ کهف آیت نمبر ۲۸)

اس آیت کامفہوم بیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اجتماعی ذکر کا حکم دیا ہے۔





ذاكرين اور فرشة:

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا:

" ملائکہ اہل ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں کہیں انہیں ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے تووہ اپنے ساتھیوں کو ہلاتے ہیں چنانچہ ملائکہ ذاکرین کو آسان دنیاتک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔"

الله تعالی فرماتے ہیں:

''میں تم کو گواہ بنا تاہوں کہ میں نے ان لو گوں کو بخش دیا ہے توان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی تواہل ذکر میں نہیں ہے وہ تواپنے کام کے لئے آیا تھا۔''

الله تعالیٰ فرماتے ہیں:

" یہ ایک ایسی مجلس ہے جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔"

حضور صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که:

"کیامیں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیاو آخرت کی بھلائی سمیٹ لو۔ سنو!مجالس ذکر کولازم پکڑو۔"

مجالس ذکر کی تلاش اور ان میں فرشتوں کاشمل ہوناعمل خیر کی بشارت ہے۔ ذکر کی مجالس اللہ کی خوشنو دی، دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ اللہ کے ذکر سے رحمت کانزول اور اطمینان قلب حاصل ہو تاہے۔

"نماز قائم کرومیرے ذکرکے لئے۔"

(سوره طله - آیت نمبر ۱۴)

نماز میں ذکرسے مرادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسارابطہ قائم ہو جائے کہ بندہ اللہ کو دیکھ لے یااسے توحیدوایمان کابیہ کمال حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہاہے۔

الله تعالى فرماتے ہيں:

"جس طرح باپ دادا کو یاد کرتے ہو کہ محبت بھی ہوتی ہے اور ہمت بھی اسی طرح اللہ کو یاد کر وبلکہ اپنے باپ دادا کو یاد کرنے سے بھی زیادہ۔"



(سورهٔ بقره - آیت نمبر ۲۰۰)

احيان وتصوف

"یاد کروا پنے رب کواپنے دل میں خشیت اور عاجزی کے ساتھ آہتہ آ واز سے ہر صبح وشام اور تمہارا شار غافلوں میں نہ ہو۔"

(سورة آدل عمران _ آیت نمبر ۱۹۱)

الله تعالى فرماتے ہيں:

"وہ شخص جس کاسینہ اسلام کے لئے اللہ نے کھول دیا ہے۔۔۔ تاریک بدنصیبوں کے بر ابر کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ تواپنے پرورد گار کی طرف سے نور ہے۔خرابی ہے ان سنگدل لو گوں کو جن کے قلوب سخت اور زنگ آلود ہیں۔اللہ کے ذکر کی طرف سے۔"

حضرت زكرياعليه السلام بهت ضعيف مو چك تھے۔ضعف ميں بھی الله تعالی نے ان سے فرمايا:

"تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی نشانی ہے ہے کہ تین دن کسی آدمی سے کلام نہ کروگے ، مگر اشارہ کے ساتھ اور خدا تعالی کاذکر بکثرت کرتے رہنا۔"

(سورة آل عمران - آیت نمبرام)

غازی اور مجاہدین:

غازی اور مجاہدین کو بھی ذکر کی تاکید کی گئے ہے:

"اے ایمان والو! جب کافروں کے ساتھ جنگ کیا کرو تو پیر جمائے رکھو اور اللہ کا ذکر بہت کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔" (سورة الانفال۔ آیت نمبر ۴۵)

صوفیاء کرام کی خانقاہوں میں ایساماحول Create کیا جاتا ہے کہ جس میں وہاں رہنے والے طلباء وطالبات نور نبوت اور نور الہی سے سیر اب ہوتے ہیں۔صوفیاء کرام تھیوری کے طور پر جواسباق یعنی درود ووظا ئف شاگر دوں کو پڑھواتے ہیں وہ قر آن وحدیث کے مطابق ہوتے ہیں۔

حضور صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:

" یہ چیز مجھے دنیاو مافیہاسے زیادہ محبوب ہے کہ ذاکرین کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد طلوع آ فتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آ فتاب تک ذکر الٰہی کروں۔"

حضور صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ:



"مجالس ذکر پر ملا نکہ کانزول ہو تاہے وہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزول سکینہ ہو تاہے اور ان پر اللہ کی رحمت سامیہ کر لیتی ہے اور اللّٰہ انہیں یاد کر تاہے۔"

روحانی اسکول اور کالجوں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ذکر کر ایا جاتا ہے تا کہ سالکین کے لطائف رنگین ہوں اور ان کے اوپر اللہ کارنگ غالب آ جائے۔ طلباء وطالبات کوہدایت کی جاتی ہے کہ وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، وضوبے وضو، ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں۔ ہر سلسلہ میں کسی نہ کسی اسم کاورد کر ایا جاتا ہے مثلاً سلسلہ عظیمیہ کاورد" یاحی یا قیوم" ہے۔ چلتے پھرتے، وضو بغیر وضواٹھتے بیٹھتے، پاکی ناپاکی ہر حال میں سالکین کو" یاحی یا قیوم" کے سے جائے کھرتے، وضو بغیر وضواٹھتے بیٹھتے، پاکی ناپاکی ہر حال میں سالکین کو" یاحی یا قیوم" یڑھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

جب کوئی بندہ جلی یا خفی ذکر کر تاہے اس کے اندر Vibration کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے حواس ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

قانون:

قانون میہ ہے کہ ہر بندے کے اندر دوطرح کے حواس کام کرتے ہیں۔ ایک طرح کے حواس اسے ظاہری دنیاسے نہ صرف قریب کرتے ہیں بلکہ ظاہری دنیامیں قید کر دیتے ہیں۔ دوسری طرح کے حواس بندے کے اندر غیب بین اور اللہ سے قربت کے حواس ہیں،

جب بندہ اپنے باطنی حواس میں ہو تاہے تواس کے اوپر اللہ کی صفات محیط ہو جاتی ہیں۔

اس بات کو آسان الفاظ میں اس طرح بیان کیاجا تاہے کہ جب آدمی کا انہاک دنیا میں ہو تاہے تومادی عناصر میں سڑ اند اور تعفن میں انہاک ہو تاہے حالا نکہ وہ اس سڑ اند اور تعفن کو محسوس نہیں کر تالیکن اگر وہ عناصر کا تجزیہ کرے اور عناصر کی کنہ کو تلاش کرے تواس کے علم میں یہ بات آجاتی ہے کہ دنیا کی ہر شئے سڑ اند اور تعفن سے بنی ہوئی ہے۔ انسان جو غذا کھا تاہے وہ بھی سڑ اند ہے اور انسان جس قطرے سے بن کر عالم وجو د میں آیا ہے وہ بھی سڑ اند ہے، آدمی جب مر جاتا ہے اس کا سارا جسم تعفن اور سڑ اند میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے بر عکس دوسر اجسم جو روشنی اور نور سے بناہوا ہے۔ اتناطیف ہے کہ عالم بالا کی سیر کرتا ہے اور خود کو فر شتوں کی مجالس میں دیکھتا ہے۔

صوفی جب ذکرالہی میں مشغول ہو تاہے توروشنی اور نورسے بنے ہوئے جسم میں نورانی کرنٹ دوڑ جاتا ہے۔خوشی کی لہریں اس کے اوپر سے خوف اور غم دور کر دیتی ہیں۔





www.ksars.org

مراقبه

ز *ہنی مر* کزیت:

تمام طرف سے ذہن ہٹاکر کسی ایک نقط پر توجہ مرکوز کرنے کانام مر اقبہ ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ جب تک توجہ مرکوز نہ ہوہم کوئی کام احسن طریقہ پر نہیں کر سکتے۔ بچے اس لئے الف۔ ب۔ ج۔ سیکھ لیتے ہیں کہ ان کی توجہ استاد کے بولے ہوئے الفاظ پر مرکوز ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک منثی حساب اس وقت صحیح کر تا ہے جب اس کی توجہ اِدھر اُدھر نہ بھٹکے۔ بصورت دیگر وہ کبھی حساب صحیح نہیں کر تا۔ کسی بھی شعبہ میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کی توجہ اس کام کی طرف قائم رہے۔

جس طرح دنیائے تمام امور کے لئے ذہنی مرکزیت ضروری ہے اسی طرح دینی امور میں ذہنی مرکزیت نہ ہو تو خیالات کی بیغار رہتی ہے۔ خیالات کی یلغار اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ نماز میں بیہ بھی یاد نہیں رہتا کہ نمازی نے کو نسی سورۃ کس کس رکعت میں تلاوت کی ہے۔

عرفان:

مشائخ اور صوفیاء مراقبہ کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنے شاگر دوں کو مراقبے کی تلقین کرتے ہیں۔ تصوف کی تعریف یہ ہے کہ شریعت اور طریقت پر کیٹیکل (Practical) ہے۔ دلجمعی، یقین اور مداومت سے عمل کیا جائے۔ عرفان ذات کے لئے شریعت تھیوری (Theory) ہے اور تصوف پر کیٹیکل (Practical) ہے۔ بندہ جب اسلام کے ارکان پورے کرتا ہے تو یہ عمل دین کی تھیوری ہے اور جب مسلمان ارکان کی حکمت پر غور کرکے حقیقت تلاش کر لیتا ہے تو یہ عمل پر کیٹیکل ہے۔ پر کیٹیکل میں سالک رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے والوں کو اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرنے والے فرشتوں کود کیتا ہے اور اللہ کا فضل اس کے اوپر محیط ہو جاتا ہے۔ یہی "الصلوۃ المعر اج المومنین "کا مفہوم ہے۔ نمازی دیکھتا ہے کہ میں اللہ کو سجدہ کر باہوں اور اللہ میرے سامنے ہے۔

مراقبه كى تعريف:

مراقبہ کی تعریف مختلف طریقوں سے بیان کی جاتی ہے۔

ا) تمام خیالات سے ذہن کو آزاد کر کے ایک نقطہ پر مرکوز کر دیاجائے۔





۲) جب مفروضہ حواس کی گرفت انسان کے اوپر سے ٹوٹ جائے تو انسان مراقبہ کی کیفیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ ۳)جب انسان اپنے اوپر بیداری میں خواب کی حالت طاری کرلے تووہ مراقبہ میں چلاجا تاہے۔

۴) یہ بات بھی مراقبہ کی تعریف میں آتی ہے کہ انسان دور دراز کی باتیں دیکھ اور سن لیتا ہے۔

۵) شعوری دنیاسے نکل کر لاشعوری دنیامیں جب انسان داخل ہو جاتا ہے توبیہ کیفیت بھی مراقبہ کی ہے۔

٢) مراقبه میں بندہ کاذبہن اتنازیادہ کیسوہوجاتاہے کہ وہ دیکھتاہے کہ مجھے اللہ دیکھ رہاہے۔

ے) ایک ایساوقت بھی آ جا تاہے کہ مر ا قب بیہ دیکھتاہے کہ میں اللہ کو دیکھ رہاہوں۔

انسان کی روح میں ایک روشنی ایس ہے جو اپنی و سعتوں کے لحاظ سے لامتناہی حدوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس لامتناہی روشنی کی حد بندی کرناچاہیں تو پوری کا نئات کو اس لامحدود روشنی میں مقید تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ روشنی موجو دات کی ہر چیز کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے احاطے سے باہر کسی وہم، خیال یا تصور کا نکل جانا ممکن نہیں ہے۔ روشنی کے اس دائر ہے میں جو پچھ واقع ہوا تھا یا بحالت موجو دہ وقوع میں ہے یا آئندہ ہو گاوہ سب ذات انسانی کی نگاہ کے بالمقابل ہے۔

چراغ کی لو:

اس روشنی کی ایک شعاع کانام"باصرہ"ہے۔ یہ شعاع کائنات کے پورے دائرے میں دور کرتی رہتی ہے۔

کائنات ایک دائرہ ہے اور بیروشنی ایک چراغ ہے۔ اس چراغ کی لوکانام باصرہ ہے۔ جہاں اس چراغ کی لوکاعکس پڑتا ہے وہاں ارد گر داور قرب وجوار
کوچراغ کی لودیکھ لیتی ہے۔ اس چراغ کی لومیں جس قدر روشنیاں ہیں ان میں درجہ بندی ہے۔ کہیں لوکی روشنی بہت ہلکی، کہیں ہلکی، کہیں تیز اور کہیں
بہت تیز پڑتی ہے۔ جن چیزوں پر لوکی روشنی بہت ہلکی پڑتی ہے ہمارے ذہن میں ان چیزوں کا تواہم پیدا ہو تاہے۔ تواہم لطیف ترین خیال کو کہتے ہیں۔
جو صرف ادراک کی گہر ائیوں میں محسوس کیاجا تا ہے۔

جن چیزوں پرلو کی روشنی ہلکی پڑتی ہے۔ ہمارے ذہن میں ان چیزوں کاخیال رونماہو تاہے۔ جن چیزوں پرلو کی روشنی تیز پڑتی ہے۔ ہمارے ذہن میں ان چیزوں کے جن چیزوں پرلو کی روشنی ہمت تیز پڑتی ہے۔ ان چیزوں کا تصور قدرے نمایاں ہو جاتا ہے اور جن چیزوں پرلو کی روشنی بہت تیز پڑتی ہے ان چیزوں تک ہماری نگاہ پہنچ کر ان کو دیکھ لیتی ہے۔ وہم، خیال اور تصور کی صورت میں کوئی چیز انسانی نگاہ پرواضح نہیں ہوتی اور نگاہ اس چیز کی تفصیل کو نہیں سمجھ سکتی۔



شهود:

شہود کسی روشنی تک خواہ وہ بہت ہلکی ہویا تیز ہو، نگاہ کے پہنچ جانے کانام ہے۔ شہود ایسی صلاحیت ہے جو ہلکی سے ہلکی روشنی کو نگاہ میں منتقل کر دیتی ہے تا کہ ان چیزوں کو جو اب تک محض تواہم تھیں، خدوخال، شکل وصورت، رنگ اور روپ کی حیثیت میں دیکھا جاسکے۔ روح کی وہ طاقت جس کانام شہود ہے وہم کو خیال کو یا تصور کو نگاہ تک لاتی ہے اور ان کی جزئیات کو نگاہ پر منکشف کر دیتی ہے۔

بصارت:

شہود میں برقی نظام بے حد تیز ہوجاتا ہے اور حواس میں روشنی کا ذخیر ہاس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اس روشنی میں غیب کے نقوش نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ مرحلہ شہود کا پہلا قدم ہے۔ اس مرحلے میں سارے اعمال باصرہ نگاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی صاحب شہود غیب کے معاملات کو خدوخال میں دیکھتا ہے۔

ساعت:

قوت بصارت کے بعد شہود کا دوسرامر حلہ ساعت کا حرکت میں آنا ہے۔ اس مرحلہ میں کسی ذی روح کے اندر کے خیالات آواز کی صورت میں صاحب شہود کی ساعت تک پہنچنے لگتے ہیں۔

شامه اور کمس:

شہود کا تیسر ااور چو تھادر جہ بیہ ہے کہ صاحب شہود کسی چیز کوخواہ اس کا فاصلہ لا کھوں برس کے برابر ہو، سونگھ سکتاہے اور چھو سکتاہے۔

ا یک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی طویل شب بیداری کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ ''یار سول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں آسان میں فرشتوں کو چلتے پھرتے دیکھتا تھا۔'' آنخضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"اگرتم شب بیداری کو قائم رکھتے تو فرشتے تم سے مصافحہ بھی کرتے۔"

دور رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ میں شہو د کے مدار ج کا تذکرہ موجو د ہے۔ فرشتوں کو دیکھنا باصرہ سے تعلق رکھتاہے اور مصافحہ کرنا، کمس کی قوتوں کی طرف اشارہ ہے جو باصرہ کے بعد ہیدار ہوتی ہے۔

شہود کے مدارج میں ایک ایسی کیفیت وہ ہے جب جسم اور روح کی وار دات و کیفیات ایک ہی نقطہ میں سمٹ آتی ہیں اور جسم روح کی تحریکات سے براہ راست متاثر ہوتا ہے۔





حضرت معروف كرخيٌّ:

صوفیاء کے حالات میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ مثلاً ایک قریبی شاسانے حضرت معروف کر خی ؒ کے جسم پر نشان دیکھ کر پوچھا کہ
کل تک تویہ نشان موجود نہیں تھا۔ آج کیسے پڑگیا۔ حضرت معروف کر خی ؒ نے فرمایا۔"کل رات نماز میں ذہن خانہ کعبہ کی طرف چلا گیا،خانہ کعبہ میں
طواف کے بعد جب چاہ زمزم کے قریب پہنچاتومیر اپاؤں بھسل گیااور میں گر پڑا۔ مجھے چوٹ کلی اور یہ اسی چوٹ کانشان ہے۔"

ایک بار اپنے مرشد کریم ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاء کے جسم پر زخم کا غیر معمولی نشان دیکھ کرمیں (خواجہ شمس الدین عظیمی) نے اس کی بابت دریافت کیا۔ حضور قلندر بابا اولیاء نے بتایا۔"رات کوروحانی سفر کے دوران دوچٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے چٹان میں نکلی ہوئی ایک نوک جسم میں چہھ گئی تھی۔"

جب شہود کی کیفیات میں استحکام پیدا ہو جاتا ہے توروحانی طالب علم غیبی دنیا کی سیر اس طرح کرتا ہے کہ وہ غیب کی دنیا کی حدود میں جاتا پھرتا، کھاتا پیتا اور وہ سارے کام کرتا ہے جو دنیا میں کرتا ہے۔

سيريامعائنه:

صوفی جب مراقبہ کے مشاغل میں پوری طرح انہاک حاصل کرلیتا ہے تواس میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ زمان کے دونوں کناروں ازل اور ابد کوچھو سکتا ہے اور اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کے تحت اپنی قوتوں کا استعال کر سکتا ہے۔ وہ ہز اروں سال پہلے کے یا ہز اروں سال بعد کے واقعات دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے کیونکہ ازل سے ابد تک در میانی حدود میں جو پچھے پہلے سے موجود تھایا آئندہ ہوگا اس وقت بھی موجود ہے۔ شہود کی اس کیفیت کو تصوف میں سیریا معائنہ کہتے ہیں۔

تصوف کاطالب علم "سالک" جب اپنے قلب میں موجو دروشنیوں سے واقف ہو جاتا ہے اور شعوری حواس سے نکل کر لاشعوری حواس میں داخل ہو جاتا ہے تو اسے نول کر لاشعوری حواس میں داخل ہو جاتا ہے تو اسے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں وہ ان باتوں سے آگاہ ہو جاتا ہے جو حقیقت میں چھی ہوئی ہیں۔ صوفی پر عالم امر (روحانی دنیا) کے حقائق منشف ہو جاتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ کائنات کی ساخت میں کس قسم کی روشنیاں اور روشنیوں کو سنجالنے کے لئے انوار کس طرح استعال ہوتے ہیں۔ پھر اس کے ادراک پر دہ مجلی منکشف ہو جاتی ہے جوروشنیوں کو سنجالنے والے انوار کی اصل ہے۔



مراقبہ کرنے والے بندے کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

ا)خوابیده صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

۲)روحانی علوم منتقل ہوتے ہیں۔

۳) الله تعالیٰ کی توجہ اور قرب حاصل ہو تاہے۔

۴) منتشر خیالی سے نجات مل جاتی ہے۔ ذہنی سکون حاصل ہو تاہے۔

۵)اخلاقی برائیوں سے ذہن ہٹ جاتا ہے۔

۲)مسائل حل ہوتے ہیں۔ پریشانیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

مراقبہ کرنے والا بندہ بیار کم ہو تاہے۔

٨)مراقبه كے ذریعے باریوں كاعلاج قدرت كاسر بسته رازہے۔

9) الله تعالى پريقين متحكم ہو جاتا ہے۔

۱۰) اینے خیالات دوسروں کو منتقل کئے جاسکتے ہیں۔

۱۱)صاحب مراقبہ روحانی طور پر جہاں چاہے جاسکتاہے۔

۱۲)مراقبہ کرنے والوں کو نیند جلدی اور گہری آتی ہے۔وہ فوراً سوجاتے ہیں۔

۱۳) فراست میں اضافہ ہو تاہے۔

۱۴) کسی بات یا مضمون کو بیان کرنے کی اعلیٰ صلاحیت پید اہو جاتی ہے۔

۱۵)صاحب مراقبہ بندہ عفوو در گذرہے کام لیتا ہے۔ دل نرم اور گفتگو لطیف ہو جاتی ہے۔

۱۲) بلا تخصیص مذہب وملت الله کی مخلوق کو دوست رکھتاہے اور خدمت کرکے خوش ہو تاہے۔

21)"ماں"سے والہانہ محبت کر تاہے، باپ کااحترام کر تاہے، بڑوں کے سامنے جھکتاہے اور چپوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے۔

۱۸)مر اقبه کرنے والا بندہ سخی اور مہمان نواز ہو تاہے۔

19) اینے پر ائے سب کے لئے دعاکر تاہے۔

۲۰)م اقبہ کرنے والے کی روح سے عام لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔

۲۱) تواضع اور انکساری کی عادت بن جاتی ہے۔

۲۲) صاحب مراقبہ سالک کو پراگندہ خیالات بوجھ اور وقت کاضیاع نظر آتے ہیں اور وہ ہر حال میں ان سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ انبیاءاور اولیاءاللہ کی روحوں سے امداد کاطالب ہوتا ہے اور اس کی بے قراری کو قرار آجاتا ہے۔

۲۳) نماز میں حضوری ہو جاتی ہے۔ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے فرشتوں کو صف بہ صف دیجتا ہے۔

۲۴) آسانوں کی سیر کر تاہے اور جنت کے باغات اس کی نظروں کے سامنے آ جاتے ہیں۔

۲۵) کشف القبور کے مراقبے میں اس دنیاہے گزرے ہوئے لو گوں کی روحوں سے ملا قات ہو جاتی ہے۔

۲۷) سيچ خواب نظر آتے ہيں۔

۲۷) شریعت ونصوف پر کاربندانسان کوسید ناحضور علیه الصلوٰة والسلام کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

مراقبه كى اقسام:

مراقبه کی بے شاراقسام میں سے چندیہ ہیں:

ا) صلوة قائم كرنا_

۲) روزه میں توجہ الی اللہ قائم کرنا۔

۳) حج بیت الله میں دیدار الٰہی حاصل کر کے اللّٰہ کی طرف متوجہ رہنا۔

۲)مرتبه احسان کامر اقبه

۷) پھولوں کامر اقبہ

۸)مراقبه مشاہدهٔ قلب

9) عرش کے تصور کامر اقبہ

١٠) بيت المعمور كامر اقبه

۱۱)جنت کامراقبه

۱۲) اپنی روح کے مشاہدے کا مراقبہ

۱۳) دل میں سیاہ نقطے کامر اقبہ

۱۴)مراقبه معائنه

۱۵)مراقبهٔ موت

۱۲)مراقبهٔ نور

21)مراقبهٔ استرخاء

۱۸)مراقبهٔ ہاتف غیبی

١٩)مر اقبهُ كشف القبور

۲۰)مراقبهٔ تفهیم

۲۱)مراقبهٔ ذات



214

۲۲)مراقبهٔ توحیدالهی

۲۳)مراقبهٔ سیر انفس و آفاق

۲۴) بیار بول کے علاج کے لئے، بیار بول کی مناسبت سے مراقبہ تجویز کئے جاتے ہیں

۲۵) مختلف رنگوں کی روشنیوں کے مراقبے:

ا_نیلی روشنی کامر اقبه

۲_سبز روشنی کامر اقبه

سـ زر دروشنی کامر اقبه

۴- سرخ روشنی کامر اقبه

۵۔ جامنی روشنی کامر اقبہ

٢٦) يه چاروں مراقبے کھلی آئکھوں سے کئے جاتے ہیں:

ا_مراقبه سورج بني

۲_مراقبه چاندبینی

سـ مراقبه دائره بني

۸- مراقبه شمع بني

ہمراقبہ کرنے کا آداب:

ا) مراقبہ کرنے کی جگہ ایسی ہونی چاہئے جہاں گرمی ہونہ سر دی۔ماحول معتدل ہو۔

۲)شور وغل اور ہنگامہ نہ ہو اور ماحول پُر سکون ہو۔

٣) مراقبه جهال کیاجائے وہاں مکمل اندھیر اہو۔اگر ایساہونا ممکن نہ ہو توزیادہ سے زیادہ اندھیر اہوناچاہئے۔

۴)مراقبہ بیٹھ کر کیاجائے۔

۵)لیٹ کر مراقبہ کرنے سے نیند کاغلبہ ہوجاتاہے اور مراقبہ کامقصد فوت ہوجاتاہے۔

٢) مراقبہ کے لئے نشست الی ہونی چاہئے جس میں آسانی سے بیٹھ کر مراقبہ کیاجا سکے۔

2) ار کان اسلام کی پابندی کی جائے۔

۸) غصہ سے گریز کیا جائے۔

٩) برُون کا احترام کریں اور بچوں سے پیار سے پیش آئیں۔

۱۰)نشہ سے بحاجائے۔

۱۱) ذکر اذ کار کی مجالس میں شریک ہوں۔

۱۲)مراقبه باوضو کیاجائے۔

۱۳)وقت مقرر کرکے مراقبہ کرناچاہئے۔

۱۴) کھانے کے ڈھائی گھنٹے یااس سے زیادہ وقفہ گزرنے کے بعد مر اقبہ کیاجائے۔ کھانا بھوک رکھ کر آدھا پیٹ کھاناچاہئے۔

1۵) زیادہ سے زیادہ وقت باوضور ہنے کی کوشش کی جائے مگر بول وبر از نہ رو کیں۔ تا کہ طبیعت بھاری نہ ہو۔

۱۷) چلتے پھرتے وضوبغیر وضودن میں یاحی یا قیوم کاور د کیا جائے۔ اور رات کو اہتمام کے ساتھ پاک صاف جگہ، پاک صاف پوشاک پہن کر اور عمدہ قسم کی خوشبولگا کر کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔

مراقبہ کے لئے بہترین او قات:

ا)تہجد کے وقت

۲) فجر کی نماز ہے پہلے یابعد میں

۳) ظہر کی نماز کے بعد



احيان وتصوف

مراقبه كس طرح كياجائے:

ا)مراقبہ کی بہترین نشست ہیہ کہ سالک نماز کی طرح بیٹھے۔

۲) آلتی یالتی مار کر بیٹھا جائے۔

۳) دونوں زانوں پر ہاتھ رکھ کر حلقہ بنالیاجائے۔ کپڑایا پڑکا بھی کمراور ٹائکوں پر باندھاجاسکتاہے۔

۴) مراقبه میں مرشدسے رابطہ قائم ہوناضر وری ہے۔

۵) آئکھیں بند ہوں اور نظر دل کی طرف متوجہ ہو۔

۲) نماز کی طرح بیٹھ کر آسان کی طرف دیکھاجائے۔ آنکھوں کی پتلیاں اوپر کی طرف ہوں۔

اناک کی نوک پر نظر جمائی جائے۔

۸) کمر اور گر دن سید همی ر هنی چاہئے۔ لیکن سیدهار کھنے میں کمر اور گر دن میں تناؤنہ ہو۔

۹)سانس آنے جانے میں ہم آ ہنگی ہو۔سانس دھو نکنی کی طرح نہ لیا جائے۔

١٠)مراقبه خالی پیٹ کیاجائے۔

۱۱) نیند کاغلبہ ہو تونیند پوری کرلی جائے پھر مر اقبہ کیاجائے۔

۱۲) مراقبہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ دوسرے کسی آدمی کو ماورائی چیزیں دکھائی جاسکتی ہیں۔ مطلب براری کے لئے لوگوں کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ مگریہ سب استدراج کے دائرے میں شار ہو تا ہے اور استدراج شرعاً ناجائز ہے۔ اور بالآخر آدمی خسارہ میں رہتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔خلاف شرع باتوں سے لازماً اجتناب کرناچاہئے۔

۱۳) مراقبہ سے پہلے اگر کچھ پڑھنا ہو تو وہ پڑھ کر شال رخ آ نکھیں بند کر کے بیٹھ جائے (اگر مغرب کی طرف منہ کیا جائے تو شال سیدھے ہاتھ کی طرف ہو گا۔ کسی بھی رخ منہ کرکے مراقبہ کیا جاسکتا ہے لیکن بہتریبی ہے کہ شال رخ منہ رہے)۔ ذہن اس طرف متوجہ رکھا جائے جس چیز کامراقبہ کیا جارہا ہے۔

۱۴) مراقبہ کے دوران خیالات آتے ہیں۔خیالات میں الجھنا نہیں چاہئے ان کو گزر جانے دیں اور پھر ذہن کو واپس اسی طرف متوجہ کرلیں جس چیز کا مراقبہ کیا جارہاہو۔ کم سے کم ۱۵ سے ۲۰ منٹ مراقبہ کے کافی ہیں۔زیادہ دیر بھی مراقبہ کیا جاسکتا ہے لیکن ایسانہیں کرناچاہئے کہ جس وقت دل چاہا مراقبہ کے لئے بیٹھ گئے یا تمام کام چھوڑ کر مراقبہ ہی کرتے رہیں۔

۱۵) مراقبہ تخت یافرش پر کرناچاہئے۔ کرسی، صوفے، گدے یاکسی ایسی چیز پر بیٹھ کر مراقبہ نہیں کرناچاہئے جس سے ذہنی سکون میں خلل پڑنے کا امکان ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کاہر امتی یہ بات جانتاہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرامیں طویل عرصے تک مر اقبہ کیاہے۔

د نیاوی معاملات، بیوی بچوں کے مسائل، دوست احباب سے عارضی طور پر رشتہ منقطع کر کے یکسوئی کے ساتھ کسی گوشے میں بیٹھ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا"مر اقبہ "ہے۔

"اور اپنے رب کانام یاد کرتے رہو۔اور سبسے قطع تعلق کرکے اس ہی کی طرف متوجہ رہو۔"

(سورهٔ المزمل - آیت نمبر ۸)

صاحب مراقبہ کے لئے ضروری ہے کہ جس جگہ مراقبہ کیا جائے وہاں شور وغل نہ ہو اند ھیرا ہو۔ جتنی دیر کسی گوشے میں بیٹیا جائے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ذہن کومقصود کی طرف متوجہ رکھا جائے۔

پرهيزواحتياط:

ا)مٹھاس کم سے کم استعال کی جائے۔

۲)کسی قشم کانشہ نہ کیاجائے۔

۳) کھانا آدھا بیٹ کھایاجائے۔

۷) ضرورت کے مطابق نیند پوری کی جائے اور زیادہ دیر بیدار رہے۔

۵) بولنے میں احتیاط کی جائے، صرف ضرورت کے وقت بات کی جائے۔

٢)عيب جو ئی اورغيبت کواپنے قريب نہ آنے دے۔



چھوٹ کو اپنی زندگی سے یکسر خارج کر دے۔

احيان وتصوف

۸)م اقبہ کے وقت کانوں میں روئی رکھے۔

9) مراقبہ ایسی نشست میں کرے جس میں آرام ملے لیکن پیضروری ہے کہ کمرسید ھی رہے۔اس

طرح سید ھی رہے کہ ریڑھ کی ہڈی میں تناؤنہ ہو۔

۱۰)م اقبہ کرنے سے پہلے ناک کے دونوں نتھنوں سے آہتہ آہتہ سانس لیاجائے اور سینہ میں روکے بغیر خارج کر دیاجائے۔ سانس کا یہ عمل سکت اور طاقت کے مطابق اساد کی نگر انی میں پانچ سے اکیس بار تک کریں۔

۱۱) سانس کی مشق شال رخ بیٹھ کر کی جائے۔

مرتبه احسان كامراقبه:

یا کچ وقت نماز اداکرنے سے پہلے مراقبہ میں بیٹھ کریہ تصور قائم کیاجائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہاہے۔ آہتہ ہے تصور اتنا گہر اہوجا تاہے کہ نماز میں خیالات کی پلغار نہیں رہتی۔

جب کوئی بندہ اس کیفیت کے ساتھ نماز ادا کر تاہے تواس کے اوپر غیب کی دنیا کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ بتدر پجتر قی کر تار ہتاہے۔

م اقبه موت:

مادی جسم فناہونے کے بعد زندگی ختم نہیں ہوتی۔"انسانی انا"موت کے بعد مادی جسم کو خیر باد کہہ کرروشنی کا نیا جسم بنالیتی ہے۔

م اقبہ موت کی مثق میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد کوئی شخص مادی حواس کو مغلوب کر کے اپنے اوپر روشنی کے حواس کوغالب کر سکتا ہے اور جب جاہتا ہے مادی حواس میں واپس آ جا تاہے۔

حضرت محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم كاار شاد ہے:

"مر جاؤمر نے سے پہلے"اس فرمان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کی زند گی میں رہتے ہوئے مادی حواس کواس طرح مغلوب کر لیاجائے کہ آدمی موت کے حواس سے واقف ہو جائے یعنی انسان مادی حواس میں رہتے ہوئے موت کے بعد کی دنیا کامشاہدہ کر لے۔

قبر میں دروازہ:

روحانی راستہ کے مسافر ایک صوفی نے کشف القبور کے مراقبہ میں جود یکھاوہ اس طرح بیان کرتا ہے:

"ایک پرانی قبر کے سرہانے جب میں نے مراقبہ کیاتو میں نے دیکھا کہ میری آنکھوں کے سامنے اسپرنگ کی طرح چھوٹے اور بڑے دائرے آناشروع ہوگئے۔ یہ دائرے نہایت خوش رنگ تھے۔ پھر ایک دم اندھر اہو گیا دُور خلاء میں روشنی نظر آئی اور ایک بہت بڑی چہار دیواری میں قلعہ کی طرح دروازہ نظر آیا۔ میری روح اس دروازے میں داخل ہو گئے۔ دروازہ میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ یہاں پوراشہر آباد ہے۔ بلند و بالاعمار تیں ہیں۔ کھوری اینٹوں کے مکان اور چکنی مٹی سے بنے ہوئے کچے مکان بھی ہیں۔ دھونی گھاٹ بھی ہے اور ندی نالے بھی۔ جنگل بیابان بھی ہیں اور پھولوں کھوری اینٹوں کے مکان اور پھائی مٹی سے بنے ہوئے کچے مکان بھی ہیں۔ دھونی گھاٹ کے ساتھ ساتھ پھر کے زمانے کے غاروں میں رہنے والے کھوری درخت اور باغات بھی۔ یہ ایک ایس بستی ہے جس میں محلات کے ساتھ ساتھ پھر کے زمانے کے غاروں میں رہنے والے آدم زاد بھی ہیں۔ یہاں اس زمانے کے لوگ بھی ہیں جب آدم بے لباس تھا۔ وہ ستر یو شی کے علم سے بے خبر تھا۔

ان میں سے ایک صاحب نے آگے بڑھ کر مجھ سے یو چھا۔

"آپ نے اپنے جسم پر کیڑوں کا یہ بوجھ کیوں ڈال رکھاہے؟ صورت شکل سے تو آپ ہماری نوع کے فرد نظر آتے ہیں۔"

یہ اس زمانے کے مرے ہوئے لوگوں کی دنیا (اعراف) ہے جب زمین پر انسانوں کے لئے کوئی معاشر تی قانون رائج نہیں تھااور لوگوں کے ذہنوں میں ستر پوشی کا کوئی تصور نہیں تھا۔

یہ عظیم الثان شہر جس کی آبادی اربوں کھر بوں سے متجاوز ہے، لاکھوں کروڑوں سال سے آباد ہے۔ اس شہر میں گھوم کر لاکھوں سال کی تہذیب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ایسے لوگ بھی آباد ہیں جو پتھر کے زمانے کے لوگ کیے جاتے ہیں۔ اس عظیم الثان شہر میں ایسی بستیاں بھی موجود ہیں جس میں آج کی سائنس سے بہت زیادہ ترقی یافتہ قو میں رہتی ہیں۔ جنہوں نے اس ترقی یافتہ زمانے سے زیادہ طاقتور ہوائی جہاز اور میز ائل بنائے تھے۔ امتداد زمانہ نے جن کانام الڑن کھٹولہ و غیرہ رکھ دیا۔ اس شہر میں ایسی دانشور قوم بھی یافتہ زمانے سے فارمولے ایجاد کر لئے تھے جن سے کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے اور ہز اروں ٹن چانوں کا وزن کشش ثقل ختم کر کے چند کلو گرام ہو جاتا ہے۔ لاکھوں سال پر انے اس شہر میں ایسی قو میں بھی محواستر احت یا مبتلا نے رئے و آلام ہیں جنہوں نے ٹائم اسپیس کو Less کر دیا تھا اور زمین پر کیا ہونے والا ہے۔ وہ اپنی ایجادات کی مدد سے جوائل کار ہے ہیں اور زمین پر کیا ہونے والا ہے۔ وہ اپنی ایجادات کی مدد سے ہواؤں کار نے چھے در طوفانوں کے جوش کو جھاگ میں تبدیل کر دیتے تھے۔ اسی ماورائی خطہ میں ایسے قد تی نفس لوگ بھی موجود ہیں جو جت میں اللہ کے مہمان ہیں اور ایسے شقی بھی جن کا مقدر دوز نے کا ایند ھن بنتا ہے۔

یہاں کھیت کھلیان بھی ہیں اور بازار بھی۔ایسے کھیت کھلیان جن میں کھیتی توہو سکتی ہے لیکن ذخیر ہ اندوزی نہیں ہے۔



www.ksars.or

ایسے بازار ہیں جن میں د کا نیں تو ہیں لیکن خرید ار کوئی نہیں۔

ایک صاحب د کان لگائے بیٹھے ہیں اور د کان میں طرح طرح کے ڈبےر کھے ہوئے ہیں ان میں سامان کچھ نہیں ہے۔ یہ شخص اداس اور پریشان نظر آتا ہے۔

میں نے پوچھا۔''بھائی تمہارا کیا حال ہے؟''

بولا: "میں اس بات سے عمگین ہوں کہ مجھے پانچ سوسال بیٹھے ہوئے ہوئے ہوگئے ہیں۔میرے پاس ایک گاہک بھی نہیں آیا ہے۔ "تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بیہ شخص دنیامیں سرمابیہ دار تھا۔منافع خور کی اور چور بازار کی اس کا پیشہ تھا۔

برابر کی دکان میں ایک اور آدمی بیٹے ہوا ہے ، بوڑھا آدمی ہے۔ بال بالکل خشک الجھے ہوئے ، چہرے پر وحشت اور گھبر اہٹ ہے۔ سامنے کاغذ اور حساب کتاب کے رجسٹر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ایک کشادہ اور قدرے صاف دکان ہے۔ یہ صاحب کاغذ قلم لئے رقبوں کی میزان دے رہے ہیں اور جب رقبوں کاجوڑ کرتے ہیں توبلند آواز سے عدد گنتے ہیں۔ کہتے ہیں "دواور دوسات ، سات اور دو دس ، دس اور دس انیس "۔ اس طرح پوری میزان کرکے دوبارہ ٹوٹل کرتے ہیں تا کہ اطمینان ہو جائے۔ اب اس طرح میزان دیتے ہیں۔ "دواور تین پانچ ، پانچ اور پانچ سات ، سات اور نو بارہ "۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب میزان کی جانچ کرتے ہیں تومیزان غلط ہوتی ہے اور جب دیکھتے ہیں کہ رقموں کاجوڑ صیحے نہیں ہے تو وحشت میں چیختے ہیں ، چلاتے ہیں۔ بال نوچتے ہیں اور خود کو کوستے ہیں۔ بڑبڑاتے ہیں اور سرکو دیوار سے نکراتے ہیں اور پھر دوبارہ میزان کرنے میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ میں نے بڑے میاں سے یوچھا۔

"جناب! آپ کیا کررہے ہیں۔ کتنی مدت سے آپ اس پریشانی میں مبتلاہیں؟"

بڑے میاں نے غورسے دیکھااور کہا:

"میری حالت کیاہے کچھ نہیں بتاسکتا، چاہتا ہوں کہ رقموں کی میزان صحیح ہو جائے مگر تین ہزار سال ہو گئے ہیں کم بخت بیر میزان صحیح نہیں ہوتی۔اس لئے کہ میں زندگی میں لوگوں کے حسابات میں دانستہ ہیر پھیر کرتا تھا، بد معاملگی میر اشعار تھا۔

علاء سوسے تعلق رکھنے والے ان صاحب سے ملئے۔ داڑھی اتنی بڑی جیسے جھڑ بیر کی جھاڑی۔ چلتے ہیں تو داڑھی کو اکٹھا کر کے کمر کے گر دلیدٹ لیتے ہیں، اس طرح جیسے پڑکالپیٹ لیاجا تا ہے۔ چلنے میں داڑھی کھل جاتی ہے اور اس میں الجھ کر زمین پر اوندھے منہ گر جاتے ہیں۔ سوال کرنے پر انہوں نے بتایا۔" دنیا میں لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے میں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اور داڑھی کے ذریعے بہت آسانی سے سیدھے اور نیک لوگوں سے این مطلب بر آری کرلیا کر تا تھا۔"



www.ksars.org

فرشتے کہتے ہیں:

وہ دیکھئے سامنے بستی سے باہر ایک صاحب زور ، زور سے آواز لگارہے ہیں۔"اے لو گو! آؤمیں تمہیں اللہ کی بات سنا تاہوں۔اے لو گو! آؤاور سنو ، اللہ تعالی کیا فرما تا ہے۔"کوئی بھی آواز پر کان نہیں دھر تاالبتہ فرشتوں کی ایک ٹولی ادھر آنکلتی ہے۔

"ہاں سناؤ! الله تعالیٰ کیا فرماتے ہیں۔"

ناصح فوراً کہتا ہے۔"بہت دیر سے پیاساہوں مجھے پہلے پانی پلاؤ، فرشتے کھولتے ہوئے پانی کا ایک گلاس منہ کولگا دیتے ہیں۔ ہونٹ جل کر سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ پانی پینے سے انکار کرتا ہے تو فرشتے بہی ابلتا اور کھولتا ہوا پانی اس کے منہ پر انڈیل دیتے ہیں۔ فرشتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں۔ "مر دود کہتا تھا۔ آؤاللہ کی بات سناؤں گا۔ دنیا میں بھی اللہ کے نام کو بطور کاروبار استعال کرتا تھا۔ یہاں بھی یہی کر رہا ہے۔" جھلسے اور جلے ہوئے منہ سے ایسی وحشت ناک آوازیں اور چینیں نکلتی ہیں کہ انسان کو سننے کی تاب نہیں۔

ٹانگوں میں انگارے:

اس عظیم الثان شہر میں ایک تنگ اور تاریک گل ہے۔ گلی کے اختتام پر کھیت اور جنگل ہیں۔ یہاں ایک مکان بناہواہے۔ مکان کیاہے بس چار دیواری ہے۔اس مکان پر کسی ربر نما چیز کی جالی دار حجیت پڑی ہوئی ہے۔

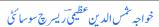
دھوپ اور بارش سے بچاؤ کا کوئی سہارا نہیں ہے۔اس مکان میں صرف عور تیں ہیں، حیت اتنی نیچی ہے کہ آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ماحول میں گھٹن اور اضطراب ہے۔ ایک صاحبہ ٹانگییں پھیلائے بیٹھی ہیں۔ عجیب اور بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ٹانگوں سے اوپر کا حصہ معمول کے مطابق ہے اور ٹانگییں دس فٹ لمبی ہیں۔

اس ہیئت کذائی میں دیکھ کران سے پوچھا۔"محترمہ! آپ کسی ہیں؟ آپ کی ٹانگیں اتنی کمبی کیوں ہیں؟"۔انہوں نے بتایا کہ میں دنیائے فانی میں جب کسی کے گھر جاتی تھی،ایک گھر کی بات دوسر سے گھر جاکر سناتی تھی اور خوب لگائی بجھائی کرتی تھی۔اب حال ہیہ ہے کہ چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ ٹانگوں میں انگارے بھرے ہوئے ہیں۔ہائے میں جل رہی ہوں اور کوئی نہیں جو مجھ پر ترس کھائے۔

غيبت:

کشف القبور کے مراقبہ میں، میں نے دیکھا کہ چہرے پر ڈراور خوف نمایاں، چھپتے چھپاتے دیے پاؤں یہ شخص ہاتھ میں چھری لئے جارہا ہے۔اف خدایا! اس نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کی پشت میں چھری گھونپ دی اور بہتے ہوئے خون کو کتے کی طرح زبان سے چاٹنے لگا۔ تازہ تازہ اور گاڑھاخون





پیتے ہی خون کی قے ہو گئی۔ نحیف اور نزار زندگی سے بیز ار کر اہتے ہوئے کہا۔ ''کاش عالم فانی میں یہ بات میری سمجھ میں آ جاتی کہ غیبت کا انجام یہ ہو تاہے۔''

يتيمون كامال:

شکل وصورت میں انسان ڈیل ڈول کے اعتبار سے دیو۔ قد تقریباً 20 فٹ، جہم بے انتہا چوڑا، قد کی لمبائی اور جہم کی چوڑائی کی وجہ سے کسی کمرے یا کسی گھر میں رہنانا ممکن۔ بس ایک کام ہے کہ اضطراری حالت میں مکانوں کی حجت پر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر گھوم رہے ہیں۔ بیٹھ نہیں سکتے، گھر میں رہنانا ممکن۔ بس ایک کام ہے کہ اضطراری حالت میں مکانوں کی حجت پر اور اُس حجت پر اور اُس حجت سے اس حجت بیں اور کہی ہے قرار ہو کر اپناس پیٹتے ہیں۔

پوچھا:"حضرت میہ کس عمل کی پاداش ہے؟ آپ اس قدر غمگین اور پریشان کیوں ہیں؟"

جواب دیا۔"میں نے دنیامیں پنیموں کاحق غصب کر کے بلڈ نگیں بنائی تھیں۔ یہ وہی بلڈ نگیں اور عمار تیں ہیں۔ آج ان کے دروازے میرے اوپر بند ہیں۔ لذیذ اور مرغن کھانوں نے میرے جسم میں ہوااور آگ بھر دی ہے۔ ہوانے میرے جسم کو اتنابڑا کر دیا ہے کہ گھر میں رہنے کا تصور میرے لئے انہونی بات بن گئی ہے۔ آہ! آہ! یہ آگ مجھے جلار ہی ہے۔ میں جل رہاہوں۔ میں بھا گناچاہتا ہوں مگر فرار کی تمام راہیں ختم ہوگئی ہیں۔

ملك الموت اور ايك عورت كا مكالمه:

میں نے مراقبہ موت میں دیکھا کہ کھیت کے کنارے ایک کچاکو ٹھا بناہوا ہے۔ کو ٹھے کے باہر چہار دیواری ہے۔ چہار دیواری کے اندر صحن ہے۔ صحن میں ایک گھنا در خت ہے۔ غالباً بیہ در خت نیم کا ہے۔ اس در خت کے نیچے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا ایک عورت میں ایک گھنا در خت ہے۔ غالباً بیہ در خت نیم کا ہے۔ اس در خت کے نیچے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں اس معاملے میں کھڑی ہے اور ایک صاحب سے الجھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم میرے خاوند کو نہیں لے جاسکتے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مد د نہیں کر سکتا۔ بیہ تو اللہ تعالی کے معاملات ہیں۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں اسی طرح ہو تا ہے۔ عورت نے "ہائے "کہہ کر زور سے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر مارے اور زار و قطار رونے لگی۔

میں آگے بڑھااور پوچھا۔"کیابات ہے؟ آپ اس عورت کو کیوں پریثان کررہے ہو۔"ان صاحب نے کہا۔" مجھے غور سے دیکھواور بیچانو کہ میں کون ہوں؟"

میں نے مراقبہ کیاتو مراقبہ میں دیکھا کہ بیہ حضرت ملک الموت ہیں۔ میں نے بہت ادب سے سلام کیااور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھادیئے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے مصافحہ کیا۔ جس وقت میں نے ان سے ہاتھ ملائے تو محسوس ہوا کہ پورے جسم میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہاہے۔ کئی جھٹلے بھی لگ ان جھٹکوں کی وجہ سے میں کئی کئی فٹ اوپر اچھل گیا۔ آئکھوں میں سے چنگاریاں نکلتی نظر آئیں۔





www.ksars.org

میں نے یو چھا۔"اس عورت کے خاوند کا کیامعاملہ ہے؟"

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا:" یہ صاحب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ عورت ان کی بیوی ہے اور یہ بھی اللہ کی برگزیدہ بندی ہے۔ دنیا میں ان کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے یہ ہدایت ہے کہ اگر ہمارا بندہ خود آنا چاہے توروح قبض کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ راضی برضا ہے اور اس دنیا سے سفر کرنے کے لئے بیقرار ہے۔ لیکن بیگم صاحبہ کا اصر ارہے کہ میں اپنے شوہر کو نہیں جانے دوں گی تاوفتیکہ ہم دونوں پر ایک ساتھ موت وارد ہو۔"

اس احاطہ میں مٹی اور پھونس کے بینے ہوئے ایک کمرے کے اندر ملک الموت میر اہاتھ پکڑ کرلے گیا۔ وہاں ایک خوبصورت بزرگ بھورے رنگ کے کمبل پر لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ کمبل زمین پر بچھا ہواہے۔ سرہانے چڑے کا ایک تکیہ رکھا ہواہے۔

کہیں کہیں سے سلائی ادھڑی ہوئی ہے اس میں سے تھجور کے پتے دکھائی دے رہے ہیں۔ داڑھی گول اور چھوٹی ہے۔ لمباقد اور جہم بھر اہوا ہے، پیشانی تھلتی ہوئی، آئکھیں بڑی بڑی اور روشن ہیں۔ پیشانی سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی ہیں۔

حضرت ملك الموت نے كمرے ميں داخل ہو كر كہا۔"السلام عليكم ياعبدالله!"

میں نے بھی ملک الموت کی تقلید میں: "السلام علیکم یاعبداللہ۔ کہا۔"

حضرت عبدالله (غالباً ان كانام عبدالله ہى ہوگا) نے ملك الموت سے يو چھا۔

"ہارے خالق کا کیا حکم لائے ہو؟"

ملک الموت نے سر جھکا کر عرض کیا:

"الله تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"ملک الموت دوزانو ہو کر ان بزرگ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ بزرگ خوشی خوشی عاجزی کے ساتھ لیٹ گئے۔ جسم نے ایک جھر جھری لی اور اس برگزیدہ ہتی کی روح پر واز کر گئی۔

فرشته آسان میں اڑ گیا۔ اتنااونچا، اتنااونچا که نظر وں سے او جھل ہو گیا۔

مراقبهٔ نور:

تصوف کے مطابق کا کنات کی تخلیق کا بنیادی عضر "نور" ہے جبیبا کہ قر آن پاک میں ارشاد ہے کہ:

"الله آسانول اور زمین کانورہے۔"



نور اس خاص روشنی کو کہتے ہیں جوخود بھی نظر آتی ہے اور دوسری روشنیوں کو بھی دکھاتی ہے۔ روشنی، لہریں، رنگ، ابعادیہ سب نور کی گونا گوں صفات ہیں۔ نور کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ بیک وقت ماضی اور مستقبل دونوں میں سفر کر تا ہے اور ماضی و حال کا آپس میں ربطہ قائم رکھتا ہے۔ مگریہ ربط قائم نہ رہے توکائنات کارشتہ ماضی سے منقطع ہو جائے گا۔

ماضى اور حافظه:

اس کی ایک مثال حافظہ ہے۔ جب ہم اپنے بجبین یا گذرے ہوئے کسی لمحے کو یاد کرتے ہیں تو ہمارا ماضی نور کے ذریعے حال میں وارد ہو جاتا ہے اور ہمیں بجپین کے واقعات یاد آ جاتے ہیں۔

جنات، ملائکہ اور دوسری مخلوقات کے حواس بھی نور پر قائم ہیں۔ روحانیت میں نور سے تعارف حاصل کرنے کے لئے مراقبہ نور کرایا جاتا ہے۔ مراقبہ نور کئی طریقوں سے کیاجاتا ہے۔

ا) طالب علم تصور کرتا ہے کہ ساری کا نئات اور اس کی مخلوقات نور کے وسیع و عریض سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔وہ خود کو بھی نور کے سمندر میں ڈوبا ہوا محسوس کرتا ہے۔

۲) عرش کے اوپر سے نور کا دھارا ساری دنیا پر برس رہا ہے۔ صاحب مراقبہ خود پر بھی نور برستا ہوا محسوس کرتا ہے۔ "اللہ نورہے آسانوں اور زمین کا،اس نور کی مثال طاق کی مانندہے جس میں چراغ رکھا ہواور چراغ شیشے کی قندیل میں ہے۔"

(سورهٔ نور - آیت نمبر ۳۵)

روحانی طالب علم اس آیت میں دی گئی مثال کے مطابق تصور کرتاہے کہ چراغ کی نورانی شعاعوں سے اس کاپوراجسم منور ہور ہاہے۔

اسائے الہیہ کامراقبہ:

اسی طرح قر آن کریم یااسائے الہید کے انوار و تجلیات کا مراقبہ کیاجاتا ہے۔ کوئی آیت یااسم اساء الہید کاور دکر کے اس کے معنی اور مفہوم کو دل میں اچھی طرح جاگزیں کر کے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اس کے اندر اللہ کی کونسی صفت یاصفات موجود ہیں۔ مراقبہ کرتے کرتے، سالک کے اندر ایسا استغراق پیدا ہوجاتا ہے کہ ہر شئے میں اسے نور اور روشنی نظر آتی ہے۔وہ دیکھتاہے کہ ہر شئے نور اور روشنی کے غلاف میں بندہے۔

صوفی جب قرآن پاک کی آیت کے مطابق مراقبہ میں یہ تصور کر تاہے کہ:



20

"الله تمهارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو۔"

(سورة حديد - آيت نمبر ۴)

تو بہ تصور اس قدر پختہ اور گہر اہو جاتا ہے کہ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، تنہائی میں، لو گوں کے ساتھ ملا قات میں، مصروفیت میں، فراغت میں، بندہ کا ذہن اللہ کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؓ فرماتے ہیں:

"مراقبہ کے ذریعے علم تصوف کا حصول میر ہے کہ گویاتم اللہ کو دیکھ رہے ہواور میر دیکھنامشاہد ہ قلب ہے۔"

روشنيول كي اصل:

نداہب عالم نے کسی نہ کسی طرح ایک نظر نہ آنے والی روشنی کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسی روشنی جو ساری روشنیوں کی اصل ہے اور تمام موجو دات میں موجو دہے۔انجیل میں ہے:

"خدانے کہاروشنی اور روشنی ہو گئے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادی سینامیں سب سے پہلے جھاڑی میں روشنی کامشاہدہ کیا اور اسی روشنی کی معرفت اللہ کے کلام سے مشرف ہوئے۔ ہندو مت میں اسی روشنی کانام" جوت" ہے۔



كشف القبور:

مرنے کے بعد آدمی ملکوتی دنیامیں منتقل ہو جاتا ہے۔انسانی انا دوسری دنیامیں بھی زندگی کے شب وروز پورے کرتی ہے۔ مرنے کے بعد زندگی کو اعراف کی زندگی کتے ہیں۔اس زندگی کا دارومدار دنیا کے اعمال پرہے۔اگر انتقال کے وقت کوئی شخص سکون سے لبریز اور ذہنی پر اگندگی اور کثافت سے آزاد ہے تو اعراف کی کیفیات میں بھی سکون اور اطمینان قلب کا غلبہ ہو گالیکن اگر کوئی شخص اس دنیا سے بے سکونی، ضمیرکی خلش اور ذہنی گھٹن کے کراعراف میں منتقل ہو تاہے تو وہاں بھی گھٹن، پریشان، بے چین اور بے سکون رہے گا۔

کشف القبور کامر اقبہ اس شخص کی قبر پر کیاجاتا ہے جس سے اعراف میں ملاقات کرنامقصود ہو۔ کشف القبور کے مراقبے کے ذریعے مرحوم یامر حومہ سے ملاقات ہوسکتی ہے۔

جب کشف القبور کامر اقبہ کسی صوفی یاولی اللہ کے مز ارپر کیاجاتاہے تواس سے مقصدان کی زیارت اور روحانی فیض کا حصول ہو تاہے۔

کشف القبور کے مراقبہ کاطریقہ بیہے:

قبر کے پیروں کی طرف بیٹھ حائے۔

ناک کے ذریعے آہت ہ آہت سانس اندر کھنچے اور جب سینہ بھر جائے توروکے بغیر آ ہشگی سے باہر نکال دے۔ یہ عمل گیارہ مرتبہ کرے۔

اس کے بعد 100 و فعہ درود شریف اور 100 د فعہ "یاباعث "پڑھ کر آئکھیں بند کر کے نصور کرے کہ میں قبر کے اندر ہوں۔

کچھ دیر بعد ذہن کو قبر کے اندر گہر ائی کی طرف لے جائے گویا قبر ایک گہر ائی ہے اور توجہ اس میں اترتی جارہی ہے۔ اس تصور کو مسلسل قائم رکھنے سے باطنی نگاہ متحرک ہو جاتی ہے اور مرحوم شخص کی روح سامنے آ جاتی ہے۔ ذہنی سکت اور قوت کی مناسبت سے مسلسل مثق اور کوشش کے بعد کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ یہ مراقبہ مرشد کریم کی نگر انی کے بغیر نہ کیا جائے کیونکہ شعور کے سامنے ایک دم روح آ جانے سے ذہن پلٹ سکتا ہے۔ اور آدمی پر دیوانگی طاری ہوسکتی ہے۔

کشف القبور کی صلاحیت کوزیادہ تر اولیاءاللہ کے مز ارات پر فیض کے حصول کے لئے استعمال کیاجا تا ہے۔



جنت كاباغ:

ا یک صوفی نے سہون شریف میں لعل شہباز قلندر کے مزار پر مراقبہ کیا۔اس نے دیکھا کہ اس کے اندر سے روح کاایک پرت نکلااور قبر کے اندراتر گیا۔

لحد میں صاحب قبر موجود تھے۔ قبر کے بائیں طرف دیوار میں ایک کھڑ کی یا چھوٹا دروازہ ہے قلندر صاحب نے فرمایا۔" جاؤ! یہ دروازہ کھول کر اندر کی سیر کروتم وہاں جاسکتے ہو۔"

صوفی نے دروازہ کھولا تو ایک باغ نظر آیا۔ ایساخو بصورت باغ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اس باغ میں ایسے پر ندے دیکھے جن کے پروں سے
روشنی نکل رہی ہے۔ ایسے پھول دیکھے جن کا تصور نوع انسانی کے شعور سے ماوراء ہے۔ پھولوں میں ایک خاص اور عجیب بات یہ نظر آئی کہ ایک ایک
پھول میں کئی کئی سور نگوں کا امتز اج ہے اور بیر رنگ محض رنگ نہیں بلکہ ہر رنگ روشنی کا ایک تمقیہ ہے۔ ہوا چلتی ہے تو یہ رنگ اور روشنیوں سے بنے
ہوئے پھول ایساسال پیدا کرتے ہیں کہ ہز اروں رنگ برنگے روشن قمقے در ختوں کی شاخوں پر جھول رہے ہیں۔

جنت کے انگور:

ور ختوں میں ایک خاص یہ بات نظر آئی کہ ہر درخت کا تنااور شاخیں، پتے، پھل اور پھول ایک دائرے میں تخلیق کئے گئے ہیں۔ جس طرح برسات میں سانپ کی چھتری زمین میں سے اگئی ہے۔ اسی طرح گول اور بالکل سیدھے تنے کے درخت ہیں۔ ہواجب درختوں اور پتوں سے مگر اتی ہے تو ساز بجنے لگتے ہیں۔ ان سازوں میں اتناکیف ہے کہ آدمی کا دل وجد ان سے معمور ہو جاتا ہے۔ اس باغ میں انگور کی بیلیں ہیں۔ انگوروں کارنگ گہر الگانی یا گہر انٹلا ہے۔ بڑے بڑے خوشوں میں ایک ایک انگور اس فانی دنیا کے بڑے سیب کے برابرہے۔ اس باغ میں آبشار اور صاف شفاف دودھ جیسے پائی کے چشمے ہیں۔ بڑے بڑے حوضوں میں سینکڑوں قسم کے کنول کے پھول گردن اٹھائے کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ باغ میں ایساساں ہے جیسے صبح صادق کے وقت ہو تا ہے یابارش تھنے کے بعد سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے ہو تا ہے۔

اس باغ میں پر ندے تو ہزاروں قسم کے ہیں مگر چو پائے کہیں نظر نہیں آئے۔ بہت خوبصورت در خت پر بیٹھے ہوئے ایک طوطے سے صوفی نے پوچھا کہ بیر باغ کہاں واقع ہے۔ اس طوطے نے انسانوں کی بولی میں جواب دیا۔

" یہ جنت الخلد ہے۔ یہ اللہ کے دوست لعل شہباز قلندر گا باغ ہے۔" اور حمد و ثناء کے ترانے گا تاہوااڑ گیا۔ انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کرواپس جنت کی کھڑ کی سے دوبارہ قبر شریف میں آگیا۔

قلندر صاحب نے پوچھا۔ "ہمارا باغ دیکھا، پیند آیا تمہیں؟"عرض کیا که "ایسا باغ نه کسی نے دیکھا اور کوئی انسان اس کی تعریف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔"





جنت كالباس:

روح کی از لی صفت ہے کہ ہر عالم میں اپنالباس اختیار کر لیتی ہے جس طرح روح آب و گل کی دنیا میں گوشت پوست کالباس اختراع کرتی ہے اس بی طرح مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اپناایک لباس بناتی ہے اور اس لباس میں وہ تمام صفات اور صلاحیتیں موجو دہوتی ہیں جو مرنے سے پہلے اس دنیا میں موجو دہوتی ہیں جس کی زندگی میں بھی اپناایک لباس بناتی ہے اور انہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ خوشی و غم کیا ہیں؟ یہ لوگ آپس میں جنتی اور دخی لوگوں میں امتیاز بھی کرتے ہیں۔

ويڙبو فلم:

نوع انسان اور نوع اجنہ کے لئے دوطیقے متعین ہیں۔ بید دونوں طبقے علیین اور سجین ہیں۔

"اور آپ کیا سمجھے سجین کیاہے۔ یہ لکھی ہوئی کتاب ہے۔"(سورہ مطففین۔ آیت ۸-۹)

"اور آپ کیا سمجھ علیین کیاہے۔یہ لکھی ہوئی کتاب ہے۔"(سورة مطففین۔ آیت ۲۰-۱۹)

کتاب المرقوم لکھی ہوئی کتاب (ریکارڈ) ہے۔ انسان دنیا میں جو کچھ بھی کرتا ہے وہ سب کا سب فلم کی صورت میں ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرناضروری ہے کہ ہر خیال، ہر تصور، ہر حرکت اور ہر عمل شکل وصورت رکھتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں ہمارے اپنے علم کے دائرے میں اس کی فلم بن جاتی ہے۔





ہاتف غیبی:

کائنات ایک اجتماعی فہم رکھتی ہے۔ ہر ذرے، سیارے، شارے، چرند، پرند، حیوان، انسان، جنات اور فرشتے سب کو زندگی کی تحریکات ایک ایسے شعورسے ملتی ہیں جو اپنے اندر کائنات کی معلومات کاریکارڈر کھتاہے۔ دور جدید کی زبان میں اس کی مثال ایک ایسے کمپیوٹر کی ہے جس میں کسی ملک کے کوا نُف اور حالات کا مکمل ریکارڈ موجو د ہو۔

اس شعور سے رابطے کاذریعہ آواز ہے۔ اس آواز کو اصطلاحاً ہاتف غیبی کہتے ہیں۔ جس کے معنی "غیب کا پکارنے والا"ہے۔ یہ آواز کا نئات میں ہروقت دور کرتی رہتی ہے اور کوئی شخص جس کاذبن مرکزیت قائم کرنے کی صلاحیت رکھتاہے اور آلائش سے پاک ہے، متوجہ ہو کر اسے سن سکتاہے۔ سوال کرے توجواب یا سکتا ہے۔

کائنات آواز کی بازگشت ہے:

تمام مذاہب آواز کواولیت دیتے ہیں۔انجیل میں ہے کہ:

"خدانے کہا،روشنی ہو جااور روشنی ہو گئے۔"

ہندومذہب میں"اوم"کی آواز کومقدس خیال کیاجا تاہے۔

ہندوساد هو کہتے ہیں کہ:

آ کاش اور دھرتی اور اس کے در میان جو کچھ ہے وہ سب اوم کی باز گشت ہے۔ان کا کہناہے کہ کا ئنات میں ایک آ واز مسلسل دور کر رہی ہے۔اس آ واز کانام وہ"آ کاش وانی" یعنی آسانی صدار کھتے ہیں۔

صوفیاء بھی ایک غیبی آواز کا تذکرہ کرتے ہیں جو''صوت سر مدی''یعنی خدائی آواز کہلاتی ہے۔اسی آواز سے اولیاءاللہ پر الہام ہو تاہے۔

اس آواز کوسننے کاطریقہ بیہے کہ:

"مراقبہ کی نشست میں بیٹھ کر دونوں کانوں کے سوراخ کوروئی کے پھوئے سے بند کر دیاجائے۔اب اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو کرایک ایسی آواز کا تصور کیاجائے جو مندر جہ ذیل کسی آواز سے مثابہت رکھتی ہو۔

ا) منیٹھی اور سریلی آواز

۲) شہد کی مکھیوں کی تجنبھناہٹ



www.ksars.org

۳) پانی کے جھرنے کی آواز لینی وہ آواز جو پانی کی سطح پر پانی کے گرنے یا پتھروں پر پانی کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ۴)بانسری کی آواز

۵) گھنٹیوں کی آواز

آواز میں اسر ارور موز:

صاحب مراقبہ جب مسلسل اس آواز پر دھیان مرکوزر کھتاہے تو کان میں آواز آنے لگتی ہے۔ یہ آواز مختلف انداز اور طرزوں میں سنائی دیتی ہے۔
وقت گزرنے کے ساتھ آواز میں الفاظ اور جملے بھی سنائی دیتے ہیں۔ آواز کے ذریعے مراقبہ کرنے والے پر اسرار ورموز منکشف ہوتے ہیں۔ نیبی واقعات کا کشف اور عالم بالاسے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ جب صاحب مراقبہ مشق میں مہارت حاصل کرلیتا ہے تو نیبی آواز سے گفتگو کی نوبت آجاتی ہے اور وہ آواز سے سوال جواب بھی کرتا ہے۔ جب کوئی شخص اس قابل ہو جاتا ہے کہ ہاتف غیبی کو سن سکے تواز خود سوال کرنے اور جواب حاصل کرنے کی صلاحیت بھی اس کے اندر بیدار ہو جاتی ہے۔ تاہم عملی طور پر اس کا طریقہ ہے ہے:

- جوبات یو چھنی ہواس کو ذہن میں ایک بار دہر ائیں۔
- 💠 پھر مراقبہ کی حالت میں بیٹھ کرہاتف غیبی کی طرف توجہ کریں اور مسلسل دھیان قائم رکھیں۔
 - اس وقت سوال کو زنهن میں نه لائیں صرف توجه ما تف غیبی کی طرف مر کو زر کھیں۔
- 💠 زہنی کیسوئی اور دماغی طاقت کی مناسبت سے جلد ہی آواز کے ذریعے جواب ذہن میں آ جاتا ہے۔
- پ ہاتف غیبی کی آواز سننے یا ملاقات کرنے کے لئے اہم ضرورت مرشد کریم کی نگرانی ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ چھوٹے ناکدہ کے ناواقف بیچے کو کسی لیبارٹری میں اکیلا چھوڑ دیا جائے اور وہاں ایسے کیمیکل ہوں جو نقصان کا سبب بن سکتے ہوں۔ تواسے فائدہ کے بجائے تکلیف اور پریشانی لاحق ہوگی۔

مراقبه قلب:

مرشد کریم کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آئکھیں بند کرکے اپنے دل کے اندر جھا نکیں اور نگاہ تصور سے یہ دیکھیں کہ دل میں ایک سیاہ نقطہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد نقطے کا تصور قائم ہو جاتا ہے۔اس وقت ذہن کو نقطے کی گہر ائی میں داخل کیا جائے۔ آہتہ آہتہ ذہن نقطے کی گہر ائی میں داخل ہو تا ہے اور جس مناسبت سے گہر ائی واقع ہوتی ہے نقطے کے اندر پہلے دنیااور پھر دنیائیں نظر آنے لگتی ہیں۔





www.ksars.or

مسلمان سائنسدان

۳۲۲ اسال پہلے زمین پر جہالت کی سیاہ چادر پھیلی ہوئی تھی، ہر طرف فساد ہرپا تھا۔ جہالت اور بربریت کی اس سے زیادہ بری مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ والدین اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ بے حیائی اور فحاشی عام تھی۔ زمین جب فساد اور خون خرابے سے بھر گئی اور اشرف المخلو قات نے انسانی حدود کو پھلانگ کر حیوانیت کو اپنالیا اور اللہ کے عطاء کر دہ انعام" فی الارض خلیفہ" کے منصب کو یکسر بھول گیا تو اللہ نے زمین کو دوبارہ پر سکون بنانے کے لئے اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس برگزیدہ مقدس اور مطہر بندے نے بجیب و غریب، حیرت انگیز، محدود ولا محدود رنگ رنگ رنگ اللہ کی نشانیوں کو اس طرح کھول کھول کر بیان کیا کہ ابتد ائی دور میں زمین و آسان کی حقیقت عربوں پر عیاں ہوگئی۔

قرآن نے بتایا:

"بیشک زمین و آسمان کی پیدائش رات اور دن کے بار بار ظاہر ہونے اور چھپنے میں ان عقلمندوں کے لے نشانیاں ہیں جولوگ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تونے یہ سب فضول اور بے مقصد نہیں بنایا اور ہمیں دوزخ کی آگ سے محفوظ کر دے۔"

(سورة آل عمران - آیت نمبر ۱۹۰ - ۱۹۱)

''کیاان لوگوں نے آسان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو آراستہ کیااور اس میں کسی قشم کاسقم نہیں ہے اور زمین کو ہم نے پھیلا یااور اس میں پہاڑ بنائے اور اس میں سے ہر قشم کی خوشنما چیزیں اگائیں، یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو دانااور بیناہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔''

(سورة ق_ آیت نمبر ۲ تا۸)

جب مسلمان علم کی تلاش میں صف بستہ ہو گئے توانہوں نے علم کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جوان کی تحقیقات سے تشنہ رہاہو۔ ان کی تحقیقات پوری امت مسلمہ کے لئے سبق آموز ہیں اور عبرت انگیز بھی۔ مغربی ممالک کی لا بحریریاں آج بھی مسلمان اسلاف کی کتابوں سے بھری پڑی ہیں۔ بیہ وہ دانشور مسلمان ہیں جنہوں نے تحقیقات کر کے علوم کی شمعیں روشن کیں۔ مسلمان ہیں اس وقت روشنی پھیلائی جب چہار سو تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان ہیں محققین میں علوم باطن کے ماہرین متصوفین بھی تھے اور سائنسدان بھی تھے۔ آج مسلمان تھی دست ہے۔ اس لئے کہ من حیث القوم ہمارے اندر سے تفکر، ریسر جی اور اللہ کی نشانیوں میں سوچ و بچار کا ذوق ختم ہوگیا ہے۔



عبدالمالك اصمعي:

عبد المالک اصمعی نے علم ریاضی، علم حیوانات، علم نباتات اور انسان کی پیدائش اور ارتقاء پر تحقیق کی۔عبد المالک اصمعی سائنس کا پہلا بانی ہے اس سے پہلے سائنس کے علم کاوجود تاریخ کے صفحات پر موجود نہیں ہے۔

جابر بن حیان:

جابر بن حیان کی کتابوں کے تراجم پندر ھویں صدی عیسوی تک یورپ کی مختلف یونیور سٹیوں میں پڑھائے جاتے رہے ہیں۔ اس سائنس دان نے کپڑے کو واٹر پر وف، لوہے کو زنگ سے محفوظ رکھنے اور شیشے کور مگین کرنے کاطریقہ ایجاد کیا۔

محمد بن موسىٰ الخوارز مي:

محمہ بن موسیٰ الخوارز می نے صفر کااضافہ کر کے ہند سوں کی قدر کوبڑھایا۔اس نے کرۃارض کے نقشے بنائے اور جغرافیہ میں تحقیقات کیں۔

على ابن سهيل ربان الطبرى:

علی ابن سہیل ربان الطبری نے فر دوس الحکمت کے نام سے ایک مکمل کتاب لکھی۔

يعقوب بن اسحاق الكندي:

يعقوب بن اسحاق الكندى علم فلكيات، كيمسرى، موسيقى اور طبيعات ميں ماہر تھا۔

ابوالقاسم عباس بن فرناس:

ابوالقاسم عباس بن فرناس ہوامیں اڑنے کے تجربے کر تارہااس کی کوششیں ہوائی جہاز بننے کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ دھوپ گھڑی بھی اس کی ایجاد

ثابت ابن قرة:

ثابت ابن قرة نے لیور اور گیئر ایجاد کئے۔لیور اور گیئر نہ ہوتے تو آج ہم بڑی بڑی مشینوں کے ذریعہ نئی نئی ایجاد نہیں کر سکتے تھے۔

ابو بكر محد بن زكر ياالرازي:

ابو بر محدین زکریاالرازی کو سرجری میں مہارت حاصل تھی۔ آپریشن کے بعد جلد کوسینے کاطریقہ بھی اس کی ایجاد ہے۔



ابوالنصر الفارابي نے موسیقی کا ایک آله ایجاد کیا تھا جس کی آواز سننے والا تبھی سوجاتا تھا، تبھی روتا تھا اور تبھی ہنستا تھا۔

ابوالحن المسعودي:

ابو الحن المسعودی سب سے پہلا شخص ہے جس نے بتایا کہ زمین کی جگہ سمندر تھا اور سمندر کی جگہ زمین۔ یہ بات اس نے اس وقت بتائی تھی جب پیاکش کے لئے کوئی آلہ موجود نہیں تھا۔

ابن سينا:

ابن سینا میڈیکل سائنس کا ماہر تھا اس نے علم الابدان کا نقشہ بنایا اور اس کے الگ الگ جھے کر کے اس کی تصویریں بنائیں۔ موجودہ میڈیکل سائنس میں ANATOMYاس کی تحریر کردہ کتاب کا ترجمہ ہے۔ ابن سینا نے جسمانی حرارت ناپنے کا آلہ ایجاد کیا جو تھر مامیٹر کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ علی ہذا القیاس بیان کردہ سائنس دانوں کے علاوہ انیس یا بیس سائنسدان اور ہیں جنہوں نے تحقیق و تلاش کے بعد سائنسی علوم کی بنیادر کھی۔

شاه ولي الله:

شاہ عبد العزیز کے والد بزر گوارنے پہلی مرتبہ قر آن کا فارسی ترجمہ کیا۔ انہوں نے غیب کے اوپرسے پر دہ اٹھایا۔ کا کناتی نظام کی نقاب کشائی کی اور بتایا کہ ہر انسان کے اوپر نور کا بناہواایک جسم ہے جو انسان کے جسم کے ساتھ چپکار ہتا ہے۔ محروم اور زوال پذیر قوم نے بیہ قدر کی کہ ان کے خلاف قتل کی سازش کی۔

سائنس کاغلغلہ بلند ہوااور سائنس نے AURA تعارف کرایاتو قوم نے اسے نعوذ باللہ صحیفہ سمجھ کر قبول کرلیا۔

باباتاج الدين ناگيوري:

باباتاج الدین نے بتایا کہ انسان کی نگاہ میں بہت زیادہ و سعت ہے۔ سورج9 کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب ہماری نگاہ سورج کو دکھ سکتی ہے تواس کا مطلب میہ ہے کہ نظر کے قانون سے واقف ہو کر دور دراز اشیاء کو کسی DEVICE کے بغیر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کا کنات میں ہر مخلوق سے ہم رشتہ ہے۔ ہر ذرہ دوسرے ذرہ کے ساتھ پیوست ہے۔ جان جب جان سے گلے ملتی ہے توزندگی بن جاتی ہے۔



محى الدين ابن عربي:

شیخ اکبر ابن عربی نے بتایا کہ روح کو دیکھنا، روح سے مکالمہ کرنا اور روح کے ذریعہ عالم بالا کی سیر کرنا، انفس و آفاق کے رموز سے آگاہ ہونا، انسانوں کے لئے ممکن ہے۔

قلندر بإبااولياء:

عظیم روحانی سائنسدان قلندر بابا اولیاء نے خواب کے اوپر سے پر دہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے انکثاف کیا ہے کہ انسان کی زندگی آدھی بیداری میں اور آدھی خواب میں گزرتی ہے۔

بیداری کی زندگی ہویاخواب کی زندگی دونوں کوروح فیڈ (Feed) کرتی ہے۔ قلندر بابااولیاء فرماتے ہیں کہ:

"روح"، نجلی،نوراورروشنی سے مرکب ہے۔

الله تعالی نے روح کے اندریہ وصف رکھاہے کہ روح نسمہ کی تشکیل کرتی ہے۔ نسمہ میں تجلی کے غلبہ سے ملاءاعلی تخلیق ہوتے ہیں۔

نسمہ میں جب نور غالب ہو تا ہے تو ملائکہ کی تخلیق عمل میں آتی ہے اور نسمہ میں جب روشنی کاغلبہ ہو تا ہے تو جنات اور انسان کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔

انسان اور جنات کی تخلیق میں یہ فار مولاکام کر رہاہے کہ یہ دونوں مخلوق ظاہر اور غیب میں ردوبدل ہوتی رہتی ہیں۔ غیب میں ردوبدل ہوناخواب کی زندگی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ خواب کی دنیا ہویا بیداری کی دنیا، دونوں حواس پر قائم ہیں۔ وزندگی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خواب کی دنیا ہویا بیداری کی دنیا، دونوں حواس پر قائم ہیں۔ حواس کی تشکیل میں مسلسل اور متواتر فعال انفار ملیشن کا عمل دخل ہے۔ انفار ملیشن کا بہاؤ جب نزول کرتا ہے توالیے ایٹم بنتے ہیں جن سے اسپیس (Space) کی تشکیل ہوتی ہے۔ اور جب انفار ملیشن کا بہاؤ صعود میں ہوتا ہے توالیے ایٹم بنتے ہیں جن سے عالم بالاکی مخلوق وجود میں آتی ہے۔

قرآنی نظریه:

عربوں سے پہلے یورپ، امریکہ، مصراور ایشیائی ممالک چین، ہندوستان اور جاپان وغیرہ میں سائنس کا عمل دخل نہیں تھا۔ البتہ یونان میں کسی قدر علم موجود تھا۔ علمی تحقیقات اور نئی نئی ایجادات کی طرف رغبت پیغیبر اسلام حضرت محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم کی تعلیمات کا متیجہ ہے۔ قرآن پاک کے نازل ہونے کے بعد سرزمین عرب جب علم کی روشنی سے منور ہوئی اس وقت مغربی ممالک میں تہذیب و تدن کا کوئی نشان نہ تھا۔ روس کے لوگ انسانی تھو پڑیوں میں یانی پیتے تھے۔ رسول الله علیه وسلم نے مسلمان صحر انشینوں کی زندگی بدل دی۔

قر آن کے علم اور قر آن کے بتائے ہوئے روش راستے پر چل کر پچاس سال کی مختصر مدت میں مسلمانوں نے آدھے سے زیادہ دنیافتح کر لی۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں مسلمانوں کے قدموں پر جھک گئیں۔ قر آنی آیات کے انوار سے روشن دل مسلمانوں نے دنیامیں انقلاب برپاکر دیااور دنیا کوایک نئی تہذیب و تدن سے آراستہ کر دیا۔

بونبورسٹیاں:

قر آنی نظر ہے کے مطابق مسلم اسلاف کی لکھی ہوئی کتابوں کے تراجم ہوئے تو ان تحریروں کو پورپ میں اتنی زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی کہ وہاں پونیورسٹیاں قائم ہو گئیں۔ مختلف علوم سائنس و فلکیات اور ریاضی پر لکھی ہوئی کتابیں چار سوسال تک وہاں کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل رہیں۔ بورپ کے مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان نہ ہوتے تو بورپ علم کی روشن سے محروم رہ جاتا۔ پانچویں اور چھٹی صدی ججری کے بعد مسلمانوں کا علمی زوال شروع ہوا۔ امت مسلمہ قر آنی تحقیق و تفکر (تصوف) سے دور ہو گئی جس کے متیجہ میں مسلمانوں نے قر آن کے انوار و حکمت سے خود ساختہ دوری قبول کرلی۔ مسلمانوں نے تفکر کرناچھوڑ دیا پھر یہ سلسلہ دراز ہو تا چلا گیا۔ قر آنی علوم کے ذریعہ معاشی، معاشرتی اور روحانی زندگی کی جو شمع روشن ہوئی تھی قوم نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ تخیر کائنات جو قر آن کا پورااور مکمل تیسر اعلم ہے اس کی طرف سے توجہ ہٹ گئی اور عالم اسلام اس شعور سے محروم ہو گیا جو چودہ سوسال پہلے قر آن نے عطاکیا تھا اور جب کوئی قوم تفکر، تحقیق و تلاش، بصیرت و حکمت اور نور علی نور فہم و فر است سے محروم ہو جاتی ہے تو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اجتماعیت ختم ہو جاتی ہے اور قوم کاشیر ازہ بھر جاتا ہے۔

روحانیت کے خلاف سازش:

د نیا کے دوسر سے معاملات کی طرح منافق اور ساز ثی لوگوں نے روحانی سلسلوں میں بھی اپنا عمل دخل جاری رکھااور لوگوں کی توجہ کشف و کرامات کے علاوہ کچھ کی طرف مبذول کر دی۔ اس طرز فکر کو کچھ اس طرح آگے بڑھایا گیا کہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ روحانیت کا مطلب کشف و کرامات کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ دوسری بات جو حقیقت کے برخلاف بیان کی گئی وہ یہ تھی کہ تسخیر کائنات یاروحانی علوم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان دنیا بیزار ہو کر جنگل میں جا بیٹے۔ اس کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مسلمان قوم ریسر چسے محروم ہوگئی اور غیر مسلم اقوام نے علم کائنات میں ترقی کرلی۔ آج کے دور میں





ہر آدمی پہ بات جانتا ہے کہ سوسال پہلے جو باتیں کرامات کے زمرے میں بیان کی جاتی تھیں وہ سائنسی نظام کے تحت عام ہو گئی ہیں۔اب پیر کہنا کہ فلاں بزرگ کو پانچ جگہ یاسات جگہ دیکھا گیا تھاایک بہت کم وزن بات معلوم ہوتی ہے۔

قر آن کی تعلیمات کو اگر مادی شعور کے دائرے میں رہ کر سمجھا جائے تو قر آن کے معنی اور مفہوم میں شدید غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء کرام قر آنی جیسی عظیم الثان اور لاریب کتاب کے بارے میں اپنے قائم کر دہ مفہوم پر متفق نہیں ہیں۔ ہر تفسیر نے اسلوب اور نئی شرح کی دستاویز ہے۔ قر آن کے الفاظ اس لئے محفوظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قر آن کی حفاظت کاوعدہ کیا ہے۔

ابدی زندگی کاراز:

صوفیاء کرام کی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ انسان ہر لمحہ مرتاہے اور لمحہ کی موت انسان کے اگلے لمحے کی زندگی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

تھوڑے سے تفکر سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی کی جتنی بھی کاوشیں ہیں چاہے وہ اعمال ہوں، علم وفہم ہو، اخلا قیات ہوں، یہ سب قبر تک کے معمولات ہیں۔اگر زندگی اور حیات کی ہم آ ہنگی کا ادراک انسان کرلے توحیات ابدی کاراز اسی زندگی کے لیل ونہار میں کھل جاتا ہے۔

ہم واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان مادی ماحول میں اس قدر کھو چکاہے کہ اس نے مذہب کومادی لذتوں کا وسلیہ بنالیاہے۔مذہب کانام استعال کرنے والے توبہت ہیں مگر ایمان یقین اور مشاہدے کی طلب اس دور میں ناپید ہو چکی ہے۔جب صاحب ایمان ہی ناپید ہو جائیں تو ایمان کی طلب کون

آج کاانسان:

آج کاانسان موجودہ سائنسی ترقی کونوع انسان کاانہتائی شعور سمجھتا ہے۔ یہ ایک گمر اہ کن سوچ ہے اس لئے کہ قر آن بتاتا ہے کہ انسان کی ترقی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں اتنی تھی کہ ایک شخص نے جو پیغمبر نہیں تھا پلک جھیکنے کے وقفے میں ڈیڑھ ہزار میل کے طویل فاصلے سے مادی FORM میں دربار سلیمان میں تخت منتقل کر دیا تھا۔ دانشوروں کا کر دار گزشتہ صدیوں سے آج تک انہتا کی مایوس کن رہاہے۔ انہوں نے مجھی انسانی تفکر کواس طرف ماکل نہیں کیااور انہوں نے تبھی نہیں بتایا کہ آ قائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی و سیلے کے جسمانی طور پر کون سی سائنس کے ذریعے معراج کے شرف سے مشرف ہوئے۔

البيشر ان:

انسان روشنی سے بناہواہے اس کے سارے محسوسات الیکٹران کے اوپر قائم ہیں۔ اگر انسان اپنے اندر دور کرنے والی الیکٹرک سٹی سے واقفیت حاصل کر لے تووہ مادی وسائل کے بغیر کسی بھی مادی شئے کو جہاں چاہے منتقل کر سکتا ہے۔ سائنس کا نظریہ قیاس پر مبنی ہے۔





قیاس جہاں تک کام کرتا ہے بتیجہ مرتب ہو تار ہتا ہے یا نہیں ہوتا۔ قیاس کا پیش کر دہ کوئی نظریہ کسی دوسرے نظریہ کاچند قدم ساتھ ضرور دیتا ہے مگر
پیر ناکام ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے بذات خود جتنے طریقے وضع کئے ہیں سب کے سب کسی نہ کسی مرحلہ میں غلط ثابت ہوئے ہیں۔ توحید کے علاوہ اب
تک جتنے نظام ہائے حکمت بنائے گئے ہیں وہ تمام اپنے ماننے والوں کے ساتھ مٹ گئے یا آہت ہوئے ہیں۔ آج کی نسلیں گذشتہ نسلوں سے
زیادہ مایوس ہیں اور آئندہ نسلیں اور بھی زیادہ مایوس ہوں گی۔

مفكرين اور اقوام عالم:

مختلف ممالک اور مختلف قوموں کے وظیفے جدا گانہ ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام نوع انسان کاجسمانی وظیفہ ایک ہوسکے صرف روحانی وظائف ہیں ہوری نوع انسانی اشتر اک رکھتی ہے۔اگر دنیا کے مفکرین جدوجہد کر کے روحانی وظائف کی غلط تعبیروں کو درست کر سکے تووہ اقوام عالم کو ایک دائرہ میں اکٹھا کر سکتے ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا ہے كه:

"انسان ہماری بہترین صناعی ہے۔" (سور ہُ والتین۔ آیت نمبر ۴)

انسان کو مخلو قات میں فضیلت اس بنیاد پر قائم ہے کہ اس کے اندر مخفی علوم جاننے سمجھنے اور ان علوم سے استفادہ کرنے کی صلاحیتیں موجو دہیں۔ اب سے صدیوں پہلے کی سائنسی ایجادات ہوں یاموجو دہ دور میں سائنسی ایجادات ہوں بیسب مخفی صلاحیتوں کے استعال کامظاہر ہ ہے۔

تخلیقی فار مولے:

علم تصوف۔۔۔۔۔۔انکشاف کرتا ہے کہ زمین پر موجود ہر شئے روشن کے غلاف میں بند ہے اور روشن کے غلاف میں مقداریں کام کر رہی ہیں۔
انسان جب مخفی صلاحیتوں کو بیدار کر کے کسی شئے میں تفکر کرتا ہے تواس کے اوپر شئے کے اندر چیبی ہوئی قوتیں مکشف ہو جاتی ہیں۔ موجودہ سائنسی ترقی اسی ضابطہ اور قاعدہ پر قائم ہے۔ سائنس دانوں نے جیسے جیسے بیسے جیسے تفکر سے کام لیاان کے اوپر شئے کے اندر کام کرنے والی تخریبی اور تعمیری قوتیں آشکار ہو گئیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کا نئات میں جتنی بھی اشیاء ہیں خواہ وہ مائع ہوں یا ٹھوس ہوں یا گیس کی صورت میں ہوں سب کی سب ایٹوں سے بنی ہوئی ہیں اور خود ایٹم زیادہ تر 'خلا' پر مشتمل ہے۔ بعض اشیاء میں تمام کے تمام ایٹم ایک جیسے ہوتے ہیں ایسی اشیاء کو عناصر کہا جاتا ہے جن میں ہائیڈرو جن، کاربن، لوہا، سونا، سیسہ، پلاٹمینم اور یور نینئم جیسے قدرتی عناصر کے علاوہ مرکبات میں مختلف عناصر کے ایٹم ایک دوسرے میں جذب اور گندھے ہوئے ہیں۔ عناصر کی باہمی پیوشگی سے سالمات بنتے ہیں۔



:TOM

ایٹم یونانی زبان کالفظ ہے جس کے معنی "TOM" نا قابل تقسیم شئے"، کے ہیں۔ یونانی زبان میں "ٹوم (TOM)" تقسیم کرنے کو کہتے ہیں۔ آریانی زبانوں میں "آ" نفی کا کلمہ ہے۔ ایٹم کانام دمقراط نامی ایک سائنس دان کاوضع کر دہ ہے۔

دمقراط نے پیہ نظر پیہ پیش کیا تھا کہ دنیا کی ہر شئے نہایت چھوٹے نا قابل تقسیم ذروں یعنی ایمٹوں سے بنی ہے۔ ایمٹم کاسائز ایک ای کاڈھائی کروڑ حصہ ہوتا ہے یعنی سوئی کی نوک پر لا کھوں ایمٹم رکھے جاسکتے ہیں۔ ہلکی اشیاء کے ایمٹم ملکے اور بھاری اشیاء کے ایمٹم بھاری ہوتے ہیں بشمول انسان تمام جانداروں کی روح بھی ایمٹوں سے مرکب ہے۔ روح کے ایمٹم باتی تمام اشیاء کے ایمٹوں سے چھوٹے اور لطیف ہوتے ہیں۔ موت کے بارے میں دمقراط کاخیال تھا کہ جب روح کے تمام ایمٹم جسم سے نکل جاتے ہیں توموت واقع ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں جسم میں روح کا ایک ایمٹم بھی باتی نہیں رہتا جو خارج شدہ ایمٹوں کو واپس لا سکے۔ اس لئے روح نکل جانے کے بعد آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔

ماده اور توانائي:

تحقیق اور تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مادہ اور توانائی ایک ہی شئے کے دوروپ ہیں کیونکہ یہ تمام ذرات جو کہ اب تک معلوم کیے گئے ہیں توانائی کی صورت میں سامنے آئے ہیں یعنی ان بنیادی ذرات پر تجربات سے ہی ان کی تقسیم اور ٹوٹ چھوٹ سے آخر کار توانائی ہی حاصل ہوتی ہے۔

مالیکیول ایٹم یابنیادی ذرات جو اب تک دیکھے نہیں جاسکے ان کے بارے میں اتنی مفصل معلومات کن بنیادوں پر جمع کی گئی ہیں؟

سائنس دان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ تجربات کے نتائج سے حاصل ہونے والے تاثر یا خصوصی مظاہرہ کی صورت میں بیہ اخذ کیا گیاہے کہ ایٹم اور اس کے ذرات کیا ہیں۔ مثلاً ٹی وی اسکرین پر جو کچھ دکھائی دیتاہے وہ الیکٹر ان دھار Beam کے بہاؤکی وجہ سے ہو تاہے جب کہ الیکٹر ان بیار دیتے دکھائی نہیں دیتی۔ اس طرح کے تجربات میں ایٹم کو جب کسی بیر ونی قوت یاشعاع کے زیر اثر لا یاجا تاہے تو ایٹمی ذرات پر اس کی اثر پذیری کے نتائج ایک اسکرین پر دیکھے جاتے ہیں۔ اسکرین پر نظر آنے والا یہ Response روشنی کے دھبہ (Dot) رنگ یا شمٹماہٹ کی صورت میں ہو تاہے۔ اس طرح ذرات کی خصوصیات معلوم کرلی جاتی ہیں۔

نورکے غلاف:

احسن الخالقین اللہ کے تفویض کر دہ اختیارات کے حامل لوگ۔۔۔کائنات کی تخلیق میں نور کا تعین کرتے ہیں۔نور اور روشن کے Flow کو کائنات کی حرکت قرار دیتے ہیں۔کائنات میں بڑے سے بڑا کرہ۔۔یاچھوٹے سے چھوٹا ذرہ۔۔(ایٹم)۔۔نور کے غلاف میں بندہے۔اور ہر ذرہ اور عناصر کی پوری دنیا۔۔ مقد اروں پر قائم ہے۔ مقد اریں الگ الگ ہیں۔ لیکن ہر مقد ار دوسری مقد ارکے ساتھ آپس میں گندھی ہوئی ہے۔ ایک طرف مقد اریں ہم رشتہ ہیں اور دوسری طرف الگ الگ بھی ہیں۔



الله تعالى نے قرآن مجيد ميں ارشاد فرماياہے:

" یہ جو بہت سی رنگ برنگی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں ان میں نشانی ہے ان کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں یعنی ریسر چ کرتے ہیں۔"

(سورهٔ نحل۔ آیت نمبر ۱۳)

"اللدروشني ہے آسانوں اور زمین کی۔"

(سورهٔ نور ـ آیت نمبر ۳۵)

چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی چیز الیی نہیں ہے قر آن میں جس کی وضاحت نہ ہو۔"

(سورهٔ سبابه آیت نمبر ۳)

الله تعالى نے يہ بھی فرماياہے:

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اس کتاب کو اس نے اتاراہے جو زمین اور آسانوں کا جانبے والاہے۔"

(سورهٔ فرقان- آیت نمبر۲)

یعنی کا نئات کا ایک ایک ذرہ حتی کہ اس کا ایک ایک ایٹم اور ایک ایک سالمہ (Molecule) اس کے علم میں ہے۔

معين مقداري:

الله تعالی فرماتے ہیں:

"پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے مقد اروں کے ساتھ تخلیق کیااور پھر ان تخلیقی فار مولوں سے آگاہ کیا۔"

(سورهٔ اعلی - آیت نمبر ا تا۳)

اس کامفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو معین مقداروں (ایٹم) سے بنایا ہے اور معین مقداریں دراصل اس شئے کے ظاہر اور باطن میں کام کرنے والی صلاحیتیں ہیں جو ایک قانون اور Discipline کے تحت ایک واحد ہستی کی نگر انی میں بر قرار ہیں۔ بڑے بڑے اجرام ساوی معمولی اور

ننھے سے ایٹم، ایٹم کے اندرونی خول یا اجزاء الیکٹر ان، پروٹان اور نیوٹر ان اس ذات واحد کی نظر وں کے سامنے ہیں۔ کوئی بھی ذرہ وہ چھوٹا ہو یابڑا اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں۔

قرآن پاک میں ارشادہ:

"وہ ہر پوشیدہ چیز سے واقف ہے۔اس کے علم سے کوئی رتی برابر چیز باہر نہیں۔وہ چیز آسانوں میں ہویاز مین میں اور ان تمام چھوٹی بڑی چیز وں کا اور ان چیز وں کی تمام اقسام کے فارمولے کھلی کتاب میں موجو دہیں۔"

(سورهُساِ_ آیت نمبرا تا ۷)

ذرات کی تین قسمیں:

سورهٔ سباکی اس آیت میں تین قسم کے ذرات کا بیان ہواہے:

ا)رتی برابر ذره

۲)اس سے جیموٹا

٣)نسبتاً اسے جھوٹا

تخلیق میں تین قسم کے ذرات پائے جاتے ہیں۔ایک ایٹم دوسرے ایٹم کے اندرونی اجزاءاور سوئم ایٹم کے مرکبات۔

ا)" مثقال ذرہ" یعنی وہ رتی برابر چیز ہے جس میں وزن پایا جاتا ہو۔ سب جانتے ہیں کہ رتی چھوٹے سے وزن کا تشخص ہے۔ ذرہ برابر چیز کا مطلب میہ ہوا جس میں کوئی وزن ہواور معین مقداریا مقداریں ہوں۔ایٹم چونکہ ایک الیما اکائی ہے جس کے اندر الیکٹر ان، پروٹان، نیوٹر ان موجو دہیں۔اس لئے اس میں مقدار اور وزن دونوں ہیں۔

۲)اس سے حچبوٹالیعنی ایٹم سے نسبتاً حجبوٹاالیکٹر ان، پروٹان اور نیوٹر ان وغیر ہ اور ایٹوں کے مر کزوں سے خارج ہونے والی الفاء، بیٹااور گاماشعاعیں۔

۳) اور اس سے بڑا (ایٹم سے بڑا) لینی قیامت تک دریافت ہونے والے ہر ایٹم کے ذرات اور اجزاء خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے ہوں اور کتنے ہی بڑے ہوں۔ ہوں۔





احيان وتصوف

قر آن میں تفکر کرنے سے انسان کی نظر میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایٹم کی اکائی میں روشنی کے جال کو دیکھ لیتی ہے۔ ایک صوفی یہ جان لیتا ہے کہ ایٹم کا اکائی میں روشنی کے جال کو دیکھ لیتی ہے۔ ایک صابطہ کے ہے کہ ایٹم کا ایٹم کا ایٹم کے اندرونی اجزاء اور ارض وساء کا خالق ایک ہے اور پوری کا ئنات اس کی ملکیت ہے۔ اس نے اس کا ئناتی سسٹم کو ایک ضابطہ کے ساتھ وجو د بخشا ہے۔

مقداروں کا یہ علم وہ لوگ سکھے لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق:

"اور وہ جن لو گوں نے میرے لئے یعنی میری تخلیق کو جاننے کے لئے جدو جہد اور کوشش کی میں انہیں اپنے راستے د کھا تاہوں۔"

(سورهٔ عنکبوت۔ آیت نمبر ۲۹)

قرآن میں اوہے (دھات) کا تذکرہ کیا گیاہے۔

"اور ہم نے نازل کیالوہا(اس میں دوسری دھاتیں بھی شامل ہیں جیسے یورینیم وغیرہ)اور اس میں ہم نے انسانوں کے لئے بیثار طاقت اور فائدے رکھ دیئے ہیں۔"

(سورهٔ حدید - آیت نمبر ۲۵)

مغيبات اكوان:

مرشد کی نگرانی میں تصوف کے اسباق کی پنجیل کرنے والا فر د جب ان مقداروں سے واقف ہو جاتا ہے جو اشیاء کی تخلیق میں کام کر رہی ہیں تو وہ مقداروں کو کم و بیش کرکے شئے میں ماہیت قلب کر سکتا ہے۔ مقداروں کا علم اس طرف اشارہ کر تاہے کہ دھات سیسہ (Lead) میں ایسی مقداریں موجو د ہیں جو اپٹم کی قوت پر غالب آسکتی ہیں۔

لهرون كاجال:

کائنات حار نہروں یا جار توانا ئیوں سے فیڈ ہور ہی ہے۔

ا_نهر تسويد

۲-نهر تجرید

٣- نهر تشهيد

۸-نهر تظهیر

یورینیم اورلیڈ دونوں دھاتیں تسویدی لہروں سے فیڈ ہوتی ہیں۔لیڈ کے اوپر ایسی لہروں کا غلاف بناہوا ہے کہ اگر اسے تلاش کر لیاجائے تو دنیاا پیٹم کی ہلاکت خیزی سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

الله تعالیٰ کاار شادہ:

''زمین اور آسان اور اس کے اندر جو کچھ بھی ہے۔سب کاسب انسانوں کے لئے مسخر کر دیا گیاہے۔''

(سورهٔ جاشیه - آیت نمبر ۱۳)

اس کامفہوم ہے ہے کہ انسان زمین و آسمان میں موجود کسی بھی شئے کے اندرجب تفکر کرے گاتواس شئے کے اندر کام کرنے والی مقد اروں کا علم اسے حاصل ہو جائے گا۔ مختصر ہے کہ ایٹم مقد اروں کا ایک مرکب ہے اور یہ مقد اریں مادیت کی اکائی ہیں۔ مادیت کی ہر اکائی نور کے غلاف میں بند ہے۔ نور کے اور یہ مقد اروں گانی دروشنی کی رفتار سے ہز اروں گنانورانی کے اوپر روشنی کا غلاف ہے۔ روشنی کی رفتار سے ہز اروں گنانورانی لیے اور یہ والی کی رفتار ہے ہوٹا اور بڑے سے بڑا درو بنا ہوا ہے۔ صوفی لہروں کی رفتار ہے۔ نور اور روشنی مرکب اور مفر د دولہروں کا ایک جال ہے جس کے اوپر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ذرہ بنا ہوا ہے۔ صوفی جب روشنی کی سطح سے نکل کر نور میں داخل ہو جاتا ہے تو چھوٹے ذرہ میں نا قابل بیان طافت (Energy) اس کے اوپر منکشف ہو جاتی ہے۔

موجودہ سائنسی ترقی میں جوعوامل کام کر رہے ہیں ان میں انفرادی سوچ اور مادی مفاد کا عمل دخل ہے۔ اس لئے یہ ساری ترقی نوع انسانی کے لئے پریثان اور بے سکونی کا پیش خیمہ بن گئی ہے۔ اگر یہی ترقی اور ایجاد پیغیبر انہ طرز فکر کے مطابق ہوجائے توسائنس نوع انسانی کے لئے سکون و آشتی کا گہوارہ بن جائے گی۔ فی الوقت صور تحال یہ ہے کہ ترقی کافسوں انسانی نسل کو آتش فشاں کے کنارے لے آیا ہے۔ اگر اس کا مثبت تدارک نہ کیا گیا تو یہ دنیائسی بھی وقت بھک سے اڑجائے گی۔ جو چیز وجو دمیں آجاتی ہے اس کا استعال ضرور ہوتا ہے۔

صوفی اور سائنٹسٹ:

موجودہ سائنسدان اور صوفی سائنسدان میں یہ فرق ہے کہ سائنٹٹ کے پیش نظر پہلے اپنامفاد ہو تاہے اور صوفی کاعلم مخلوق کے لئے وقف ہو تاہے۔
کائناتی نظام کو سمجھنے کی صلاحیت کو تصوف میں مغیبات اکوان کہتے ہیں۔مغیبات اکوان کے حامل صوفی خواتین و حضرات کے اندراتنی وسعت پیدا ہو
جاتی ہے کہ وہ ہزاروں سال پہلے کے گزرے ہوئے حالات و واقعات اور ہزاروں سال بعد آنے والے حالات و واقعات کو دیکھ لیتے ہیں اور اس کی
تفصیلات سے باخبر ہو جاتے ہیں۔





www.ksars.org

ظاہری علوم اور روحانی علوم

کا ئنات اور کا ئنات میں کر وڑوں د نیاؤں میں دوعلوم رائج ہیں۔

ایک علم حصولی اور دوسر اعلم حضوری۔

علم حضوري:

علم حضوری وہ علم ہے جو ہمیں غیب کی دنیا میں داخل کر کے غیب سے متعارف کراتا ہے۔ علم حضوری سکھنے والے بندے کے اندر لا شعوری تحریکات عمل میں آ جاتی ہیں۔ لا شعوری تحریکات عمل میں آ جانے سے مرادیہ ہے کہ حافظ کے ادپر ان باتوں کا جو بیان کی جارہی ہیں ایک نقش ابھر تا ہے۔ مثلاً اگر علم حضوری سکھانے والا استاد کبوتر کہتا ہے تو ذہن کی اسکرین پر کبوتر کا ایک خاکہ بنتا ہے اور جب الفاظ کے اندر گہر ائی پید ابوتی ہے تو دماغ کے اندر فی الواقع کبوتر اپنے پورے خدو خال کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اسی طرح روحانی استاد جب ایٹم کا تذکرہ کرتا ہے تو ایٹم کی ساخت ایٹم میں تو انائی اور عناصر اور عناصر کی باہمی پیوشگی سے بننے والے سالمات کا ادراک ہوتا ہے۔ علم حضوری میں تین ابواب اور 23 کلا سیں ہوتی ہیں۔

بإب اول: اجمال

باب دوئم: تفصيل

باب سوئم: اسرار

علم حصولي:

علم حصولی ہے ہے کہ جب کوئی استاد شاگر دکو تصویر بنانا سکھا تا ہے تو گراف کے اوپر تصویری خدوخال بناکر دکھا دیتا ہے۔ شاگر د جتنے ذوق و شوق سے استاد کی رہنمائی میں مشق کر تا ہے اس مناسبت سے وہ اچھا یا بہت اچھا مصور بن جا تا ہے۔ اس کے برعکس علم حضوری ہمیں بتا تا ہے کہ ہر انسان کے اندر تصویر بنانے کی صلاحیت موجو د ہے ، استاد کا کام صرف اتنا ہے کہ شاگر د کے اندر مصور بننے کی صلاحیت کو متحرک کر دیتا ہے۔ ہم اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں:



اطلاعات كاعلم:

د نیامیں جو کچھ موجود ہے یاہونے والا ہے یا گزر چکا ہے وہ سب خیالات کے اوپر رواں دواں ہے۔ اگر ہمیں کسی چیز کے بارے میں کوئی اطلاع ملتی ہے تو وہ چیز ہمارے لئے موجود ہے اور اگر ہمیں اپنے اندر سے کسی چیز کے بارے میں اطلاع نہیں ملتی یا کسی چیز کے بارے میں تا تو وہ چیز ہمارے لئے موجود نہیں ہے۔ جب کوئی آدمی مصور بننا چاہتا ہے تو پہلے اس کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ مجھے تصویر بنانی ہے۔ کوئی آدمی مشین اس وقت بناتا ہے جب اسے مشین بنانے کاخیال آئے۔ اگر خیال نہ آئے تو کوئی آدمی انجیئر، ڈاکٹر، ٹیچر وغیرہ نہیں بن سکتا۔

علی ہذالقیاس دنیا کے ہر علم کی یہی نوعیت ہے۔ پہلے علم کے بارے میں ہارے اندر خیال پیداہو تا ہے اور ہم اس خیال کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور علم ہمارے ذوق و شوق کے مطابق ہمارے اندر کام کرنے والی مخصوص صلاحیت کو متحرک کر دیتا ہے۔ استاد کاکام صرف اتنا ہے کہ وہ شاگر دکے اندر موجو دہیں اسی طرح تصوف یا اندر موجو د صلاحیت کو بیدار کرنے میں معاون بن جاتا ہے۔ جس طرح تمام علوم و فنون کی صلاحیت میں انسان کے اندر موجو دہیں اسی طرح تصوف یا "روحانی علوم" سکھنے کی صلاحیت بھی انسان کے اندر موجو دہیں۔ جب آدمی تصویر بنانا سکھ لیتا ہے تو اس کانام مصور ہو جاتا ہے اور جب آدمی فرنیچر بنانا سکھ لیتا ہے تو اس کانام ہڑھئی رکھ دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی سائنسی اعتبار سے کوئی چیز ایجاد کرلیتا ہے تو وہ سائنسی ایک ہلا تا ہے۔ روحانی استاد کی مدد سے شاگر دا بیخ اندر روحانی صلاحیتیں بیدار کرلیتا ہے تو اس کانام روحانی انسان ہو جاتا ہے۔

سائنسى اسكينڈل:

1917ء میں انگلینڈ کے برٹش میوزیم میں ایک انسانی کھوپڑی کی نمائش کی گئی۔ جس کے نیچے لکھا تھا PITT DOWN MAN استختی پر یہ بھی کھھا گیا تھا کہ یہ انسان سے ملتی جلتی خلوق کی کھوپڑی ہے جو پانچے لاکھ سال قبل زندہ تھا اور یہ مخلوق موجودہ انسان کی جدامجد تھی۔ پورے چالیس سال اس کھوپڑی پر بحث ہوتی رہی۔ کا نفر نسز منعقد کی گئیں اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔ لیکن جب ریڈیو کاربن طریقہ ایجاد ہوا تو یہ انکشاف ہوا کہ یہ کھوپڑی دراصل ایک انسان کی تھی جبکہ جبڑ اایک بندر کا تھا اور انسان کی کھوپڑی ڈیڑھ سوسال پر انی تھی جبکہ بندر کے جبڑے کی عمر صرف چالیس سال تھی۔ دراصل یہ ایک اعلیٰ درجہ کاسائنسی اسکینڈل تھا چنانچہ کھوپڑی کو فوراً شوونڈو میں سے اٹھالیا گیا۔

لیکن عجیب بات ہیہ ہے کہ اس بنیاد پر جو ڈپلومے دیئے گئے یا کتابیں لکھی گئیں ان کو جھوٹا نہیں کہا گیا۔ ریسر چ کرنے والے قیاس پر قائم شدہ سائنسی نتیجہ کی بنیاد پر ماضی کو اربوں سال پر پھیلا دیتے ہیں۔ جب کہ ان کے پاس تاریخ ثابت کرنے کا کوئی بقینی ذریعہ نہیں ہے۔

مفروضه علوم:

دنیا کی پیدائش کے متعلق تخمینہ بھی قیاس پر مبنی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ زمین پانچ ارب سال پر انی ہے۔ کچھ سائنسدان زمین کی عمر کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔



پہلا دور تقریباً نصف ارب سالوں پر مشتمل ہے، دوسر ادور ستر ہ کروڑ سالوں پر محیط ہے، تیسر ادور ساڑھے چھے کروڑ سالوں پر مشتمل ہے، چوتھا دور پچیس لاکھ سالوں پر مشتمل ہے۔

کچھ سائنسدان دلیل یاسند کے بغیر زمین پر انسان کے ظہور کو دس لا کھ سال پہلے بتاتے ہیں جبکہ کچھ سائنسدان انسان کا زمین پر ظہور دس ہز ارسال سے پچاس ہز ارسال بتاتے ہیں۔ مطلب سے ہے کہ زمین کی تخلیق اور انسان کی تخلیق کے بارے میں سائنسدان کسی ایک نقطے پر خود کو مجتمع نہیں کر سکے۔ چند سائنسدان تخمینوں اور اندازوں سے بات کرتے ہیں اور نئے سائنسدان ان کی نفی کر دیتے ہیں۔

یہ بھی کہاجاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے قریباً دس ارب انسان دنیا میں رہ چکے ہیں۔ ہمارے اس دور میں بتایاجاتا ہے کہ زمین پر چھ ارب انسان آباد ہیں، یہ بڑی عجیب بات ہے کہ پانچ ارب سال میں صرف پانچ ارب کی آباد کی زمین پر شار کی جاتی ہے۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ سائنسدان جو کچھ کہتے ہیں دوسرے سائنسدان اس کی تر دید کر دیتے ہیں لیکن یہ بات طے سائنسدان جو کچھ کہتے ہیں دوسرے سائنسدان اس کی تر دید کر دیتے ہیں لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ زمین بہت طویل عرصے سے قائم ہے اور زمین پر بستیاں بستی ہیں اور برباد ہو جاتی ہیں۔ ہم حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اتر نے کے بعد کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں توزمین کے مختلف ادوار ہمارے سامنے آتے ہیں اور یہ سارے ادوار ارتقائی مراحل طے کرکے پھر اس نقطہ پر آ جاتے ہیں جہاں سے ارتقاء شر وع ہواتھا۔

مادى جيالوجسك:

زمین پر تین ھے پانی ہے اور ایک حصہ خطکی ہے۔ زمین طبقات یا پرت در پرت بنی ہوئی ہے، جس طرح پیاز میں بے شار پرت ہیں اس طرح زمین بھی طبقات یا پرت در پرت ایک نئی تخلیق ہے۔ ہم کسی پرت کا نام لوہا، کسی پرت کا طبقات یا پرت در پرت ایک نئی تخلیق ہے۔ ہم کسی پرت کا نام لوہا، کسی پرت کا نام کو کلہ، کسی پرت کا نام کو کلہ، کسی پرت کا نام کے نام سے جانتے ہیں۔

جیالوجسٹ سے بات جانتا ہے کہ زمین کے ذرات دراصل نئی نئی تخلیقات کے فار مولے ہیں۔ یہی صور تحال مٹی کی بھی ہے۔ زمین پر مٹی کہیں سرخ ہے، کہیں سیاہ ہے، کہیں بھڑ بھڑ بھڑ کی ہے، کہیں چہاڑ کی طرح سخت ہے اور کہیں دلدل ہے۔ زمین کی ایک خاصیت جوہر جگہ خود اپنا مظاہرہ کرتی ہے ہے کہ زمین مال کی طرح اپنے بطن میں کئی تخلیق مظاہرہ کرتی ہے ہے کہ زمین مال کی طرح اپنے بطن میں کئی تخلیق کے داپنے بطن میں تخلیق کر رہی ہے۔ ہم جب زمین کی تخلیقات کے پروسیس کے مطابق نشوو نمادے کر پیدا کرتی ہے۔ اس طرح زمین بھی بے شاریجوں کو الگ الگ تخلیق کر رہی ہے۔ ہم جب زمین کی تخلیقات کے اوپر غور کرتے ہیں توبیہ بات یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے کہ زمین دراصل کسی تخلیق کو مظہر بنانے کے لئے بنیادی مصالحہ فر اہم کرتی ہے۔ جس طرح کسی کھلونے کی ڈائی میں پلاٹ ڈال کر کھلو نا بنالیا جاتا ہے۔



ہر نیج ایک ڈائی ہے:

زمین کواللہ تعالیٰ نے یہ وصف بخشا ہے کہ وہ ہر ڈائی کے مطابق پیدائش عمل میں لے آتی ہے۔ جب ہم نے کے اوپر غور کرتے ہیں تو ہمارا شعور یہ جان لیتا ہے کہ ہر نے ایک ڈائی ہے۔ زمین کاوصف ہے کہ وہ جب کسی ڈائی کو استعال کرتی ہے تو اس ڈائی کو جتنا چاہے پھیلا دیتی ہے، جتنا چاہے سیٹر لیتی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا نے جورائی کے دانے سے بھی چھوٹا ہوتا ہے اس طرح وسعت دے دیتی ہے کہ وہ بہت بڑا در خت بن جاتا ہے۔ زمین کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ تین جھے پانی کی ترسیل اس طرح کرتی ہے کہ وہ پائی ڈائی کے مطابق خود کو ڈائی میں تحلیل کر دیتا ہے۔ پانی کاوصف ہے بہنا۔ اگر پانی کا بہاؤ ختم ہو جائے تو پانی سڑ جاتا ہے۔ اس میں بد بواور تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔

انسانی فطرت:

ہر انسان کے اندر تین جے پانی ہے۔ اس کامطلب یہ ہوا کہ انسان کی فطرت پانی کی فطرت کے مطابق ہے۔ جب تک انسان اپنی فطرت یعنی مسلسل حرکت میں وقت گزار تاہے وہ فطرت سے قریب رہتاہے اور جب کوئی فرداپنی فطرت یعنی حرکت سے انحراف کر تاہے تواس کے اوپر جمود طاری ہو جا تاہے اور جمود تعفیٰ بن جاتا ہے۔ زمین کے اندر زمین کے اوپر جتنے بھی طبقات ہیں، مثلاً اشجار، نباتات، معد نیات کی فطرت حرکت کے علاوہ پچھ نہیں ہے۔

روحانی جیالوجسٹ:

تصوف کے بارے میں عام طور پر کہاجا تاہے کہ یہ علم دنیا بیز ارلوگوں کا علم ہے۔ جو زمانہ کے سر دوگر مسے بیچنے کے لئے خود کو معاشر ہے ہے دور کر دیتے ہیں۔ ایسانہیں ہے کہ اہلی مشن پھیلانے کی ذمہ داری ان اہل تصوف حضرات وخوا تین کے سپر دکی گئی ہے جو جمود سے انحراف کرتے ہیں۔

دنیابیزاری اور جمود کے بارے میں شدومد سے تذکرہ ایک سازش ہے جس کے ذریعہ تصوف کوبدنام کیا گیا ہے۔ صوفی تو اتنافعال ہو تا ہے کہ ہر شخص اس کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔ صوفی شب بیدار ہو تا ہے، محنت مز دوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالٹا ہے، کاروبار کر تا ہے لیکن کاروبار میں قوانین کی پیروی کر تا ہے، معاشرہ میں رائج قوانین کا احترام کر تا ہے، پاک صاف رہتا ہے، اللہ کی مخلوق کی خدمت کر تا ہے، مخلوق سے محبت کر تا ہے، جبکہ پیروی کر تا ہے، معاشرہ میں رائج قوانین کا احترام کر تا ہے، پاک صاف رہتا ہے، اللہ کی مخلوق کو اپنے لئے ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔ پانچ وقت اللہ کے حضور حاضر ہونا، حاضر ہونے سے پہلے اہتمام کرنا، وکوع، سجود میں ادب کا خیال رکھنا، صحح دو پہر تک بچوں کے لئے معاش کے کام کرنا، بچوں کی تربیت کرنا، ان کو علوم سکھانا، قرابت داروں کے حقوق پورے کرنا، موت وزیت میں شریک ہونا، تزکیہ نفس کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا، کس طرح دنیا پیزاری ہو سکتی ہے۔ اسلام میں جب رہبانیت نہیں ہے تو مسلمان دنیا بیزار نہیں ہو سکتا، صوفی ہی صب وہ کام کرتا ہے جو عوام الناس کرتے ہیں۔ مگر فرق بیے کہ صوفی ہر عمل اور ہر کام اللہ کی معرفت کرتا ہے۔ صوفی سورۃ بقرہ کی پیروی کرتا ہے۔ اگر ایسانہیں ہے تو اس کا شار صوفیاء کے گروہ میں نہیں ہو تا۔



www.ksars.org

صلاحيتوں كا %:

اس وقت زمین پر چھ ارب آبادی ہے۔ یہ اس آبادی کا ذکر ہے جو زمین کا تیسر احصہ ہے۔ زمین پر آباد بستیوں اور شہر وں کو دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ آبادیاں اور شہر دراصل Valleys بیں کہیں گھاٹیاں ہیں اور Valleys چھوٹی ہیں اور کہیں بڑی ہیں، شال میں پہاڑ ہیں۔ جنوب میں گھاٹیاں کھلے میدان ہیں، ان گھاٹیوں اور کھلے میدانوں کو پہاڑوں سے دبایا گیاہے اور اطراف میں سمندر ہیں، سمندر کے اندر جزیرے ہیں اور یہ چھوٹے بڑے جزیرے ہی شہر وں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ جب کہ جو آبادی معلوم دنیا کہلاتی ہے آبادیاں اس کے علاوہ بھی ہیں۔

سائنس نے بہت ترقی کی ہے اور موجودہ ترقی پانچ سے دس فیصد تک انسانی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنی صلاحیتوں کا صرف دس فیصد استعال کر تاہے تو ہمارے لئے یہ لحمہ فکریہ ہے کہ نوے فیصد صلاحیتیں کیا ہیں؟اربوں سال میں انسان اس قابل ہواہے کہ وہ دس فیصد صلاحیتوں کا استعال کر ساتھے کہ نوائے نے کہ نوے فیصد چپی ہوئی صلاحیتیں اگر استعال کی جائیں تواس کے لئے کتناوت در کارہو گا؟

يانچ فيصد صلاحيت:

سائنس کے بقول انسان پانچ ارب سالوں میں انسانی صلاحیتوں کا پانچ سے دس فیصد تک استعال جان سکا ہے۔ اس ترقی کو کیسے ترقی کے عروج کا زمانہ کہا جاسکتا ہے؟

سائنس دان میہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں الی ایجادات ہو بھی ہیں۔ جن ایجادات کے فار مولوں سے آج کی سائنس ابھی تک واقف نہیں ہوئی ہے۔ آسانی کتابوں انجیل، توریت، زبور اور قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے توسب کتابیں میہ درس دیتی ہیں کہ انسان دورخوں سے مرکب ہے۔ ایک رخمادی جسم ہے اور دوسر ارخ روحانی جسم ہے۔ مادی جسم مال کے بطن میں آنے کے بعد بنتا ہے۔ اسی کو شعور کہتے ہیں۔ اور روحانی جسم، مال کے پیٹ میں آنے سے بہلے سے موجود ہے۔ اس کالا شعور سے تشبیبہ دی جاتی ہے۔

اگر انسان شعور میں رہتے ہوئے، ریسر چاور تلاش کر تاہے تووہ اربوں سال میں پانچ سے دس فیصد صلاحیتوں سے واقف ہو تاہے اور اگر انسان اپنی روح سے واقف ہو کر لاشعور میں ریسر چاور تلاش کر تاہے تواس کے اوپر قلیل عرصے میں باقی نوے فیصد صلاحیتیں بھی منکشف ہوسکتی ہیں۔ زمان اور مکان کے فار مولوں کا انکشاف اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم کاار شادہے:

"ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات کو قر آن میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیاہے۔"

(سورة سبابه آیت نمبر ۳)



www.ksars.org

مادي اور روحاني جسم

اس د نیامیں ہر آدمی ایک ریکارڈ ہے اور اس کی ساری زندگی فلم ہے۔ عالم ناسوت کاہر باسی ایک ڈرامہ ہے۔ ڈرامہ زندگی میں کام آنے والے کر داروں کو ایک جگہ جمع کر دیتا ہے ایسے کر دار جو کسی ایک شخص کی انفر ادی زندگی کو نمایاں کر دے اور اس کے ماحول میں جو پچھ ہے اسے منظر عام پر لے آئے۔

جب ہم ڈرامہ لکھتے ہیں تو ڈرامہ کلھتے ہیں تو ڈرامہ کے سارے کر دار ہمارے سامنے ہوتے ہیں اور جب ہم ڈرامہ دیکھتے ہیں توہم خو دان کر داروں میں کھوجاتے ہیں جن سے ہم ڈرامہ دیکھتے ہیں توہم خو دان کر داروں میں کھوجاتے ہیں جن سے ہم گزر چکے ہیں یا گزر رہے ہوتے ہیں۔ عمر رفتہ کے کسی بھی دور میں جب کوئی جھانگتا ہے توہر شخص کی کہانی ایک جیسی نظر آتی ہے۔ ہر آدمی مادی وجو د میں اس زمین پر قدم رکھتا ہے اور ہر شخص دھیرے دھیرے لمحہ بہ لمحہ مادی وجو دسے دور ہو تار ہتا ہے، مادی وجو دسے دور کی اپنی جگہ مسلم لیکن مادی وجو د جس بساط پر نمو دار ہو تاہے جس بساط پر آگے بڑھتا ہے اور جس بساط پر منظر سے خائب ہو جاتا ہے وہ سب کے لئے ایک ہے۔

ار تقاء:

ا بھی تک سائنسی دنیامیں کئی ایساعلم مظہر نہیں بناجو اس بات کی تشر سے کردے کہ بساط کیاہے؟ کوشش لو گوں نے بہت کی بساط پرسے پر دہ اٹھ جائے مگر پر دہ توجب اٹھے گاجب کہیں پر دہ ہو۔اگر کہیں کسی کو پر دے کے بارے میں کوئی خبر مل گئی ہے تو ہ خبر بھی خو دپر دہ ہے۔

نقاب رخ الٹ دیا جائے تو بڑی سے بڑی دانشورانہ بات ، ایک نہ سلیھنے والی گتھی ہے۔ اگر لاشعور اور ورائے لاشعور کی اصطلاحات کاسہارالے کر پچھ عرض کیا جائے تووہ پر دہ اٹھ جاتا ہے جس پر انسانی ارتقاء کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔

ارتقاء کیاہے؟

ار نقاء بیہ ہے کہ آدمی اپنی برائیوں، کمزور یوں اور کو تاہیوں کو چھپاتا ہے اور خود کو دوسروں سے اچھا ثابت کرنے کی کوشش کر تاہے۔

میں بھی کا ئنات کے کنبے کا ایک فرد ہوں وہ کنبہ جو زمین پر آباد ہے۔ مفت خوری جس کا طر وُ امتیاز ہے۔ پیدا کوئی کر تاہے۔ کہا جا تاہے ماں نے پیدا کیا ہے۔ کفالت کوئی کرتاہے کہ حجروں اور مدرسوں سے شعور ملا





ہے۔ آدمی زمین پر دندنا تا پھر تا ہے۔ زمین کو اپنے نو کیلے خنجروں سے چیر کر اس میں دانہ ڈالتا ہے اور زمین سے خراج وصول کر تا ہے۔ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ زمین کا بھی کوئی حق ہے۔

جس اللہ نے زمین دی، ایک پھوٹی کوڑی لئے بغیر پانی دیا، ضرورت سے زیادہ وافر مقدار میں ہوا دی۔ اس کا تذکرہ آبھی جائے توابیا لگتا ہے کہ بیکار بات کہی جارہی ہے۔ بڑا ہو، چھوٹا ہو، کم عقل ہو، دانشور ہو، غریب ہویا دولت کا پجاری قارون ہو۔ سب مفت خورے ہیں نہ صرف مفت خورے بلکہ احسان فراموش بھی ہیں۔

انسان ایک پتلا ہے پتلے میں خلاء ہے، خلاء میں کل پرزے ہیں۔ ہر کل دوسری کل سے جڑی ہوئی ہے اور ہر پرزہ دوسرے پرزے میں پیوست ہے۔
اس طرح کہ کہیں بھی کوئی حرکت ہو توسارے کل پرزے متحرک ہوجاتے ہیں۔ کل پرزوں سے بنی مشین کوچلانے کے لئے پتلے میں چابی بھر دی گئ
تو پتلا چلنے پھرنے لگا۔ چلنے پھرنے، اچھلنے کو دنے اور محسوس کرنے کے عمل سے پتلے میں "میں" پیدا ہو گئ۔ 'میں" جانتی ہے کہ چابی ختم ہوجائے گا
"میں "کا وجو د عدم ہوجائے گا اور پتلا باقی رہ جائے گا۔

لوگ اس "میں "کوایک فردمانتے ہیں۔"میں "کوایک ہستی تسلیم کرتے ہیں۔ ذات ،انااور ہستی کیوں ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ عجب تما ثناہے کہ "میں " بھی خود کو نہیں جانتی۔ جب کوئی بندہ خود کو فرد کے روپ میں دیکھتا ہے تو ظاہر الوجود نظر آتا ہے اور جب بندہ خود کوہڈیوں، پٹھوں اور کھال میں منڈھے ہوئے صندوق کے اندر تلاش کرتا ہے تواپنی ذات نظر نہیں آتی۔

عالم ایک نہیں ہے بے شار عالمین ہیں اور ان عالمین میں لا کھوں کہ شائیں ہیں۔ ایبالگتا ہے کہ ساری کا نئات Sparking کا مسلسل اور متواتر عمل ہے۔ لیز رہیم سے بھی زیادہ لطیف روشنی میں کا نئات بندھی ہوئی ہے اور اس کا نئات میں وہ کچھ ہے جسے ظاہر وجود کی آئکھ نہیں دیکھ سکتی۔ شعور ادراک نہیں کر سکتا، عقل کی وہاں تک رسائی نہیں۔ کسی نے دیکھنے کادعویٰ بھی کیاتووہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔

باطن الوجود فاهر الوجود:

ہر شخص کی اصل باطن الوجود ہے اور ظاہر الوجود باطن الوجود کا عکس یا فوٹو اسٹیٹ کا پی ہے۔ میں اس وقت "میں "ہوں۔ جب زمین پر موجود ہوں لیکن چیرت کی بات ہے کہ زمین بھی ایک نہیں ہے۔ زمین بھی ظاہر الوجود اور باطن الوجود کے غلاف میں بند ہے۔ زمین جب ظاہر الوجود ہے تو شخوس ہے اور زمین کا باطن الوجود دروشنی ہے۔ اور روشنی پرت در پرت شخوس ہے اور زمین کا باطن الوجود روشنی ہے۔ اور روشنی پرت در پرت نور ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔ اللہ ساوات اور زمین کی روشنی ہے۔





www.ksars.org

يہاڑ اُڑتے ہیں:

افراد کی طرح زمین بھی عقل و شعور رکھتی ہے۔ زمین جانتی ہے کہ انار کے درخت میں امر ود نہیں لگتا اور امر ود کے درخت میں انار نہیں لگتے۔ وہ مٹھاس، کھٹاس، تلخ اور شیریں سے بھی واقف ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ کانٹے بھرے پودے میں پھول زیادہ حسین لگتا ہے۔ کانٹوں کے بغیر پودے میں کتنا بی خوش رنگ پھول ہو، پھول میں کتنے ہی رنگوں کا امتزاج ہو لیکن پھول کی قیمت وہ نہیں جو کانٹوں کے ساتھ لگے ہوئے پھول کی ہے۔ زمین اس بات کا علم بھی رکھتی ہے کہ اس کی کو کھ میں قتم تھے بیجوں کی نشوو نماہوتی ہے۔ زمین جہاں بیشار رنگوں سے مزین پھول پیدا کرتی ہے تلخو شیریں پھل اگاتی ہے۔ پرندوں، چوپایوں کی تخلیق کرتی ہے وہاں اپنی حرکت کو متوازن رکھنے کے لئے پہاڑ بھی بناتی ہے لیکن بیر میلوں میل طویل اور آسانوں سے با تیں کرتے ہوئے باند وبالا پہاڑ جب ظاہر الوجو دمیں نظر آتے ہیں توزمین پرجے ہوئے نظر آتے ہیں اور جب پہاڑوں کا باطن الوجو د نظر آتا ہے تو پہاڑ اڑتے ہوئے بادل دکھائی دیتے ہیں۔

"تم كمان كرتے ہوكہ بہاڑ جے ہوئے ہيں حالا مكه بہاڑ بادلوں كى طرح اڑرہے ہيں۔"

(سورة نمل آیت نمبر ۸۸)

آدم زاد نہیں تھاتب بھی زمین تھی۔ آدم زاد نہیں ہو گاتب بھی زمین رہے گی۔ ظاہر الوجو دایک ذرہ تھا۔ ذرے میں دوسرا ذرہ شامل ہوا توایک سے دو ذرات ہوئے اور ذرات کی تعداد اتنی بڑھی کہ ایک وجو دبن گیا۔

قلندر دوحروف جانتاہے اور وہ دوحروف یہ ہیں:

کوئی نہیں۔۔۔۔ کبھی نہیں

دانشور، سائنس دان، علامه، مفتى، مشائح كهتے ہيں دولفظ ہيں:

نفی۔۔۔۔۔اثبات

تصوف بتا تاہے کہ اثبات نہیں صرف نفی ہی مادے کی اصل ہے۔

تجزيية

ہمارے سامنے مٹی کا ایک ڈھیلا ہے اس کاوزن دو کلو ہے۔ اس دو کلووزنی ڈھیلے کو کسی آدمی کی کمر پر ماراجائے تو چوٹ گئے گی۔ مٹی کے ڈھیلے کو پیس کر آٹے کی طرح کرلیں توہوامیں اڑ جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ دو کلووزن کدھر گیا؟



کیااس پسے ہوئے ڈھیلے کے ذرات کوکسی کی کمر پر ماراجائے تو چوٹ لگے گی؟ تجربہ شاہدہے کہ چوٹ نہیں لگے گی۔ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ مٹی کے ڈھیلے کو کتناہی پیس لیاجائے ذرات موجو درہیں گے اور کسی طریقے پر ان ذرات کو پھر جمادیا جائے اور کسی آدمی کی پشت پر ماراجائے توچوٹ لگے گی۔

حقیقت بیر منکشف ہوئی کہ بہت زیادہ ذرات کا جمع ہونا۔ ایک دوسرے میں پیوست ہو جانا یا باہم دیگر ہم آغوش ہو جانا کشش ثقل یعنی اثبات (ظاہر الوجود) ہے۔ ظاہر الوجود تورہے گا مگر ظاہر الوجود کی اصل فناہے۔ قلندرجب فنائیت کا ذکر کرتا ہے تووہ ظاہر الوجود کی نفی کرتا ہے۔ کیوں نفی کرتا ہے اس لئے کہ اس کی نظر باطن الوجو د کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتی۔

قلندر جزودوحرف لااله يجه نهيس ركهتا

فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

جیسے جیسے نفی کاعمل بڑھتاہے ظاہر الوجو د انسان باطن الوجو د انسان میں داخل ہو تار ہتاہے۔جب کوئی انسان باطن الوجو دبن جاتاہے اور خو د کو باطن الوجو دمیں دیچے لیتا ہے تومادی دنیا سے نکل کرنور کی دنیامیں داخل ہو جاتا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ آدم برادری کا ہر فرد روح اور جسم (مادہ) کا مجموعہ ہے۔ آدم زاد کے اندر تین جصے پانی ہر وقت جسم کی کار کر دگی کو بحال رکھتا ہے۔ شریانوں، وریدوں میں خون دور کر تار ہتا ہے۔ تجھیچھڑوں کا پھیلنا اور سکڑنا بھی ہوااور آئسیجن کے اوپر قائم ہے۔ جس زمین پر آدم رہتا ہے، چلتا پھر تاہے مکر و فریب کی دنیابسا تاہے ، کبر و نخوت سے اس کی گر دن اونٹ کا کوہان بنی رہتی ہے۔ جس دھرتی کی کو کھ سے وسائل پیدا ہوتے ہیں اور جو د هرتی آدم زاد کواس کی تمام تررعونت اور تعفن کے ساتھ اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے وہ بھی مادیت ہے۔

اس کے برعکس روح لطیف ہے، پاکیزہ ہے اور عالم قدس سے ہم رشتہ ہے۔ تجلی اسے فیڈ کرتی ہے۔ روح اللہ کی محبت اور قربت سے توانار ہتی ہے۔ جس طرح جسم مادی غذانہ ہونے سے کمزور ہو جاتا ہے اس طرح اگر روح کو قرب الہی حاصل نہ ہو تووہ ضعیف ہو جاتی ہے۔

ماده اور روح هم رشته ہیں:

سمندر سے موجیں اٹھتی ہیں اور ساحل سے ٹکر اکر واپس سمندر میں چلی جاتی ہیں۔ یہ کیوں ہو تاہے؟ اور موجوں کی بے قراری اور کروٹ کروٹ بے تانی کاراز کیاہے؟

موج جب اپنی اصل سمندر سے دور ہوتی ہے تواس کے اوپر دوری کا احساس غالب آ جاتا ہے۔ وہ بار بار ساحل سے اس لئے سر گراتی ہے کہ اسے فراق کی گھڑیاں قیامت لگتی ہیں۔سمندر جوش و جلال اور عظمت سے جب وہ اپنی حیثیت کا مظاہر ہ کر تاہے تواونچی اونچی لہریں اس کے باطن سے باہر





آ جاتی ہیں اور ساحل پر اپنی پیشانی ر کھ دیتی ہیں۔عظمت و جلال کا مظاہر ہ انہیں اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ سجدہ میں گر جائیں۔لہریں جیسے ہی ساحل پر جبین نیازر کھتی ہیں،سمندر دوبارہ اسے اپنی آغوش میں لے لیتا ہے، یہاں تک کہ لہر اور سمندر ایک ہوجاتے ہیں۔

پانی ذرہ ذرہ ہو کر جب اپنی نفی کر دیتا ہے تو اسے ہوا خلاء میں اچھال دیتی ہے۔ خلاء جب فنائیت کی لطافت سے معمور ہوجا تا ہے اور اسے سکون کا ایک ابدی لمحہ میسر آجا تا ہے تو یہ ساری لطافت یہ ساراترشج ،یہ ساری نمی بادل کے روپ میں خود کو منتقل کر دیتی ہے۔ بادل کے بڑے مشکیزے قافلہ در قافلہ کارواں در کارواں اڑتے ہوئے شال سے جنوب اور جنوب سے شال مشرق اور مغرب سے مشرق میں محوسفر ہوجاتے ہیں۔ جہاں ان کا قیام ہو تا ہے وہاں حرکت منجمد ہوجاتی ہے اور جمود اپنے وجود کو گھہر اہوا دیکھتا ہے تو وہ سورج سے معاونت چاہتا ہے۔ سورج جب بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکھری ہوئی چاندنی کو گہر کی آئکھوں سے دیکھتا ہے تو سورج کے نکلنے والی شعاعیں اس وجود کوریزہ کر دیتی ہیں۔ یہ ریزہ جمود سیال بن کراعلی سے نشیب کی طرف چشموں ، آبشاروں ، ندی نالوں میں سیل بے کر ان کی طرح رواں دواں ہوجا تا ہے اور اپنی اصل سمندر سے جاماتا ہے۔ یہ سب کیوں ہو تا ہے ؟اس لئے کہ سمندر سے نکام واپانی کا ایک ایک قطرہ اپنی اصل سمندر سے دشتہ قائم رکھنا چاہتا ہے۔

کسی بھی درخت کا بچ پیند نہیں کرتا کہ وہ اس طرح فناہو جائے کہ موت اس کے مستقبل کو کھا جائے-ہر نچ اپنے اندر تناور درخت کی حفاظت کرتا ہے-خود فناکالباس پہن کر درخت کے وجو د کو قائم رکھتاہے-یہ کیوں ہور ہاہے ؟-----اس لیے کہ نیج اپنی اصل سے رشتہ قائم رکھنا چاہتاہے--

حرکت ہر وقت حرکت ہے۔ یہ حرکت پہاڑوں کوبڑے بڑے تودوں کو چھوٹے چھوٹے پتھر وں میں چھوٹے پتھر وں کو کرش اور کرش کو بجری میں، بجری کوریت میں کیوں تبدیل کرتی رہتی ہے؟اس لئے کہ پہاڑوں، کوہساروں اور ریت کے ذرات میں قدر مشترک ختم نہ ہو۔

آدم زادنے تصوف کو نظر انداز کر کے جب روح سے اپنار شتہ توڑلیا۔ سیم وزرکی فراوانی اور عیش وعشرت کوسب کچھ جان لیاتو۔۔۔۔۔روح کی بے قراری میں اضافہ ہو گیا۔ اس لئے کہ روح جانتی ہے کہ صرف مادیت کاخول روح کی غذا کوزہریلا کر دیتا ہے۔ جیسے جیسے روح سے آدم زاد کار شتہ کمزور ہو تاہے وہ خالق اکبرکی محبت سے دور ہو تار ہتاہے۔

زروجوابر:

د نیامیں جنگ و جدال، خون ریزی، نفرت و حقارت اور بھیانک موت کی تاریکی اس لئے بھیل گئی ہے کہ آدم برادری کی روح بے قرار اور بے چین ہے۔اسے سکون اس لئے نہیں ہے کہ اشر ف المخلو قات آدم در ندہ بن گیا ہے۔زر وجو اہر کواہمیت دیتا ہے لیکن جس زر وجو اہر کے ذخائر آدم کو منتقل کر دیئے ہیں اس سے صرف لفظی تعلق رکھتا ہے۔





اعداد وشار بتاتے ہیں کہ ان ممالک میں جہال دولت کی فراوانی ہے آسائش و آرام کی اتن سہولت ہے کہ لوگ سوچتے ہیں کہ اب ہم کس زاویہ سے آسائش حاصل کریں۔۔۔وہاں ہر شہر کے ہر ہپتال میں آدھی سے زیادہ آبادی دماغی مریض ہے۔ ہپتالوں میں نصف سے زیادہ بستر دماغی مریضوں کے لئے مخصوص ہیں۔وہاں کا کروڑ پتی تاجر سب کچھ خرید سکتاہے لیکن اسے سکون میسر نہیں ہے۔اس کے اندر ایک ختم نہ ہونے والی بے چینی اسے کل چین نہیں لینے دیتی۔۔۔وہ دبیز قالینوں پر فانوسوں کے نیچے ٹہلتاہے اور سوچتاہے کہ میرے پاس سب پچھ ہے لیکن میں بے چین اور پریشان کیوں ہوں؟

انسان بے سکون کیوں ہے؟

احيان وتصوف

زر پرست لوگوں کو کون بتائے کہ وہ اس لئے پریشان ہیں کہ ان کے اندر ایک ہستی ہے جس نے ان کے وجود کوسہارادیا ہوا ہے۔ زندہ ہیں۔ وہ ہستی کون ہے؟ وہ ہستی ان کی روح ہے۔ اور روح اللہ سے محبت چاہتی ہے۔ جب تک روح کو محبت میسر نہیں آئے گی آدم زاد سب کچھ ہوتے ہوئے بے چین رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آدم زاد کامادی وجود"روح"کے تابع ہے۔ روح مادی وجود کے تابع نہیں ہے۔

آج کامسلمان جوایمان سے خالی دامن ہے جس کے قول و فعل میں تضاد ہے ، جو جھوٹ کو بچے اور سر اب کو حقیقت سمجھ بیٹیا ہے جس کے اندر منافقت ، بغض ، کینے ، تعصب ، نفرت اور درندگی نے بسیر اکر لیاہے ، جو گریباں چاک افسر دہ چہرہ اور گدلی آئکھوں والی تصویر بن گیا، کہتا ہے کہ مجھے سکون نہیں ہے ، قرار نہیں ہے۔

وہ پوچھتاہے کہ

میں اس بے چینی ہے کس طرح نجات حاصل کروں؟

انسان!اس لئے بے چین ہے کہ منافقت اور مکر اس کی زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ جیسے جیسے وہ مکر و فریب سے قریب ہور ہاہے۔۔۔۔۔اللہ کی محبت اور قربت سے دور ہور ہاہے۔

انسان جب اپنی منافقت پرسے پر دہ اٹھائے گا۔۔۔۔۔تواسے اپناچرہ بھیانک نظر آئے گا۔

ماحول زہر آلو دہو گاتوانسان کیوں بیار نہیں ہونگے۔جب اللہ اور اس کی مخلوق سے محبت ہمارے اندر نہیں ہوگی توہم کبھی خوش نہیں رہیں گے۔

خوش نہیں ہو نگے تو سکون نہیں ملے گا۔۔۔۔۔



www.ksars.or

وسوسول سے آزاد دنیا

روحانی اسکول اور روحانی کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ غیب کی دنیا میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر اس دنیا کی موجودگی کا یقین ہو۔ یقین ہونا اس لئے بچھ جاتی ہے کہ ہمار ایقین ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ جس وقت، جس لمحے اور جس آن زندگی سے بانی پینے سے بیاس بچھ جاتی ہے۔ ہم زندہ اس لئے ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ جس وقت، جس لمحے اور جس آن زندگی سے متعلق یقین ٹوٹ جاتا ہے، آدمی مر جاتا ہے، کسی آدمی کے ذہن میں بیبات آ جائے اور یقین کا درجہ حاصل کرلے کہ اگر میں گھرسے جاؤں گاتو میر ا

جنت كادماغ _ دوزخ كادماغ:

انسان کے اوپر دوو ماغ کام کرتے ہیں۔ایک دماغ، فرمانبر داری کادماغ جو جنت کادماغ ہے جس کے ذریعہ آدم جنت میں رہتے تھے۔

دوسرادماغ جونافرمانی کے بعد وجو دمیں آیا۔

جنت كا دماغ = يقين اور فرمانبر دارى كا دماغ

نا فرمانی کا دماغ = شیطان کے وسوسوں کی آماجگاہ،اس دماغ میں انسان وسوسوں اور شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

"پھر شیطان نے دونوں کو پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں سے ان کو نکلوا دیا۔ تو شیطان دونوں کو بھٹکانے لگا تا کہ ان کی ستر کی چیزیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں، بے پر دہ ہو جائیں۔ اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے پر ورد گارنے اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ، تم زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ، اور ان سے (شیطان نے) قتم کھاکر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔ غرض مر دود نے دھوکا دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا۔ جب وہ اس درخت کے قریب چلے گئے تو ان کی سترکی چیزیں ان سے بے پر دہ ہو گئیں۔

"اور ہم نے آدم سے پہلے عہد لیاتھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر و ثبات نہ دیکھا تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیااور کہا آدم کیا میں تم کو ایسادر خت بتاؤں جو ہمیشہ کی زندگی کا ثمر ہ دے اور ایسی باد شاہت دے جو مجھی ختم نہ ہو۔"

(سورهٔ اعراف۔ آیت نمبر ۲۰)

آدم نے شجر ممنوعہ کے قریب جاکریہ محسوس کیا کہ میرے جسم پرلباس نہیں ہے اور اسے ستر پوشی کرناپڑی۔





ان محسوسات کے نتیج میں جنت نے آدم علیہ السلام کور دکر دیااور آدم علیہ السلام کوزمین پر چینک دیا گیا۔

تصوف کے اسباق:

تصوف میں جتنے اسباق اوراد ، و ظا نف ، اعمال واشغال اور مشقیں کر ائی جاتی ہیں ، ان سب کا منشاء یہ ہے کہ آ دم کے لئے جنت کا حصول ممکن ہو جائے۔

الله تعالى نے آدم كو تين علوم سكھائے ہيں۔

ا)خالق اور کائنات کا تعارف

۲) مخلو قات

۳)خود آگاہی

الله تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ہر چیز جوڑے جوڑے بنائی ہے۔ اس طرح ہر علم میں دورخ ہیں اور تین علوم میں چھ رخ ہیں۔ ان چھ رخوں یا چھ دائروں کو نصوف میں لطائف ستہ (Six Generators) کتے ہیں۔

۱)نفس۔۔۔۔جزیٹر

۲) قلب ---- جزيثر

٣)روح----جزيثر

۴) سر۔۔۔۔جزیٹر

۵)خفی۔۔۔۔جزیٹر

۲)اخفیٰ۔۔۔۔جزیٹر

نفس اور قلب۔۔۔۔۔دوح حیوانی ہے۔

روح اور سر۔۔۔۔۔۔روح انسانی ہے۔

خفی اور انحفیٰ۔۔۔۔۔۔روح اعظم ہے۔



روح حيواني:

روح حیوانی ان خیالات و احساسات کا مجموعہ ہے جس کو بیداری کہا جاتا ہے۔ آب وگل کی اس دنیا میں آدمی خود کو ہر قدم پر (Force of) میں پابند محسوس کر تاہے۔ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، شادی بیاہ اور دنیاوی سارے کام روح حیوانی کرتی ہے۔ روح انسانی زندگی گزارنے کے تقاضے فر اہم کرتی ہے اور ہمیں اطلاع فر اہم کرتی ہے کہ اس وقت غذاکی ضرورت ہے اور اب پانی کی ضرورت ہے۔ ہم ان تقاضوں کا نام بھوک، پیاس وغیر ہر کھتے ہیں۔

روح انسانی:

بچوں کی پیدائش کا تعلق روح حیوانی سے ہے لیکن مال کے دل میں بچوں کی محبت، بچوں کی پرورش، اچھی تربیت کار جھان روح انسانی سے منتقل ہو تا ہے۔جب انسان سو تاہے تو دراصل روح حیوانی سوتی ہے۔ جیسے ہی روح حیوانی سوتی ہے۔ روح انسانی بیدار ہو جاتی ہے۔

روح انسانی کے لئے ٹائم اور اسپیس رکاوٹ نہیں بنتے یعنی جب ہم روح انسانی میں زندگی گزارتے ہیں تو ہز اروں میل کاسفر کرنااور ہز اروں میل کے فاصلے پر کوئی چیز دیکھے لینااور مرہے ہوئے لوگوں کی روحوں سے ملا قات کرناہمارے لئے ممکن ہے۔

روح حیوانی کے ساتھ ہم ہر قدم پر مجبور اور پابند ہیں جب کہ روح انسانی ہمارے اوپر آزادی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔روح حیوانی کے حواس میں ہم دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے۔ہماری آئکھوں کے سامنے باریک سے باریک کاغذ بھی رکھ دیا جائے تو ہمیں نظر نہیں آتا۔اس کے برعکس روح انسانی میں ہمارے حواس اسنے طاقت ور ہوتے ہیں کہ ہم زمین کی حدود سے باہر دیکھ لیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سور دُر حمٰن میں فرمایا ہے:

"اے گروہ جنات اور انسان! تم زمین اور آسان کے کناروں سے نکل کر دکھاؤتم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔"

(سورهٔ رحمٰن۔ آیت نمبر ۳۳)

تصوف میں سلطان کا ترجمہ "روح انسانی" ہے۔ یعنی انسان کے اندر جب روح انسانی کے حواس کام کرنے لگتے ہیں تووہ زمین و آسان کے کناروں سے نکل جاتا ہے۔ نکل جاتا ہے۔

روز مرہ کامشاہدہ ہے کہ ہم جب پوری توجہ کے ساتھ کسی طرف متوجہ ہوتے ہیں توباتی باتیں عالم بے خیالی میں چلی جاتی ہیں۔ کسی ایک بات پر ہماری توجہ مستقل مرکوزرہے تووہ بات پوری ہو جاتی ہے مثلاً ہم کسی دوست یار شتہ دار کے بارے میں سوچتے ہیں اور اس طرح سوچتے ہیں کہ ہماراذ ہن ہر طرف سے ہٹ کراس کی شخصیت میں جذب ہو جائے تو دوست سے ملا قات ہو جاتی ہے۔





روحِ اعظم:

روح اعظم میں وہ علوم مخفی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مجلی، مشیئت اور حکمت سے متعلق ہیں۔روح اعظم سے واقف بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات کاعارف ہو تاہے۔ یہی برگزیدہ بندے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میر ابندہ اپنی اطاعتوں سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے قربت غیب کی دنیامیں داخل ہوئے بغیر ممکن نہیں، غیب کے عالم میں داخل ہونایاز مان و مکان سے ماوراء کسی چیز کو دیکھنااس وقت ممکن ہے جب آدمی زمان و مکان سے آزاد ہونے کے طریقے سے واقف ہو۔

مثال:

ہم کسی ایسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں جو اتنی دلچیپ ہے کہ ہم ماحول سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ کتاب ختم کرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کئی گھنٹے گزر گئے ہیں اور ہمیں وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا تو بڑی جیرت ہوتی ہے کہ اتنا طویل وقت کیسے گزر گیا اسی طرح جب ہم سو جاتے ہیں تو وقت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشادہ:

" ہم داخل کرتے ہیں رات کو دن میں اور داخل کرتے ہیں دن کورات میں۔" (سورہ الحدید – آیت 6)

دوسری جگه ارشاد ہے:

''ہم نکالتے ہیں رات کو دن میں سے اور دن کو رات میں سے۔''

(سورة آل عمران - آیت نمبر ۲۷)

تیسری جگه ارشاد ہے:

" ہم اد هير ليتے ہيں رات پر سے دن كو اور دن پر سے رات كو۔"

(سورة جج_ آیت نمبر۲۱)



دیکھنے کی طرزیں:

ہم جب قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں اس آئینہ میں اپنی صورت نظر آتی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ آئینہ دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ہم آئینہ نہیں دیکھ رہے آئینہ کے اندر جذب کیا اور اپنے اندر جذب کہا ور اپنے اندر جذب کیا اور اپنے اندر جذب کر ہمارا عکس اپنے اندر جذب کیا اور اپنے اندر جذب کرکے منعکس نہ کرے تو ہم آئینہ نہیں دیکھ کرکے منعکس نہ کرے تو ہم آئینہ نہیں دیکھ سکتے۔

پہلے آئینہ نے ہماری تصویر دیکھ کر اپنے اندر جذب کی پھر ہم نے اپنی تصویر دیکھی۔ یعنی ہم آئینہ نہیں بلکہ آئینہ کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہی صورت زندگی کے تمام اعمال وحرکات کی ہے۔

ہر انسان اپنے ذہن کو آئینہ نصور کرے تو دیکھنے کی براہ راست طر زیہ ہو گی کہ کوئی بھی صورت یا شئے پہلے ہمارے ذہن نے دیکھی۔ پھر ہم نے دیکھا یعنی ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں اپنے ذہن کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔

یانی سے بھراہواگلاس:

ہمارے سامنے ایک گلاس ہے۔ اس میں پانی بھر اہوا ہے اور ہم گلاس دیکھ رہے ہیں۔ تصوف میں اس دیکھنے کو فکشن کہتے ہیں۔ صحیح طرز کلام میہ ہے کہ ذہن کی اسکرین پر نگاہ کے ذریعے گلاس کاعکس اور پانی کی ماہیئت ہمارے لاشعور نے قبول کی۔ یعنی پانی اور گلاس کاپوراپوراعکس اپنے علم اور اپنی ماہیئت کے ساتھ ہمارے اندر کی آنکھ نے محسوس کیا اور دیکھا۔

انسان کی نگاہ پہلے کسی چیز کے عکس کو ذہن کی اسکرین پر منتقل کرتی ہے اس کے بعد ہی ہم اس چیز کو دیکھتے ہیں۔

دیکھنے کی ایک طرز ہیہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی چیز رکھی ہوئی ہے اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ ایک دیکھنا ہیہ کہ سامنے رکھی ہوئی چیز کاعکس ہمارے لاشعور پر نقش ہور ہاہے اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ یعنی ہم اپنی روح کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔

اندهی آنکه:

انسان جب مرجاتا ہے اس کے وجود میں آئکھ اور آئکھ کی تبلی موجو در ہتی ہے لیکن اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ صورت موت کے علاوہ عام زندگی میں بھی پیش آتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی اندھا ہو گیا اس کے سامنے ساری چیزیں رکھی ہوئی ہیں لیکن اسے کچھ نظر نہیں آرہا۔ اس لئے نظر نہیں آرہا کہ جو چیز دیکھنے کامیڈیم بنی ہوئی تھی وہ موجو د نہیں رہی یعنی آئکھنے کسی چیز دیکھنے کامیڈیم بنی ہوئی تھی وہ موجو د نہیں رہی یعنی آئکھنے کسی چیز دیکھنے کامیڈیم بنی ہوئی تھی وہ موجو د نہیں رہی یعنی آئکھنے کسی چیز کا عکس ذہن پر منتقل نہیں کیا۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آئکھیں ٹھیک



www.ksars.org

ہوتی ہیں لیکن دماغ کے سیل (Cell) جو انسان کے اندر حسیات (Senses) پیدا کرتے ہیں یا وہ سیلز (Cells) جو نگاہ کا ذریعہ بن کر تصویری خدوخال کو ظاہر کرتے ہیں معطل ہو جاتے ہیں۔ایسی صورت میں انسان دیکھ سکتا ہے نہ محسوس کر سکتا ہے۔

آدمی کو چیونٹی کاٹتی ہے۔ اس نے چیونٹی کو دیکھانہیں ہے۔ لیکن وہ چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ مفہوم ہیہ ہے کہ آدمی کے اندروہ حس جو کسی بھی طریقے سے علم بنتی ہے اس نے دماغ کوبتادیا کہ کسی چیز نے کاٹا ہے۔

انسان کوسب سے پہلے جس چیز کاعلم حاصل ہو تاہے خواہ لمس کے ذریعے ہو، خواہ شامہ کے ذریعے ہو، خواہ ساعت کے ذریعے ہو، خواہ بصارت کے ذریعے ہو، خواہ بسات کا پہلا در جہ ہے۔ کہی چیز کو سننا سننے کے بعد مفہوم اخذ کرنا۔ یہ احساس کا دوسر ادر جہ ہے۔ پہلی مرتبہ علم حاصل ہونا احساس کا پہلا در جہ ہے۔ دیکھنا احساس کا دوسر ادر جہ ہے۔ سننا احساس کا تیسر ادر جہ ہے۔ کسی چیز کوسونگھ کر اس کی خوشبو یا بد بومحسوس کرنا احساس کا چوتھا در جہ ہے۔ اور چھونا احساس کا پانچوال در جہ ہے۔

بھوک پیاس کیا ہے ایک آدمی کو پیاس لگی۔ پیاس ایک نقاضہ ہے۔ پیاس کے نقاضے کو پورا کرنے کے لئے حواس ہماری راہنمائی کرتے ہیں کہ پانی گرم ہے۔ پانی ٹھنڈا ہے۔ پانی کڑواہے یا پانی میٹھاہے۔

پیاس کے نقاضے میں جو مقد اریں کام کر رہی ہیں وہ بھوک کے نقاضے میں نہیں ہیں اس لئے صرف پانی پی کر بھوک کا نقاضہ رفع نہیں ہو تا۔ بھوک کے اندر جو مقد اریں کام کر رہی ہیں اس کی اپنی الگ ایک حیثیت ہے یہی وجہ ہے کہ صرف کچھ کھا کرپیاس کا نقاضہ پورانہیں ہو تا۔

حواس میں اشتر اک:

جب تک آدمی انسان اور حیوانات کے اجتماعی جذبات کے دائرے میں رہتا ہے اس وقت تک اس کی حیثیت دوسرے حیوانات سے الگ نہیں ہے اور جب ان جذبات کووہ انسانی جذبات کے ذریعے سمجھتا ہے اور جذبات کی سمجیل میں انسانی حواس کاسہارالیتا ہے تووہ حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

جذبات اور حواس کااشتر اک انسانوں کی طرح حیوانات مین بھی ہے مگر فرق ہے ہے کہ ایک بکری یا ایک گائے حواس میں معنی نہیں پہنا سکتی۔اس کا علم زندگی کو قائم رکھنے کی ضروریات پوری کرنے تک محدود ہے۔وہ صرف اتناجا نتی ہے کہ پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے۔ پتے کھانے سے بھوک رفع ہوتی ہے۔ اس بات سے اسے کوئی غرض نہیں کہ پانی کس کا ہے۔اس کے برعکس انسان کے اندر جب نقاضہ ابھر تاہے تووہ حواس کے ذریعہ اس بات کو سمجھتا ہے کہ نقاضاکس طرح پوراکیاجا تاہے۔

چو نکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے حواس کاعلم عطاکر دیاہے اس لئے انسان دوسری مخلوق کے مقابلے میں ممتاز ہو گیا اوریہ ممتاز ہونا ہی مکلف ہونا ہے۔ زندگی قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں تقاضے کیساں ہیں۔ آدمی کو بھوک گئی ہے اور بکری اور طوطے کو بھی بھوک گئی ہے۔ پیاس





آدمی کو بھی لگتی ہے پیاس دوسرے حیوانات کو بھی لگتی ہے۔ دونوں بھوک اور پیاس کا تقاضہ پورا کرتے ہیں لیکن انسان تقاضوں اور حواس کی تعریف سے واقف ہے بیہ و قوف ہی انسان کو شرف کے در جہ پر فائز کرتا ہے۔

جذبات کس طرح پیدا ہوتے ہیں:

تصوف میں پڑھایاجا تاہے کہ حواس اور جذبات کس طرح بنتے ہیں؟ یہ علم حاصل کرکے صوفی حواس کے قانون سے واقف ہو جاتا ہے۔

انسان تقریباً ۱۲ کھرب کل پُرزوں سے بنی ہوئی مثین ہے۔ پچھ پرزے حواس بناتے ہیں۔ پچھ پرزے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ پچھ پرزے جذبات کی مثین میں کل پرزوں سے واقف ہواور جان لے کہ اس کے اندر نصب شدہ مثین میں کل پرزے کس طرح فٹ ہیں اور ان کی کار کر دگی کیا ہے۔

بکری کے اندر بیہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ حواس بنانے کی مشین یا حواس بنانے کے کل پر زوں کو سمجھ سکے۔اگر انسان اپنے اندر نصب شدہ مشین کو نہیں سمجھتااور یہ نہیں جانتا کہ اس کے اندر نصب شدہ مشین کا ئنات ہے ہم رشتہ ہے۔

تواس کی حیثیت بکری سے زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ بھوک بکری اور بلی دونوں کو لگتی ہے۔ کتیا بھی اولاد کی پرورش کرتی ہے، اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے بالکل اس ہی کرتی ہے۔ پیاس چوہے اور بھیڑ دونوں کو لگتی ہے۔ جبلی طور پر ایک آدمی اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے، اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے بالکل اس ہی طرح بکری بھی اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے، دودھ پلاتی ہے اور زندگی گزار نے کے لئے تمام ضروری باتوں سے بچوں کی تربیت کرتی ہے۔ اگر کوئی آدمی سب بچھ وہی کام کرتا ہے جو بکری کرتی ہے تواس کی حیثیت بکری کے برابر ہے۔ اسے بکری سے افضل قرار نہیں دیا جاسکتا۔



www.ksars.or

نبينداور بيداري

علم حضوری اور علم حصولی کی مختصر تحریف کے بعد یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ روح کو سمجھنے، جاننے اور پیچاننے کے لئے اگر کوئی معتبر اور حقیقی ذریعہ ہے تو وہ دعلم حصولی سے روح کو سمجھنا چاہتا ہے تو وہ عقلی اور منطقی ہے تو وہ دعلم حضوری"ہے۔ صرف علم حصولی سے روح کا سراغ نہیں ملتا۔ اگر کوئی آدمی علم حصولی سے روح کو سمجھنا چاہتا ہے تو وہ عقلی اور منطقی دلیوں میں الجھ کر راستہ بھٹک جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی فکر کے مطابق روح کے بارے میں قیاس آرائیاں کر تاہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ انسان پہلے بندر تھا۔ کسی نے کہا انسان سورج کا بیٹا ہے۔ کوئی انسان کی تخلیق کو مجھل کی تخلیق کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور زیادہ سوجھ بوجھ کے لوگ جب انہیں روح کے بارے میں کوئی حقیقی بات معلوم نہیں ہوتی تو روح سے قطع نظر کر کے مادی زندگی کو سب پچھ سمجھے لیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس بندے نے بھی علم حصولی کے ذریعے روح کو سمجھنا چاہا وہ حقیقی اور حتمی نتیجے تک نہیں پہنچا اور جس اللہ کے بندے نے علم حضوری کے ذریعے روح تک رسائی حاصل کی اس کے اندر سے شک اور وسوسے ختم ہو گئے۔ اور یہ بات اس کا یقین بن گئی کہ گوشت پوست کا جسم مفروضہ اور فکشن (Fiction) ہے۔ مفروضہ اور فکشن کو سنجالنے والا جسم "روح" ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے تعلق ختم ہونے کے بعد حرکت ختم ہوجاتی ہے۔

میں کون ہوں؟ آپ کیاہیں؟

اس وقت ہمارے سامنے یہ تجسس ہے کہ! انسان کیا ہے؟ ہم اس کو کس طرح جانتے اور پہچانے ہیں؟ اور۔۔۔۔ فی الواقع اس کی حیثیت کیا ہے۔
ہم انسان کو جس طرح جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے۔ ہڈیوں کے ڈھانچے پر رگ پٹھوں اور کھال سے ہم ایک تصویر ہیں۔ لیکن روح کے بغیر اس جسم کے اندر اپنی کوئی حرکت نہیں ہے۔ کوئی اور چیز ہے جو اسے حرکت میں رکھے ہوئے ہے۔ مثلاً ہم مٹی کا ایک شیر بناتے ہیں اس شیر کو اسی جسم کے اندر اپنی کوئی حرکت نہیں ہے۔ کوئی اور چیز ہے جو اسے حرکت میں رکھے ہوئے ہے۔ مثلاً ہم مٹی کا ایک شیر بناتے ہیں اس شیر کو اسی جہاں گر دوغبار اڑتار ہتا ہے اور گر دوغبار شیر کے اوپر جم جاتا ہے۔ ایک آدمی جب شیر کو دیکھتا ہے تو گر دوغبار کا تذکرہ نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ شیر ہے۔ جس طرح ایک شیر کے اوپر گر دوغبار جمع ہو کریک جاں ہو گیا ہے۔ اسی طرح روح نے بھی روشنیوں کے تانے بانے سے رگ پٹھوں، گوشت اور کھال سے ایک صورت بنالی ہے۔ اس بی صورت کانام جسم ہے۔

روح کے زون:

ہمارامشاہدہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تواس کے اندر کوئی مدافعت باقی نہیں رہتی۔ مرنے کامطلب میہ ہے کہ روح نے جسمانی لباس کواتار کر اس طرح الگ کر دیاہے کہ اب روح کے لئے اس میں کوئی کشش باقی نہیں رہی۔لباس کا بیہ معاملہ عالم ناسوت یاعالم تخلیط تک ہی محدود نہیں ہے۔





روح ہر زون (Zone) میں۔۔۔ہر مقام میں اور ہر تنزل کے وقت اپناایک نیالباس بناتی ہے اور اس لباس کے ذریعے اپنی حرکات و سکنات کا اظہار کرتی ہے۔نہ صرف یہ کہ اپنی حرکات وسکنات کالباس کے ذریعے اظہار کرتی ہے بلکہ اس لباس کی حفاظت بھی کرتی ہے۔اس لباس کو نشوو نما بھی دیتی ہے کہیں یہ لباس تعفن اور سڑاندسے بتاہے۔ کہیں یہ لباس روشنیوں کے تانے بانے سے بتاہے اوریہی لباس نورسے بھی وجود میں آتا ہے۔ روح جب لباس کو Matter سے بناتی ہے تومادے کی اپنی خصوصیات کے تحت جسم کے اوپر ٹائم اور اسپیس کی پابندیاں لاحق رہتی ہیں۔

لباس کی صحیح حیثیت (لباس سے مر اد گوشت پوست کا جسم) کا ہمیں اس وقت علم ہو تا ہے جب ہم مر جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد گوشت پوست کا جسم محض لباس کی صورت اختیار کرلیتاہے۔

روح کی تلاش:

ضروری ہے کہ ہم تلاش کریں کہ زندگی میں ہمارے اوپر کوئی الی حالت واقع ہوتی ہے جوموت سے ملتی جلتی ہویاموت سے قریب ہو۔ زندگی کے شب وروز میں جب ہم موت سے ملتی جلتی حالت تلاش کرتے ہیں تو ہمیں ایک حالت پر مجبوراً رکنا پڑتا ہے

اور موت سے ملتی جلتی پیہ حالت نیندہے۔

بزر گوں کا کہناہے کہ "سویااور مراایک برابرہے"فرق صرف اتناہے کہ نیند کی حالت میں روح کامادی جسم (لباس)سے ربط بر قرار رہتاہے اور روح ا پنے لباس کی حفاظت کے لئے چو کنااور مستعدر ہتی ہے اور موت کی حالت میں روح اپنے لباس سے رشتہ توڑ لیتی ہے۔

نیند ہماری زندگی میں ایک ایساعمل ہے جس سے روح کی صلاحیتوں کا پیۃ چلتا ہے۔ ہم دو حالتوں میں زندگی گزارتے ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ ہماری آ نکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہماراشعور بیدار ہے۔ ہم ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں۔ سن رہے ہیں، محسوس کر رہے ہیں اور ہم حرکت میں بھی ہیں۔ یہ حالت بیداری کی ہے۔

خواب اور زندگی:

زندگی کی دوسری حالت (جس کونیند کہاجا تا ہے) میں ہم دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، محسوس کرتے ہیں، خود کو چپتا پھر تادیکھتے ہیں

لیکن جسم حرکت نہیں کر تا۔ اس (Process) سے بیہ ثابت ہوا کہ روح اس بات کی پابند نہیں ہے کہ گوشت پوست کے ساتھ ہی حرکت کرے۔ روح گوشت پوست کے بغیر بھی حرکت کرتی ہے۔ گوشت پوست کے جسم کے بغیر حرکت کرنے کانام ''خواب' ہے۔خواب کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ خواب محض خیالات ہوتے ہیں جس قسم کے خیالات میں آدمی دن بھر مصروف رہتا ہے۔ اس قسم کی چیزیں اسے





www.ksars.org

خواب میں نظر آتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ خواب نا آسودہ خواہشات کا عکس ہے۔ جب کوئی خواہش نا آسودہ رہ جاتی ہے اور اس کی سیمیل نہیں ہوتی تووہ خواہش خواب میں پوری ہو جاتی ہے۔

اس طرح کی ہے شار باتیں خواہ کے بارے میں مشہور ہیں اور ہر شخص نے اپنی فکر اور علم کے مطابق خواب کے بارے میں پھے نہ پھے کہا ہے۔ لیکن اس بات سے ایک فرد واحد بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جس طرح روح گوشت پوست کے جسم کے ساتھ حرکت کرتی ہے۔ اس طرح روح گوشت پوست کے جسم کے ساتھ حرکت کرتی ہے۔ اس طرح کات خیالی پوست کے جسم کے بغیر بھی حرکت کرتی رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ خواب دیکھنے کے بعد جب بیدار ہو تا ہے توخواب میں کئے ہوئے اعمال اور حرکات خیالی ہوئے اعمال کا اثر اس کی تر دید اس طرح ہوتی ہے کہ ہر شخص ایک یادویاز یادہ خواب دیکھنے کے بعد جب بیدار ہو تا ہے توخواب میں کئے ہوئے اعمال کا اثر اس کے اوپر باتی رہتا ہے۔ اس کی ایک بڑی واضح مثال خواب میں کئے ہوئے اعمال کے نتیجے میں عشل کا واجب ہو جانا ہے۔ جس طرح کوئی آدمی بیدار کی میں جنسی لذت حاصل کرکے ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر عشل واجب ہو جاتا ہے اس کی ایک ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر عشل واجب ہو جاتا ہے۔ تر ہو جاتا ہے کہ خواب میں کوئی ڈراؤنا منظر نظر وں کے سامنے آگیا۔ آدمی جب بیدار عمل کی دہشت ناکی اس کے اوپر عشل واجب ہو جاتا ہے۔ یہ شمل کی دہشت ناکی اس کے اوپر ویس کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ یہ طرح کسی دہشت ناکی اس کے اوپر دیکھنے سے دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ یا اچھا خواب دیکھ کر، بیدار ہونے کے بعد وہ خوش ہوتا ہے۔ اس طرح خواب میں دہشت ناک چیز دیکھنے سے دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ یا اچھا خواب دیکھ کر، بیدار ہونے کے بعد وہ خوش ہوتا ہے۔ اس



كاتنات كاسفر

کا ئنات تین دائروں میں سفر کررہی ہے۔

پہلا دائرہ روح ہے۔

دوسرادائرہ روح کا بناہوالباس (نسمہ)ہے۔

تیسر ادائرہ نسمہ کا بنایا ہوالباس مادی وجود ہے۔

تینوں دائرے بیک وقت حرکت کرتے ہیں۔روح کے بنائے ہوئے لباس کے بھی دورخ ہیں۔ایک مفر دلہر وں سے اور دوسر امر کب لہر وں سے بناہوا ہے۔ مفر داور مرکب دونوں رخ الگ الگ ہیں اور ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔

شعورلاشعور:

بیداری کی زندگی شعور ہے،خواب کی زندگی لاشعور ہے، شعوری زندگی میں ذہن اور حافظہ دونوں کام کرتے ہیں، اس ہی طرح لاشعوری زندگی میں ذہن اور حافظہ دونوں کام کرتے ہیں، اس ہی طرح لاشعوری زندگی میں ذہن اور حافظہ دونوں کام کرتے ہیں۔ شعور ہر ہر قدم پر محدود اور محتاج ہے، لاشعوری زندگی، شعوری زندگی کے مقابلے میں آزاد ہے۔

زبور، توریت، انجیل اور آخری آسانی کتاب قر آن حکیم شعور اور لاشعور کے الٹ پلٹ کولیل ونہار کہتی ہے۔



www.ksars.org

شعور کاپہلادن:

پیدائش کے بعد پہلے روز بچے پر لاشعور کاغلبہ ہو تا ہے۔ شعوری ورق کے صفحے پر کوئی تحریر نظر نہیں آتی جیسے بچیہ ماحول میں وقت گزار تا ہے اسی مناسبت سے شعور کے کورے صفحے پر والدین، خاندان اور ماحول کے نقوش مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ بارہ سال کی عمر میں وہ صفحہ جسے ہم شعور کہہ رہے ہیں اتنازیادہ روشن ہو جاتا ہے کہ لاشعوری صفحہ د ھندلا پڑ جاتا ہے لیکن نقوش ختم نہیں ہوتے،

اگر شعور کاصفحہ اتنازیادہ روشن ہو جائے کہ لاشعوری صفحہ کی تحریر نہ پڑھی جاسکے تو مفروضہ حواس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور لاشعوری صفحہ کی تحریر سے اس کی نظر ہٹ جاتی ہے اور بالغ ہونے کے بعد وہ لاشعور سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

بے خبر ہونے کا مطلب لاشعوری تحریر کا مٹ جانا نہیں ہے، لاشعوری تحریر اگر ختم ہو جائے گی تو زندگی کا تسلسل ٹوٹ جائے گا، قدرت نے اس تسلسل کو بر قرار رکھنے کے لئے شعوری اور لاشعوری حواس کو نصف نصف تقسیم کر دیا ہے۔ آدمی جب رات میں داخل ہو تاہے تو دراصل لاشعور میں قدم رکھتا ہے۔ داخل ہو تاہے دن میں داخل ہو تاہے تو دراصل وہ شعور میں قدم رکھتا ہے۔

پیدائش سے لے کر مرنے تک کی کل عمر میں انسان آدھی زندگی لاشعور اور آدھی زندگی شعور میں گزار تاہے۔

زندگی میں شعور اور لاشعور دونوں الٹ پلٹ ہوتے رہتے ہیں، شعور کی رفتار نہایت کم اور محدود ہے، لاشعور کی رفتار بہت زیادہ ہے۔ تخلیقی فار مولوں سے باخبر صوفی حضرات وخوا تین کہتے ہیں کہ آدمی ٹائم اسپیس سے کہیں بھی آزاد نہیں ہوتا، آزادی کامطلب بیہ ہے کہ شعور کی رفتار اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ محدودیت ٹوٹے کااحساس نمایاں ہوجائے۔

ہر جگہ ٹائم اور اسپیس ہے:

لاشعور میں انسانی حواس کی رفتار تقریباً ساٹھ ہزار گنازیادہ ہوتی ہے۔ رفتار زیادہ ہونے کوٹائم اسپیس سے آزادی کہاجا تا ہے۔

ایک آدمی پیدل چلتاہے، دوسر اسائیکل پر سوار ہے، تیسر اکار میں ہے، چوتھا آدمی جہاز میں پرواز کر رہاہے۔۔۔۔ہر اسٹیج پر رفتار تبدیل ہو جاتی ہے۔

دن کے حواس سے نکل کر انسان جب رات کے حواس میں داخل ہو تاہے تو محسوس ہو تاہے کہ آدمی زمان و مکان سے آزاد ہو گیاہے۔ حالا نکہ آزاد نہیں ہو تا۔۔۔ہر حرکت میں لاشعور اور شعور دونوں کام کررہے ہیں۔ شعور کے غلبہ کو پابندی اور لاشعور کے غلبہ کو آزادی کہاجا تاہے۔

"اے گروہ جنات! اور گروہ انسان! تم آسان اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ تم نہیں نکل سکتے، مگر سلطان سے۔" (سورہُرحمٰن۔ آیت نمبر ۲۳۳)



سلطان کامطلب لاشعور پرغلبہ حاصل کرناہے۔

ماضى كى حقيقت:

کوئی انسان جب اس دنیامیں آتا ہے تو کہیں سے آتا ہے۔ جہاں سے آتا ہے اسے ماضی کہتے ہیں۔ زمین پر آنے کے بعد بجپین گزرتا ہے تو بجپین ماضی میں چلا جاتا ہے اور آدمی جو ان ہو جاتا ہے اور پھر بڑھا پا آ جاتا ہے تو جو انی ماضی میں چلی جاتی ہے۔ آدمی مر جاتا ہے تو ساری زندگی ماضی میں ریکارڈ ہو جاتی ہے۔

وحدت الوجود___وحدت الشهود:

حضرت مجد د الف ثانی کُے ان گر اہ کن نظریات کے خلاف جنگ کی۔ آپ نے فرمایا۔

یہ لوگ وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے نظریہ کی غلط تعبیریں کررہے ہیں۔ آپ نے ان گمر اہیوں کوروکنے کے لئے وحدت الشہود کی دیوار کھڑی کردی۔

وحدت الوجود کیاہے؟ ہم اس کے بارے میں۔۔ نظریۂ رنگ ونور کی روشنی میں عرض کرتے ہیں کہ وحدت الوجود کو سمجھنے کے لئے ہمارے سامنے آئینہ کی مثال ہے۔

ہم باہر نہیں دیکھتے:

آدمی آئینہ دیکھتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں آئینہ دیکھ رہاہوں،وہ آئینہ نہیں دیکھ رہابلکہ آئینے کے دیکھنے کو دیکھ رہاہے۔جب ہم آئینہ دیکھنے کے عمل پر تفکر کرتے ہیں اور ہمارے شعور میں گہرائی پیداہو جاتی ہے توبات منکشف ہوتی ہے کہ ہم اپناعکس آئینے کے اندر دیکھ رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ ہم آئینہ دیکھ رہے ہیں عام سطح کی بات ہے۔





یمی صورت حال زندگی کے تمام شعبوں کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آگھوں سے باہر دیکھ رہے ہیں۔ صاحب بصیرت بندہ کہتا ہے کہ ہم جو پچھ دیکھ رہے ہیں صورت حال زندگی کے تمام شعبوں کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آگھوں سے باہر دیکھ رہے ہیں۔ اگر کوئی بندہ دیکھنے کی حقیقی طرز سے اس عکس کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر کوئی بندہ دیکھنے کی حقیقی طرز سے واقف ہے تو وہ اس امر سے واقف ہے کہ ہر شخص باہر نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن جو بندہ دیکھنے کی صحیح طرز سے واقف ہے تو وہ اس امر سے واقف ہے کہ ہر شخص باہر نہیں دیکھ رہا ہا ندر دیکھ رہا ہے۔

نگاه کی پہلی مر کزیت:

جب نگاہ بالواسطہ دیکھتی ہے توخود کو مکانیت اور زمانیت کے اندر مقید محسوس کرتی ہے اور جیسے جیسے دیکھنے کی طرزیں گہری ہوتی ہیں اسی مناسبت سے کثرت در کثرت درجے تخلیق ہوتے ہیں۔

مکانیت اور زمانیت کے اندر شہود اس لئے محدود ہے کہ حرکات و سکنات کا نزول ہو تار ہتا ہے۔ قر آن پاک میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہر شئے دو رخوں پر تخلیق کی گئی ہے۔ یعنی ہر تنزل کے دورخ ہیں۔

یوم ازل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور آواز سننے کے بعد انسان دوسرے تنزل میں داخل ہو گیا اور اس دوسرے تنزل میں اس نے نگاہ، شکل وصورت، گفتار ساعت،ر گینی،احساس،کشش اور لمس سے و قوف حاصل کیا۔

تنزل اول یعنی اللہ کو دیکھناو صدت کا ایک در جہ ہے اور دوسر اتنزل کثرت کے پانچ در جے ہیں۔ اس طرح چھ تنزلات ہوئے پہلی تنزل کو لطیفہ و صدت اور دوسرے تنزلات کو صوفیاء کی اصطلاح میں لطائف کثرت کہاجا تاہے۔

نظرية رنگ ونور:

نظریرًرنگ ونور کے مطابق جس عالم کو محض وحدت کانام دیاجاتا ہے۔ انسانی ذہن کی اپنی اختراع ہے انسان اپنی محدود فہم کے مطابق یا محدود فکری صلاحیت کے مطابق جو کچھ کہتا ہے وہ اس کی اپنی محدود سوچ ہے۔

یہ کہنا کہ عالم وحدت، وحدت باری تعالی ہے ہر گز صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالی کی وحدت یااللہ تعالی کے کسی وصف کو انسانی شعور بیان کرنے سے قاصر ہے۔

جب ہم اللہ تعالیٰ کی وحد انیت بیان کرتے ہیں تو دراصل اپنی ہی فکری صلاحیتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی لفظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مکمل احاطہ ہو سکے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں جس لا محدودیت کا اظہار کرتا ہے، دراصل وہ اپنی محدودیت کا تذکرہ کرتا





انسان جس مقام کے تعین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا سمجھنے کے لئے کار کر دیگا کا مظاہر ہ کر تاہے اس ہی مناسبت سے وہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کر دیتا ہے۔ چونکہ انسان کی لامحدود نگاہ بھی محدود ہے اس لئے آگے اور آگے اسے پچھ نظر نہیں آتا۔ انسان نے سمجھ میں نہ آنے والے عالم کانام وحدت الوجو دیاوحدت الشہودر کھ دیاہے۔

آخری نبی سیدنا حضور صلی الله علیه و آله وسلم کاار شاد ہے:

"ماعر فناك حق معرفتك"

سیدنا حضور صلی الله علیه وسلم کایه ارشاد ہے کہ:

"ہم آپ کو نہیں پہچان سکے جیسا کہ آپ کو پہچاننے کا حق ہے۔"

یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتاہے کہ کوئی شخص پوری طرح اللہ کاعرفان حاصل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جس بندہ کو تجلیات وصفات کا جتنامشاہدہ کرادیتے ہیں وہی اس کے لئے عرفان الٰہی ہے۔

ابدال حق قلندر بإبااوليا وقرماتے ہيں:

جب مجھے عالم بالا کی سیر کے مواقع نصیب ہوئے تو میں نے سوچا کہ اولیاءاللہ کی ارواح سے ملا قات کر کے بیہ معلوم کرناچاہئے کہ کتنے صوفی یاولی ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کو ایک حالت میں یا ایک صفت میں دیکھا ہے۔ میں نے ایک لاکھ سال کے اولیاءاللہ کا انتخاب کیا ہے اور ان سے اللہ کے دیدار کے بارے میں سوال کیا ہے۔ کسی ایک نے بھی نہیں بتایا کہ انہوں نے اللہ کو ایک روپ میں دیکھا ہے۔ ہر صوفی نے اللہ کو الگ روپ اور الگ بجلی میں مشاہدہ کیا ہے۔

269

www.ksars.or

زمان اور مكان

الله تعالی فرماتے ہیں:

"اور ہم لو گوں کو مثالیں دے کر سمجھاتے ہیں۔ اور اللہ ہی ہر چیز کو جانبے والا ہے۔"

(سورة نور ـ آیت نمبر ۳۰)

بڑی سے بڑی بات کو تمثیلی انداز میں بیان کیا جائے تو کم لفظوں میں بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ زمان اور مکان کی البحص ہوئی گتی کوطالبات اور طلباء آسانی سے سمجھ لیں۔

دومسافر۔۔۔دودوست۔۔۔دو آدمی۔۔۔ سڑک پر چل رہے تھے۔

ایک چھوٹے قد کا تھااور دوسر ابڑے قد کا تھا۔ بظاہر دونوں کی رفتار ایک تھی لیکن چھوٹے قد کے آدمی کا قدم جب اٹھتا تھا تو فاصلہ کم طے ہو تا تھا اور بڑے قد کے آدمی کا قدم زیادہ فاصلے پر پڑتا تھا۔

دونوں چل رہے تھے۔۔۔ چلنے میں قدم آگے اٹھتے تھے۔ سڑک پیچھے صف کی طرح تہہ ہور ہی تھی جیسے کوئی اُلٹی صف لیبیٹ رہاہو۔۔۔ چلتے چلتے دونوں نے باتیں شروع کر دیں۔ایک بول چکاتو دوسرے نے اس کی بات کاجواب دیا۔ دوسر اضاموش ہواتو پہلے نے جواب دیا۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں سڑک پر ایک تیسر اآد می چلتا ہوا نظر آیا۔۔۔وہ اکیلا تھا۔وہ پیچھے سے آنے والے دو آدمیوں کی گفتگوس کر ان کے ساتھ آ ملااور بات چیت میں شریک ہو گیا۔

اب دوسے تین دوست۔۔۔ تین مسافر۔۔۔ تین آد می ہو گئے۔

یہ آدمی بھی طویل القامت تھا۔۔۔ چھوٹے قد کا آدمی پچ میں آگیا اور اِدھر اُدھر دوبڑے قد کے آدمی ساتھ ساتھ چلنے گئے۔۔۔ چلتے جلتے سڑک پیچے رہ گئی اور آئکھوں کے سامنے ۔۔۔ اور آگ تھے۔۔۔ اور آگ قدم اٹھور کے سامنے ۔۔۔ سامنے کی سڑک بھیلتی گئی۔۔۔ جب دوقدم اٹھتے تھے۔۔۔ تو تیسرے قدم پر سڑک بیچے رہ جاتی تھی۔۔۔ اور آگ قدم اٹھور ہے تھے۔۔۔ اس چلنے میں جیسے جیسے اسپیس (Space) یا سڑک کے جھے پیروں کے بنچے سے نکل رہے تھے۔ اس مناسبت سے گھڑی کی سوئی بھی گر دش کر رہی تھی۔۔ اس مناسبت سے گھڑی دیکھ کر کہا چلتے ہوئے ہمیں بیس منٹ ہو گئے ہیں۔

ہم چلتے ہیں توزمین ہمیں دھکیلتی ہے:



اس کامطلب بیہ ہوا کہ قدموں کے پنچے سے سر کنے والی سڑک جب گزوں میں یافرلانگ میں پیروں کے پنچے سے نکل گئی تو ہیں منٹ کاوقت بھی گزر گیا۔

تینوں میں سے ایک چھوٹے قد کے آدمی نے سوال کیا۔۔۔دوستو! ہم جب سے چلے ہیں سڑک ہمارے پیروں میں سے نکل رہی ہے۔۔۔ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔۔ سڑک چھچے جارہی ہے۔۔۔ہم اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ سرٹک ہمیں آگے دھکیل رہی ہے؟

دوسرا آدمی بولا۔۔۔۔ دوستو! سڑک اگر ہمیں دھکیل رہی ہے تو ہمیں چلتے ہوئے بیس منٹ گزر گئے ہیں یہ بیس منٹ کاوقت کیاہے؟

تیسرے آدمی نے کہا۔۔۔ میں توبیہ سمجھا ہوں کہ ہماراایک قدم جب اٹھتا ہے تو دوسرا قدم سڑک پر ہو تا ہے۔۔۔اب جب دوسرا قدم اٹھتا ہے۔ تیسر اقدم سڑک پر ہو تاہے اور ان دونوں قدموں کے اٹھنے کے در میان جو کچھ ہے وہ اسپیس (Space) اور دونوں قدموں کے در میان اگر سیکنڈ کا Friction بھی گزراہے تووہ ٹائم Time ہے۔

تینوں مسافر چلتے چلتے رُک گئے۔۔۔اور سڑک کے کنارے ایک گھنے سامیہ دار در خت کے نیچے بیٹھ گئے۔۔۔ تھوڑی دیر خاموش کے بعد ایک مسافر بولا۔

یارو!۔۔۔ہماری نشست قدرتی طور پر ایسی ہے کہ ہم اسے مثلث کہہ سکتے ہیں۔

كيامثلث بننا اتفاق ہے ؟۔۔۔ يااس كے بيچھے كوئى حكمت ہے؟

کو تاہ قد آدمی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔اوپر دیکھو!۔۔۔۔درخت گول ہے۔

لگتاہے کہ مثلث ایک گول دائرے یا چھتری کے بنچ ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ چھتری بھی زمین کے اوپر قائم ہے اور ہم تینوں بھی زمین پر بیٹے ہوئے ہیں۔ جب ہم چل رہے تھے توزمین بیچھے ہٹ رہی تھی۔ اب ہم بیٹے ہیں زمین اپنی جگہ پر قائم ہے۔۔۔ درخت کی گولائی (چھتری) اور ہمارا مثلث میں بیٹھا کوئی ہم معنی بات ہے؟

تیسر ا آدمی گفتگو میں شریک ہوا۔۔۔۔۔اس نے کہا۔۔۔۔دوستو!۔۔۔درخت کی گولائی ایک سے پر قائم ہے اور درخت کا تناز مین پر قائم ہے۔ کیاز مین درخت کے سے ، پتوں اور شاخوں سے بنی ہوئی گول چھتری میں کوئی پیغام ہے؟

ضروراس میں کوئی حکمت نظر آتی ہے۔۔۔۔۔





تینوں مسافر اس مسئلے کو سلجھانے میں اتنے زیادہ منہمک ہو گئے کہ انہیں وقت کا احساس ہوا تو ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔۔۔ایک مسافر بولا۔۔۔ کہ جب ہم سرٹرک پر چپل رہے تھے۔۔۔ چو نکہ ہمارے قدم اٹھ رہے تھے۔۔۔اس لئے سرٹرک پیچھے جارہی تھی۔ ہم آگے جارہے تھے۔۔۔ قد مول کے یکے بعد دیگرے اٹھنے میں اور زمین پر پرٹرنے میں جب سرٹرک کافی پیچھے رہ گئی تو ہم نے دیکھا کہ 20منٹ کا وقت کر چپار چ تھے۔۔۔ قد مول کے یکے بعد دیگرے اٹھنے میں اور زمین پر پرٹرنے میں جب سرٹرک کافی پیچھے رہ گئی تو ہم نے دیکھا کہ 20منٹ کا وقت کر چپلے اس ہم بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔۔۔ چل نہیں رہے ہیں تو ایک گھنٹے کا وقت کیسے گزر گیا؟۔۔۔ کیا وقت کا تعلق چلنے سے یا وقت چلنے کے بغیر بھی گزر تا ہے۔۔۔ نمبر تین مسافر جوراستے میں شریک سفر ہوا تھا۔۔۔ اس نے کہا۔۔۔ بھا ئیو!۔۔۔ سوچنے کی بات میہ ہم چپل رہے تھے جب بھی وقت گزر ااور جب ہم بیٹھ گئے تب بھی وقت گزرا۔۔۔ اس کا مطلب میہ ہوا کہ وقت کی حیثیت ثانوی ہے اور Space کو اولیت حاصل ہے۔۔

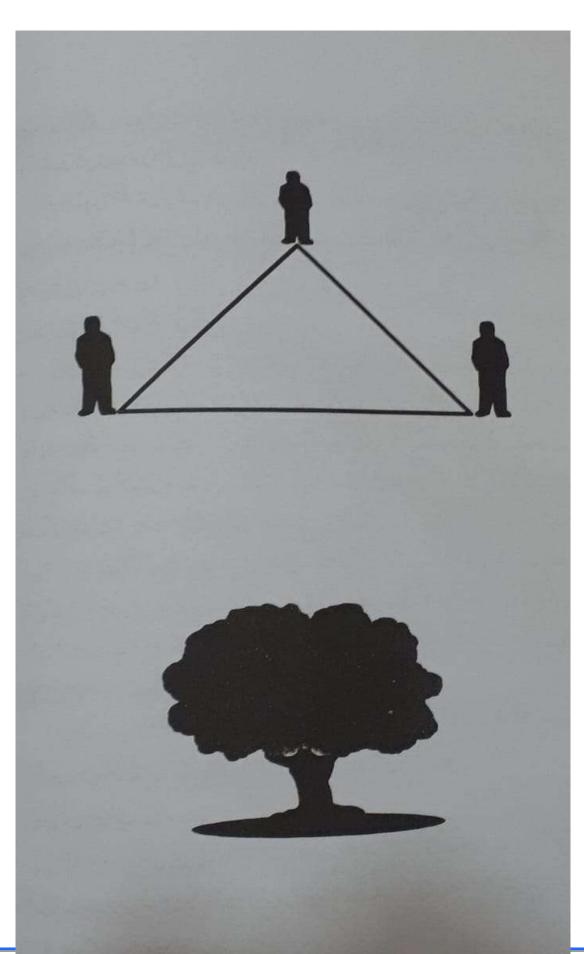
یہ ایسا گھمبیر اور مشکل تجزیہ تھا کہ دونوں دوست حیران رہ گئے۔۔۔ کہ Space جب ہوگی توحر کت ہونہ ہووقت گزرے گا۔Space نہیں ہوگی تو وقت نہیں گزرے گا۔

تینوں میں سے ایک نے کہا۔۔۔

انسان کی پیدائش بھی Space میں ہوئی۔رحم مادر Space ہی تو ہے۔۔۔Space میں جب نطفہ قرار پا جاتا ہے تووقت بھی شروع ہو جاتا ہے۔ایسا تھی نہیں ہوا کہ رحم میں نطفہ قرار نہ یائے اور نومہینے کے بعد ولادت ہو جائے۔۔۔

اییا بھی کبھی نہیں ہوا کہ زمین Space نہ ہواور کوئی بچیہ جوان ہوجائے۔۔۔اور کوئی جوان بوڑھا ہوجائے۔۔۔انسان کی زندگی چاہے ساٹھ سال کی ہو چاہے سوسال کی ہو۔۔۔Space ہوگی تو وقت ہو گا۔ کوئی آدمی Space کے بغیر ساٹھ سال کا یا سوسال کا نہیں ہو سکتا۔۔۔Space کا پھیلاؤیا Spaceکاسمٹنا ہی وقت کا تعین ہے۔







آدم كاسرايا:

آدم وحواسے جب نافرمانی سرزد ہوگئ توانہوں نے خود کو برہنہ محسوس کیا۔۔۔یعنی انہیں اپنے جسم پرسے کپڑے اترے ہوئے نظر آئے۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدم کا سراپا یک Space ہے۔نافرمانی سے پہلے سراپا کے وہ خدو خال جوستر میں داخل ہوتے ہیں انہیں نظر نہیں آئے اور جیسے ہی نافرمانی ہوئی آدم کے سراپا کی Space تبدیل ہوگئی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدم اعلی Space سے ادنی Space میں آگئے اگر آدم کا سراپا نہ ہوتا تو آدم خود کو برہنہ محسوس نہ کرتے۔۔۔

ایک ہزار سال کاایک دن:

تینوں میں سے ایک صاحب بولے۔۔۔جب بات آدم اور حواکی ہے تو ہمیں Space& Timeکا سراغ اگر ملے گا تو آسانی کتابوں سے ملے گا۔۔۔اس کئے کہ آسانی کتابوں نے ہی آدم وحواکا تعارف کرایاہے۔

نمبر تین مسافر آسانوں کی وسعتوں میں گم ہو کر بولا۔۔۔

دن۔۔۔روشنی۔۔۔اور یومSpace ہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

*مير اايك دن بچياس ہز اربر س کا ہو گا۔

* مير اايك دن دس ہز ار سال كاہو گا۔

* اور مير اايك دن ايك ہز ار سال كاہو گا۔

یعنی دن کی طوالت یادن چھوٹے بڑے ہونے کا تعلق۔۔۔اس کے پھیلنے یا سمٹنے سے۔

ایک دات ۲۳ سال کے برابر:

الله تعالی فرماتے ہیں:

"میں نے قرآن کوشب قدر میں نازل کیا۔"

جب کہ قرآن پاک 23 برس میں بوراہوا۔۔۔مفہوم یہ ہے کہ ایک رات 23 سال کے وقت کی مدت کے برابر ہوئی۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے تیس راتوں کے لئے بلایا اور چالیس راتوں تک کوہِ طور پر رکھا۔ یہاں صرف راتوں کی Space کاذکر ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اور چالیس راتیں کوہِ طور پر رہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اور چالیس راتیں کوہِ طور پر رہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اور چالیس راتیں کوہِ طور پر رہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اور چالیس راتیں کوہِ طور پر رہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اور چالیس راتیں کوہِ علیہ کے Space میں ٹائم سمٹ جاتا ہے۔

:DIMENSION

ا یک صاحب بولے۔۔۔اسی مضمون پر میرے ذہن میں دومثالیں آئی ہیں۔

دونوں مسافروں نے بیک زبان کہا۔۔۔ضرور بیان کرو۔۔۔

اس نے کہا۔۔۔جب ہم اخبار پڑھتے ہیں تو ہم آئھوں کو استعال کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ہم اخبار کو آواز سے پڑھتے ہیں۔ یعنی ہم آئھوں کی Space کو استعال کرتے ہیں۔ اگر اخبار ہم سے کچھ فاصلے پر ہو تو آئھوں کی Space کو استعال کرتے ہیں اور جب اخبار پڑھتے ہیں تو بولنے کی Space استعال کرتے ہیں۔ اگر اخبار ہم سے کچھ فاصلے پر ہو تو آئھوں کی Space کو اخبار پر کیڑے مکوڑے نظر آئیں گے اور صحیح نہیں پڑھاجائے گا۔ اگر اخبار اور آدمی کا فاصلہ زیادہ ہو جائے تو حروف کی شکلیں غائب ہو جائیں گی اور اگر چھونے کی صلاحیت سے اخبار دور چلا جائے گاجب کہ چھونا بھی اسی وقت ممکن ہے جب Space ہو تو اخبار پر کوئی حرف نظر نہیں آئے گا۔ اس بات سے ثابت ہوا کہ ہر شے کا وجو د اور ہر وجو د میں ڈائمنشن اور ہر ڈائمنشن کا قیام Space پر ہے۔

ہم نام کو بھی Space ہی کہیں گے۔اس لئے کہ نام کو بھی

کی شاخت ہے۔۔۔Space۔۔۔ جسم۔۔۔ ڈائمنشن۔۔۔اگر نہیں ہونگے تونام نہیں رکھاجائے گا۔مثلاً ہم تین مسافر ہیں۔

ہمارے تین نام ہیں۔۔۔میر انام محمود ہے۔۔۔تمہارانام زیدہے۔۔۔اور میرے تیسرے بھائی کانام ایازہے۔۔۔یہ تینول

نامSpace کی نشاند ہی کرتے ہیں۔

اوریہ Spaceایک سرایا ہیں۔ ہر سرایا میں سوچنے کے لئے دماغ ہے۔ دیکھنے کے لئے آئکھیں۔۔۔سننے کے لئے کان ہیں۔

محسوس کرنے کے لئے دل ہے۔۔۔ چھونے کے لئے دوران خون کا عمل ہے۔۔۔ سو تکھنے کے لئے ناک ہے۔۔۔ گرمی سر دی محسوس کرنے کے لئے جسم میں مسامات ہیں۔۔۔ غم زدہ اور خوش ہونے کے لئے ماحول میں انتشار یا اطمینان ہے۔۔۔ماحول۔۔۔زمین کے تابع ہے۔۔۔زمین Space ہے۔۔۔زمین Space ہے۔۔۔زمین Space ہے۔۔۔





پروانه کی عمر:

ایک پروانہ چھ گھنٹے میں بچین، جوانی اور بڑھاپے کے تمام مراحل طے کرلیتا ہے جب کہ وہیل مچھلی پروانے کے چھ گھنٹے میں پورے ہونے والے ماہ و سال ایک ہز ارسال میں پورے کرتی ہے۔۔۔ پروانے کی پوری زندگی چھ گھنٹے کی ہوتی ہے اور وہیل مچھلی کی زندگی ایک ہز ارسال کی ہوتی ہے۔

ایک سانپ بہت بڑے چوہے کواس لئے نگل لیتا ہے کہ اسے چوہاچھوٹا نظر آتا ہے اگر چوہااتنابڑا نظر آئے جتنابڑا آدمی کو نظر آتا ہے توسانپ اسے نگلنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ اس کے صاف معنی ہے ہوئے کہ چوہا سانپ کو اتنا بڑا نظر نہیں آتا جتنا بڑا آدمی کو نظر آتا ہے۔ شیر ہاتھی کے مقابلے میں بہت بڑا ہے لیکن ہاتھی شیر سے ڈرتا ہے۔ ہاتھی شیر کو دکھ کر مقابلہ نہیں کرتا۔ ڈر کربھاگ جاتا ہے۔

اس تجزیہ کے تحت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آدمی جب اعلیٰ Space سے نکل کر اسفل Space میں داخل ہو جاتا ہے تواس کے اوپر خوف طاری ہو جاتا ہے اس تجزیہ کے تحت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آدمی جب اعلیٰ Space سے اور یہی وہ خوف ہے جو اس کو اعلیٰ Space میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ اگر آدمی اسفل Space کورد کر دے تواز خود اعلیٰ Space میں داخل ہو ناہی جنت کی زندگی ہے۔ جنت میں خوف اور غم نہیں ہے۔

الله تعالى نے قرآن پاک میں فرمایا:

اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور اسپیس کی حد بندی کے بغیر جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ بیو۔ قرآن کریم کی اس آیت میں بیہ حکمت مخفی ہے کہ خوشی اعلیٰ اسپیس ہے اور ناخوشی اسفل Space ہے۔ اعلیٰ Space حاصل کرنے کے لئے پیغیبروں کا بتایا ہوا طریقہ توکل، بھروسہ، قناعت، استغناء ہے۔۔۔توحید اور رسالت پر ایمان ہے۔ مادے سے بناہوا گوشت پوست کا جسم ہمیں نظر آتا ہے لیکن گوشت پوست کا جسم کس بساط پر قائم ہے ہماری ظاہری آئکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اگر مادہ کی شکست وریخت کو انتہائی حدوں تک پہنچادیا جائے تو محض رنگوں کی جداگانہ شعاعیں باقی رہ جائیں گی۔ تمام مخلو قات اور موجو دات کی مادی زندگی ایسے ہی کیمیائی عمل پر قائم ہے۔ فی الحقیقت لہروں کی مخصوص مقد اروں کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے مختلف مراحل میں مختلف نوعیں بنتی ہیں۔

آدمی کی اصل مادہ نہیں ہے:

اس فار مولے کو بیان کرنے سے منشابہ ہے کہ آدمی کی اصل مادہ نہیں ہے بلکہ آدمی کی اصل لہروں کے تانے سے بُنی ہوئی ایک بساط ہے۔ ایک طرف پہ لہریں انسانی جسم سے متعارف کر اتی ہیں۔ جب تک کوئی آدمی مادے کے اندر قیدر ہتا ہے۔ اس وقت تک وہ قید و بند اور صعوبت کی زندگی گزار تاہے۔

اور جب وہ اپنی اصل یعنی روشنی کے جسم سے واقف ہو جاتا ہے توقید وبند ، آلام ومصائب ، پیچیدہ اور لاعلاج بیاریوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔





اصلی آدمی یعنی روشنی کے آدمی سے واقفیت، زمان و مکان (Time & Space)سے آزاد ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ یہ وہی زندگی ہے جہاں غیبی علوم منکشف ہوتے ہیں اور اللہ کے عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

علم کی تشر تے:

علم کا مطلب ہے جانیا۔ یاکسی چیز کے بارے میں معلومات حاصل کرنا، زمین و آسان میں آباد مخلوق میں سے کوئی ایک مخلوق بھی الیی نہیں ہے جو علم کے دائر سے سے باہر ہو۔۔۔ہر مخلوق وائر س ہو، چیو نٹی ہو، شہد کی مکھی ہو، ہر ن ہو، نقش و نگار سے مزین خوبصورت پروں والا پر ندہ ہو، زبیر اہو، شیر ہو، ہاتھی ہو یا ہز اروں سال پہلے جم میں ہاتھی سے بھی بڑی مخلوق ڈائیناسار ہو۔۔۔سب کے اوپر علم محیط ہے یعنی سب کو اپنی زندگی گزارنے اپنی خوردو نوش کا سامان حاصل کرنے اور اس سامان سے استفادہ کرنے کا علم حاصل ہے۔

ہم جب شہد کی مکھی کے رہائش کمرے اور حفاظتی انظامات دیکھتے ہیں تو ہمیں مکمل ضابطۂ حیات اور بھر پور ایڈ منسٹریش نظر آتا ہے۔ یہی صور تحال چیو نٹی کی بھی ہے۔

مز دور چيو نثيان:

قرآن حکیم میں ارشادہے:

''چیو نٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم الثان لشکر کو دیکھ کر اپنی رعایا چیو نٹیوں سے کہا کہ تم فوراً اپنے بلوں میں گھس جاؤ ور نہ سلیمان ً باد شاہ کے گھوڑوں اور پاپیادہ لو گوں کے قدموں کے نیچے آکر ہلاک ہوجاؤ گی۔''

مز دور چیو نٹیاں غلہ جمع کرتی ہیں اور زمین کی تہہ میں بے ہوئے الگ الگ خانوں میں ذخیرہ کرتی ہیں، مز دور چیو نٹی کے اندر اپنے جسم سے دس گنازیادہ وزن اٹھانے کی صلاحیت ہوتی ہے، انجینئر چیو نٹیاں اپنی ملکہ کے لئے شاہی محل تیار کرتی ہیں۔ یہ شاہی محل گیلریوں کے ذریعے ہر طرف سے ملاہوا ہو تا ہے، انجینئر چیو نٹیوں کا بنایا ہوا محل قلعہ کی طرح مضبوط ہو تا ہے تا کہ اس کے اوپر پانی کا کوئی اثر نہ ہو۔ اور شدید گرمی بھی اثر انداز نہیں ہوتی یعنی قلعے کے اندر محل کی بنایا ہوا محل قلعہ کی طرح مضبوط ہو تا ہے تا کہ اس کے اوپر پانی کا کوئی اثر نہ ہو۔ اور شدید گرمی بھی اثر انداز نہیں ہوتی یعنی قلعے کے اندر محل کے اندر گیلریاں، سینٹر لی ائیر کنڈیشنڈ ہوتی ہیں، چیو نٹیوں میں ایک قسم ایسی ہے جو اہروں میں منتقل ہوئے کا علم جانتی ہے، جس طرح کسی ٹی وی سٹیشن پر تصویر اہروں میں منتقل ہو کر ڈور دراز مقامات جس طرح کسی ٹی وی سٹیشن پر تصویر اہروں میں منتقل ہو کر ٹی وی اسکرین پر نظر آتی ہے۔ اسی طرح چیو نٹیاں اہروں میں منتقل ہو کر دور دراز مقامات پر پہنچ جاتی ہیں۔ اس کا مطلب بیہ ہوا کہ سائنٹسٹ چیو نٹیاں لاکھوں سال پہلے سے روشنیوں میں تحلیل ہونے کا عمل جانتی ہیں۔

یر ندے میں عقل وشعور:

قر آن حکیم میں ملکہ سبآ کاواقع بڑاد لچسپ ہے اور اس واقعہ میں ایک پرندے کے عقل و شعور کا تذکرہ ہے۔ اس طرح زمین کے اوپر موجو دہر مخلوق علم کی دولت سے مالا مال ہے، کسی میں عقل و شعور زیادہ ہے، کسی میں کم ہے لیکن زمین پر موجو د تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار مخلوق اور ان مخلوقات میں کھر بول لاکھوں افراد میں سے ایک فرد بھی ایسانہیں ہے جو علم نہ جانتا ہو۔

معاشر تی جانور:

کہاجاتا ہے کہ انسان معاشرتی جانور ہے، معاشرتی جانور سے مراد اگریہ ہے کہ انسان گروہی مسٹم کا پابند ہے یعنی انسان کے ساتھ رہتا ہے، ابت کرتا ہے، فرت کرتا ہے، محبت کرتا ہے، ایک انسان جو کچھ کھاتا ہے دوسرا بھی وہی نوش جان کرتا ہے تو یہ طرز تکلم دراصل انسان کی انا پرستی ہے، جب کہ ہر انسان یہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ بھیڑ بھی معاشرتی جانور ہے، بھیڑ ہمیشہ بھیڑ کے گلہ میں بیٹھتی ہے۔ بکری ہمیشہ اپنے ریوڑ کے ساتھ رہتی ہے، جب کہ ہر انسان یہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ بھیڑ بھی معاشرتی جانور ہے ساتھ بیٹھی ہوئی نظر آئی ہو۔ یہ سب جانور یا ہے، ہاتھی ہاتھی ہوئی نظر آئی ہو۔ یہ سب جانور یا حیوانات ایک دوسرے کی خبر گیری رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں، ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شریک ہوتے ہیں۔ انسان چونکہ احساس برتری کامریض ہے اس لئے اس نے اپنے گروہ کو معاشرتی جانور کے نام سے متعارف کرایا ہے۔

جانورروتے ہیں:

ایک گائے یا ہر ن کا بچہ جب مرجاتا ہے گائے اور ہر ن آنسوؤں سے روتے ہیں۔ حیوانات کے گروہ میں جب پیدائش ہوتی ہے تواس گروہ کے افراد خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں پرخوشی کی لہر دوڑتی ہوئی با آسانی نظر آتی ہے، انسان کہتا ہے انسان کو فضیلت حاصل ہونے کی وجہ بیہ ہے کہ اس میں عقل وشعور زیادہ ہے، اگر حیوانات کی زندگی پر تفکر کیاجائے توانسان کا بید دعویٰ بھی بے بنیاد ہے۔

حیوانات میں چھوٹے چھوٹے حشرات الارض کئی معاملات میں انسان سے کہیں زیادہ ذبین، ہوشیار اور عقل مند ہیں۔

ہمیں یہ سوچناہے کہ علم کے حصول میں جب تمام حیوانات بشمول انسان (حیوان ناطق) (جب کہ ہر حیوان بھی حیوان ناطق ہے) کس طرح دوسری مخلوق پر افضل واشر ف ہے۔

يقين كاپيٹرن:

علم یقین کا پیٹرن ہے۔ایسا پیٹرن جس پر زندگی رواں دواں ہے،حیات و ممات قائم ہے،اور جس پر ترقی وار تقاء موجو دہے۔





یقین کیاہے؟

یقین وہ مرکزیت ہے جس میں شک اور ابہام نہیں ہو تا۔ دنیا کے کھر بوں افراد میں یقین کا پیٹرن موجو دہے کہ پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے، پیاس کا تقاضہ نہ ہو تو پانی معدوم ہو جائے گا، پانی سے پیاس اس لئے بجھتی ہے کہ پانی موجو دہے، یقین ایک ایسا عمل ہے جس کے او پر ظاہر اور باطن متحرک ہیں۔ یقین علم کے بغیر نہیں ہو تا اور علم یقین کی آبیاری میں مکمل کر دار اداکر تاہے۔

قر آن حکیم میں یقین اور علم کی پوری طرح وضاحت کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نور فراست سے نوازاتھا۔ ان کے علم نے انہیں بتادیا تھا کہ بے جان یقین کا درجہ حاصل کر لیا تھا کہ بت سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ان کے علم نے انہیں بتادیا تھا کہ بے جان مور تیوں کو میر اباپ اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے پھر یہی مور تیاں عبادت گاہوں میں سجادی جاتی ہیں۔ جہاں بادشاہ ، بادشاہ کے مصاحب، بڑے بڑے بڑے عہدے دار اور عوام پتھر سے تراشی ہوئی ان بے جان مور تیوں کو سجدہ کرتے ہیں اور حاجت روائی کے لئے ان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

پتھر کی مورتیاں:

ایک روز انہوں نے اپنے والد آذرہے پوچھا:

"اے میرے باپ! کیوں پوجتاہے جو چیز نہ سنے ، نہ دیکھے اور نہ کام آوے تیرے کچھ۔"

(سورة مريم ـ آيت نمبر ۲۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے جو کچھ جو اب میں کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم نے اس کی نفی کر دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر علم کے بعد تفکر اور تفکر کے بعد یقین کا پیٹرن متحرک ہوا تو انہوں نے سوچا کہ:

ہرشے مقررہ قاعدے اور ضابطے کے تحت خود بخود کسے متحرک ہے؟

کون ہے جوروزانہ سورج کو طلوع کر تاہے؟

کون ہے جو دن کے اجالے کو تاریکی میں بدل دیتاہے؟

کون ہے جو در ختوں کی شاخوں میں سے پھل نمو دار کر تاہے؟

بارش کون برساتاہے؟



لہلہاتی کھیتیاں کون اگا تاہے؟

کون ہے وہ ہستی جس کی عمل داری میں کا ئنات کا ہر فر داپنے کام میں لگاہواہے، آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہو تااور تبھی کوئی

اختلاف واقع نہیں ہو تا۔

نتیجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لکڑی سے بنائے ہوئے بتوں، پتھر سے بنائی ہوئی مور تیوں اور مٹی چونے سے بنائی ہوئی دوسری چیزوں کو خدا ماننے سے انکار کر دیا۔

" میں اپنارخ اس طرف کرتاہوں جس نے آسانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

(سورة انعام - آیت نمبر ۷۹)

تارول بھری رات:

تفکر کی راہوں پر چلتے ہوئے تاروں بھری ایک رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک روشن ستارہ دیکھاتو فرمایا پہ میر ارب ہے، جب وہ روشن ستارہ نظروں سے او جھل ہو گیاتو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں حجب جانے والے کو معبود نہیں مانتا۔ پھر ٹھنڈی میٹھی رو پہلی چاندنی سے بھر پور چاند کو دیکھا جیسے جیسے طلوع آفتاب کا وفت قریب آیا چاند بھی نگاہوں سے او جھل ہونے لگاتو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند کے رب ہونے کی بھی نفی کر دی۔ طلوع آفتاب کے بعد سورج بھی زوال پذیر ہونے لگااور اس پر اتنازوال غالب آیا کہ وہ نظروں سے مخفی ہو گیا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم اور علم کے نتیج میں یقین سے کہا:

"مير ارب وه ہے جونہ کبھی چھپتاہے اور نہ اسے کبھی زوال ہے۔"

بات باد شاہ نمر ود تک پینچی۔ نمر ودخو د کو ''رعایا کارب'' اور مالک سمجھتا تھا، رعایا یا نمر ود کو خداما نتی تھی اور اس کی پرستش کرتی تھی، شاہی دربار میں سجدہ کرنے کارواج عام تھا، باطل عقائد کی پیروکار اور باطل عقائد کا پر چار کرنے والے مذہبی پیشواؤں، ارباب اقتدار اور عوام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

" تم کا کنات کے مالک اور مختار کل اللہ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کو بوجتے ہوتم شعور کیوں نہیں استعمال کرتے۔"





شعور كا آئينه:

کوئی بندہ علم تصوف اور روحانیت سے بھٹک جاتا ہے تواس کے شعور میں ایسی محدودیت پیدا ہو جاتی ہے کہ شعور بو جھل ہو جاتا ہے۔ شعور کے آئینہ پر شک کی دبیز تہہ جم جاتی ہے۔وہ دیکھتا ہے لیکن کچھ نہیں دیکھتا۔وہ سنتا ہے لیکن کچھ نہیں سنتا۔ بے مقصد زندگی اس کانصب العین بن جاتا ہے۔

انسان کے اندر کمپیوٹر:

انسانی دماغ کوسائنس دان قوت اور توانائی کاسر چشمہ قرار دیتے ہیں،اس میں معلومات اکٹھاکرنے کی جیرت انگیز صلاحیت ہے،سب سے بڑھ کریہ جمع شدہ معلومات سے اچھوتی اور نئی نئی ایجادات کر تاہے،لیکن اگر زندگی کی رونہ آئے تو آدمی لوہے سے بنے ہوئے ایسے روبوٹ کی طرح ہے جس میں کرنٹ نہ ہو۔

جب آدمی زمین پر نہیں تھا تواسے مقام پر تھا جہاں اسے ہر چیز بغیر مشقت کے مل جاتی تھی، اسے محنت مشقت کی عادت نہیں تھی، زمین پر آنے کے بعد اسے مشقت بھر کی زندگی ملی انسان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ وہ جنت کی زندگی گزارے، جنت کی زندگی کی خواہش نے اسے بے چین کیا ہوا ہے، بعد اسے مشقت بھر کی زندگی مشین کیا ہوا ہے، بیاز ہو جائے، بیہ بینی رنگ لائی اور انسان نے خفیہ صلاحیتوں کو اجا گر کر کے الی مشین ایجاد کرلی جس سے کام لے کروہ مشقت کی زندگی سے بے نیاز ہو جائے، بیہ سب تو ہوا مگر آدمی نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ خفیہ صلاحیتوں کا مخزن کیا ہے؟ ان صلاحیتوں کو متحرک کرنے کے لئے کرنٹ کہاں سے آتا ہے؟

پہید کی ایجاد کے بعد انسان پر سہولتوں کے حصول کی راہ ہموار ہو گئی اور وہ قدم قدم آگے بڑھتے ہوئے کمپیوٹر ایج میں داخل ہو گیا اب انسان اس حقیقت سے واقف ہو گیا ہے کہ کوئی بھی مشین کرنٹ کے بغیر کام نہیں کرتی۔ انسان جب سے دنیا میں آیا ہے وہ جنت کو زمین پر اتار لینے کے لئے کوشاں ہے۔

جیسے جیسے اس نے تفکر کیا، انسان کے اندر نصب شدہ کمپیوٹر اس کی رہنمائی کر تارہا نتیجہ میں روبوٹ ایجاد ہوگئے، انسان ایک ہی کام کرتے کرتے اکتا جب جب کہ روبوٹ دن رات ایک ہی کام کو دہر اسکتا ہے، روبوٹ انسانوں کے مقابلے میں موسمی تغیر ات ہے کم متاثر ہوتے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کی بیشتر فیکٹریوں میں روبوٹ سے کام لیا جارہا ہے، ویلڈنگ، مولڈنگ اور چیزیں اٹھانے اور رکھنے کاکام کرنے والے صنعتی روبوٹ انسانوں کی طرح کام کرتے ہیں لیکن اگر سون آن نہ کیا جائے تو یہ حرکت نہیں کرتے، ان کی ہر حرکت کوبر تی آلات کے ذریعہ ایک بورڈ کنٹر ول پینل سے متعین کیاجاتا ہے، سون آف کر دیاجائے تو کنٹر ول پینل سے انفار میشن کی سپلائی منقطع ہو جاتی ہے اور روبوٹ کی حرکت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی صور تحال انسان کی بھی ہے، انسان کو زندگی اور زندگی کے تقاضوں کے بارے میں اطلاعات فراہم نہ ہوں تو اس کے اندر کرنٹ کی سپلائی بند ہو جاتی ہے۔



زراعت، تعمیرات، نیوکلیئر پلانٹ، انتہائی حساس اور خطرناک شعبوں کے علاوہ خلائی شخفیق میں بھی روبوٹوں سے استفادہ کیا جارہاہے، اعداد و شار کا ریکارڈ مرتب کرنے والے روبوٹ سے شروع ہونے والی ریسر چاس مقام تک پہنچ چکی ہے کہ انسانی دماغ میں موجود صلاحیتوں کاحامل روبوٹ بنانے پرکام ہورہاہے۔

الله تعالی فرماتے ہیں:

''اور جب تو بنا تامٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مار تااس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتامال کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کومیرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا مر دے میرے حکم سے۔''

(سورة المائده - آیت نمبر ۱۱۰)

سینکڑوں ہز اروں سال کی کاوش کے بعد بھی جس مقام پر سائنٹسٹ نہیں پہنچے سکا۔ مسلمان قر آن میں تفکر کر کے وہ مقام حاصل کر سکتا ہے۔

كرنث اور جان:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے چڑیا بناتے تھے اور پھر اس میں پھونک مار دیتے تھے اور مٹی سے بنائی ہوئی چڑیا اڑ کر درخت پر جاکر بیٹھتی تھی، مٹی سے بنی ہوئی چڑیا اور لوہے سے بنے ہوئے روبوٹ میں کیا فرق ہے؟

یہ فرق ہے کہ روبوٹ میں بجلی کرنٹ بن رہی ہے اور چڑیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک''جان''بن رہی ہے۔

حق القين:

"وہ جس کا گزرایک بستی پر ہواجو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی، اس نے کہا بھلا اللہ اس کو اس کے فناہو چکنے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟ اللہ نے اس کو سوسال کی موت دے دی، پھر اس کو اٹھایا، پو چھا کتنی مدت اس حال میں رہے؟ بولاا یک دن یا اس دن کا پچھ حصہ ۔۔۔ فرمایا تو پورے سوسال اس حال میں رہے، اب تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو۔۔۔ ان میں سے کوئی چیز سڑی نہیں ہے اور اپنے گدھے کو دیکھو ہم اس کو کس طرح زندہ کرتے ہیں تا کہ تمہیں اٹھائے جانے پر یقین ہواور تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ کس طرح ہم ان کا ڈھانچہ کھڑ اکرتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پس جب اس پر حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی وہ پکار اٹھا میں تسلیم کرتا ہوں کہ بے شک اللہ کم چیز پر قادر ہے۔"

(سورة بقره - آیت نمبر ۲۵۹)

عالم امر كامظاهره ديكه كرحضرت عزيزٌ يكار الحُّصة:





"تسليم كرتابول كهب شك الله برچيزير قادرب-"

ایک ساٹھ سال کا آدمی مرگیااور دل، گر دے، دماغ، آئکھیں سب اعضاء موجود ہیں۔ لیکن کوئی عضو کام نہیں کر تا۔ اس نظام میں سب کی حقیقت ایک جیسی ہے۔ چاہے وہ عالم فاضل ہویا جاہل ہو، غریب ہویاامیر ہو۔۔۔جب جسم میں پورے اعضاء موجود ہیں تو آدمی حرکت کیوں نہیں کر تا۔

اس کاجواب ہے ہے کہ جسم کے اندر سسٹم فیوز ہو گیاہے، فضامیں بکل ہے، آسیجن ہے، مگر جسم مر دہ ہے۔۔۔اس کاصاف مطلب ہے ہے کہ انسان روشنیوں سے چل رہا ہے، روشنی، روشنی کو کھار ہی ہے۔ روشنی، روشنی سے بات کر رہی ہے۔ لوگ ماں باپ اس وقت بنتے ہیں، جب ان کے اندر روشنی ہوتی ہے۔ روشنی ختم ہو جائے توسب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

"الله نور ہے آسانوں اور زمین کا، اس نور کی مثال ایس ہے جیسے ایک طاق ہے، اس میں ایک چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے، موتی کی طرح چمکدار اور روش ہے، برکت والے پیڑ زیتون سے جس کانہ مشرق ہے، نہ مغرب ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک ایک ستارہ ہے، موتی کی طرح چمکدار اور روش ہے، برکت والے پیڑ زیتون سے جس کانہ مشرق ہے، نہ مغرب ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اللہ ساب اللہ مثالیں بیان فرما تا ہے لوگوں کے لئے اور اللہ سب اللہ سب کے جانتا ہے۔ "گھ جانتا ہے۔ "

(سورة نور _ آیت نمبر ۳۵)

جب انسان قر آن کے بیان کر دہ اس فار مولے سے واقف ہو جائے گا تواسے بھاری بھر کم لوہے کے بینے ہوئے روبوٹ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اسے سونچ آن آف نہیں کرناپڑے گا، اس کی سوچ روبوٹ کا کام کرے گی، وہ جو چاہے گا اللہ کے تھم سے ہو جائے گا۔

فلم اور سينما:

پر و جیگڑ سے لہریں نکلتی ہیں جو محسوس ہوتی ہیں اور نظر بھی آتی ہیں لیکن ان لہروں کو دیکھ کر ہمارے ذہن میں کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے، سینما میں بیٹھے ہوئے ہم یہ دیکھ رہے اور یہ لہریں یا شعاعیں پر دے پر جاکر بیٹھے ہوئے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ پشت کی جانب سے روشنیوں، لہروں یا شعاعوں کی ایک دھار چلی آر ہی ہے اور یہ لہریں یا شعاعیں پر دے پر جاکر طراقی ہیں تووہاں ہمیں مختلف صور تیں، مختلف شکلیں اور مختلف رنگ نظر آتے ہیں۔

ہم ان لہروں کو خیال سے تشبیبہ دے سکتے ہیں اور لہروں کے ٹکرانے کے عمل کو علم سے منسوب کر سکتے ہیں۔ پر دے یا اسکرین سے لہروں کے ٹکرانے کے عمل کو علم سے منسوب کر سکتے ہیں۔ پر دے یا اسکرین سے لہروں کے ٹکرانے کے بعد جو صور تیں اور جو رنگ جلوہ گر ہوتے ہیں انہیں معنی ومفہوم کہد سکتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ سے ہمیں میا ماصل ہو تاہے کہ خیال جب تک کسی اسکرین پر ٹکراکر اپنامظاہرہ نہ کرے اس وقت تک کسی علم میں معنی اور مفہوم پیدا نہیں ہوتے۔





انسانی دماغ

آدم کی اولاد میں زندگی گزارنے کے لئے دو دماغ استعال ہوتے ہیں۔ ایک دماغ کا تجربہ ہمیں دن کے وقت بیداری میں اور دوسرے دماغ کا تجربہ رات کے وقت نیند میں ہوتا ہے۔ ایک دماغ دائیں طرف ہوتا ہے اور دوسر ادماغ بائیں طرف ہوتا ہے۔ دائیں دماغ کا تعلق لا شعوری حواس سے ہے اور بائیں دماغ کا تعلق شعوری حواس سے ہے ، دایاں دماغ وجد انی دماغ ہے اور بایاں دماغ منطقی اور تنقیدی دماغ ہیں دماغ میں لامحدود علوم ہیں اور بائیں دماغ میں محدود علوم کاذ خیرہ ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ اگر ہم آٹھ ہزاریاد داشتیں فی سینڈ کے حساب سے اپنے دماغ میں ریکارڈ کرتے جائیں تواس میں اتنی گنجائش ہے کہ ہم لگا تار بغیر کسی وقفہ کے 22 سال تک یاد داشتیں ریکارڈ کر سکتے ہیں۔

مشہور سائنسدان آئن سٹائن کا دماغ امریکہ کی لیبارٹری میں محفوظ ہے، بڑے بڑے محققین نے اس پر محض اس غرض سے ریسر چ کی ہے کہ وہ کسی طرح یہ جان لیس کہ آئن اسٹائن کی دماغی ساخت میں ایسی کون سی صلاحیت تھی جس نے اسے جینئس بنادیالیکن ابھی تک انہیں ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی جو عام آدمی کے دماغ اور جینئس آدمی کے دماغ میں امتیاز پیدا کر سکے۔

آئن اسٹائن کواس صدی کاعظیم اور جینئنس سائنسدان کہاجا تاہے،اپنے بارے میں اس نے خود کہاتھا کہ تھیوریز میں نے خود نہیں سوچیں بلکہ وہ اس پر الہام ہوئی تھیں، یادرہے یہ وہی آئن سٹائن تھاجو اسکول کے زمانے میں نالا کُق ترین طالب علم شار کیاجا تا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ایک نالا کُق طالب علم جینئس کیسے بن گیا؟

:Sleep Laboratories

دنیا بھر میں Sleep Laboratories میں ہونے والی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بلا تخصیص جینئس اور عام آدمی جب سو تا ہے تو اس کا دماغ Sleep Laboratories میں جب سو تا ہے تو اس کا دماغ کی جب سو تا ہے تو اس کا دماغ کی جب سو تا ہے تو شعور ٹھیک (کی میں چنے والی برقی روا یک مخصوص حد تک کام کرتی ہے تو شعور ٹھیک کام کرتا ہے۔ اگر ان لہروں میں اضافہ ہو جائے تو انسان پریشان اور بے سکون ہو جاتا ہے۔ ان لہروں میں مزید زیادتی ہو جائے تو بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔

www.ksars.org

فی زمانہ زیادہ ترلوگ بائیں دماغ کے زیر انژر ہتے ہیں۔ بائیں دماغ میں نسیان کا عمل دخل ہے۔ اس کا مطلب سے ہوا کہ کا ئناتی علوم سے بے خبری سے انسان مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

وجدانی دماغ:

دن کے وقت دماغ بے در لیخ استعمال ہو تا ہے اور وجد انی دماغ استعمال نہیں ہو تا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کا نئات کے حقیقی علم سے بے خبر رہتا ہے۔ اس بے خبر ی کاعلاج ہیے ہے کہ انسان اپنے وجد انی دماغ سے رابطہ میں رہے۔ وجد انی دماغ سے رابطہ قائم رہنے سے۔۔۔ شعوری دماغ میں اتنی سکت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان وجد انی دماغ کی کار گزاریوں سے واقف ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں دماغ آدھے یونٹ کے طور پر نہیں بلکہ پورے یونٹ کے طور پر کم ہو جاتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس پر کام کرتا ہے۔ نتیجہ میں غلطیوں، تکلیفوں، بے سکونی اور پیچیدہ بیاریوں کے امکانات جرت انگیز طور پر کم ہو جاتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس وقت انسانی صلاحیتوں سے بہتر سے بہتر کام لینے پر جتنی بھی ریسر چ ہور ہی ہے ان سب کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ کسی طرح دائیں دماغ اور بائیں دماغ کا رابطہ قائم ہو جائے۔ اہل نصوف بتاتے ہیں۔۔۔ اگر انسان اپنی زندگی کا نصف حصہ۔۔۔ نیند کی صلاحیت سے واقفیت حاصل کر لے تو دماغ کا رابطہ قائم ہو جائے۔ اہل نصوف بتاتے ہیں۔۔۔ اگر انسان اپنی زندگی کا نصف حصہ۔۔۔ نیند کی صلاحیت سے واقفیت حاصل کر لے تو دروز سے واقف ہو جاتا ہے۔

سانس زندگی ہے:

زندگی اور زندگی سے متعلق جذبات واحساسات، وار دات و کیفیات، تصورات و خیالات اور زندگی سے متعلق تمام دلچیپیاں اس وقت تک ہیں جب تک سانس کا سلسلہ قائم ہے، سانس اندر جاتا ہے، سانس باہر آتا ہے، اندر کے سانس سے باطن کار شتہ جڑ جاتا ہے، سانس باہر نکلنے سے حواس میں درجہ بندی ہوتی ہے۔

آئکھیں بند کرکے پوری کیسوئی کے ساتھ جب ہم اندر سانس لیتے ہیں تو شعور باطن کی طرف متوجہ ہوجا تا ہے اور جب سانس باہر آتا ہے تو ہماری توجہ ظاہر دنیا کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ نتیجہ میں ہم شک، خوف، لالچ و طمع، جھوٹ اور منافقت کی دنیا میں منتقل ہو کر اس دنیاسے دور ہو جاتے ہیں جس دنیا میں سکون و آرام کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

غیب کی دنیا:

مخفی د نیا کی مثال تالاب کی طرح ہے۔ تھہرے ہوئے پانی میں جھا نکنے سے ہمیں پانی کے اندر اپنی تصویر نظر آتی ہے۔اس طرح باطن میں کا کنات کے سارے افراد باہم ودیگر ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔



کائنات قدرت کا ایک کارخانه ہے۔ آسان، زمین، اجرام ساوی، درخت، پہاڑ، چرند و پرند، حشرات الارض، جنات، فرشتے اور انسان سب اس کار خانے کے کل پرزے اور گراریاں ہیں، ہر پرزہ دوسرے پرزے سے جڑا ہواہے ،کسی ایک پرزے کی کار گزاری بھی اعتدال سے ہٹ جائے تو مثین رک جاتی ہے یا جھٹکے کھانے لگتی ہے۔ ہرپرزہ اپنی کار کر دگی کی حدسے واقف ہے لیکن مثین جس میکانزم پر چل رہی ہے پرزہ اس سے واقف

حرکت مخفی اسکیم ہے جو مظاہر کے پس پر دہ کام کرر ہی ہے۔ مخفی اسکیم تاریکی اور روشنی کی گہرائی میں ایسے نقوش تخلیق کرتی ہے جن کو ہمارے حواس د مکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً اپنے ہاتھ پر بند ھی ہوئی گھڑی دیکھئے، گھنٹے، منٹ اور سینٹر کی سوئی ڈائل میں موجو د ہے، سینٹر کی سوئی تیزی سے حرکت کررہی ہے آئکھ اس حرکت کو محسوس کر لیتی ہے، منٹ اور گھنٹے کی سوئیاں بھی حرکت میں ہیں لیکن ہماری آئکھ اس حرکت کو محسوس نہیں کرتی اور جب ہم تھوڑے سے وقفہ کے بعد ان سوئیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں سوئیوں کا حرکت کرنا نظر آتا ہے۔

ا یک حرکت بہ ہے کہ سوئیاں کم یازیادہ رفتارہے چل رہی ہیں اور دوسری حرکت یہ ہے، جوساری مشین چل رہی ہے لیکن نگاہ سے چیپی ہوئی ہے۔

گھڑی کے اندر اسپرنگ،لیور اور گراریاں ہیں،ان کے باہمی عمل اور اشتر اک سے حرکت کا ایک نہ رکنے والاسلسلہ جاری ہے، کوئی آگے حرکت کررہا ہے، کوئی دائرے میں گھوم رہاہے۔ کوئی لحظہ بہ لحظہ اپنے حجم کوزیادہ کر رہاہے اور کوئی سمٹے رہاہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ حرکت الٹی سیدھی کیوں ہے؟ لیکن تفکر کرنے سے ذہن کھل جاتا ہے ،ماہ وسال کے تجزیہ سے منکشف ہو تاہے کہ زندگی اربوں کھر بوں کل پر زوں سے بنی ہوئی ایک مشین ہے۔

جس طرح انسان کی بنائی ہوئی کوئی بھی حچیوٹی بڑی مشین توانائی (موبل آئل) کی محتاج ہے اسی طرح انسانی پنجرہ میں بند مشین بھی توانائی (چکنائی) کی محتاج ہے۔

باره کھرب خلئے:

ول، دماغ، گردے، چھیچھڑے، معدہ، آنتیں سب نظر نہ آنے والی توانائی سے حرکت کر رہے ہیں، ان بنیادی پر زوں کے ساتھ تقریباً بارہ کھر ب پرزے (خلئے) خود بخو د متحرک ہیں، آدم زاد کی کو تاہ نظری ہے کہ وہ اپنے اندر آواز کے ساتھ جھٹکے کے ساتھ، تیز اور مدھم رفتار کے ساتھ چلنے والی مشین کو دیکیے نہیں سکتان کی آواز سن نہیں سکتا، مشین کو چلانے والی توانائی کاغیر مر کی سلسلہ منقطع ہو جائے تواسے بحال نہیں کر سکتا۔

چراغ میں توانائی:

توانائی کا کام خود جل کر مشین کو حرکت میں رکھنا ہے۔ توانائی اگر اعتدال میں رہے توزندگی بڑھ جاتی ہے، توانائی ضائع 💎 ہو جائے توزندگی کا چراغ بھڑک کر بچھ جاتاہے۔





سانس کی مشقوں اور مر اقبہ کرنے سے انسان کے اندر توانائی کا ذخیر ہ بڑھ جاتا ہے۔۔۔اور کیلوریز (Calories) کم خرچ ہوتی ہیں جس کی وجہ سے توانائی کا گراف اوپر چلاجاتا ہے۔

مراقبہ کرنے والا بندہ پُرسکون رہتا ہے۔ نیند فوراً آ جاتی ہے۔ چ_برہ پرسے حبریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ پر کشش چ_برہ کی وجہ سے اپنے پرائے سب پسند کرتے ہیں۔ وسوسوں، شکوک وشبہات سے نجات مل جاتی ہے۔

جس شخص کے اندر جتنا شک ہوتا ہے اسی مناسبت سے پریشان ہوتا ہے اور پریشانی سے طرح طرح کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ وسوس اور ذہنی دباؤ سے محفوظ رہنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بار بار پڑھا جائے۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت کی جائے، دل کی تضدیق کے ساتھ اللہ کو اپنی ضروریات کا گفیل سمجھا جائے۔۔۔اور وقت کی یابندی کے ساتھ مراقبہ کیا جائے۔



www.ksars.or

روحانی سائنس

ہندوستان کے مشہور صوفی بزرگ بابا تاج الدین ناگیوریؒ خصوصی مسائل میں ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی اپنی گفتگو کے اندر ایسے مرکزی نقطے بیان کر جاتے تھے جو براہ راست قانون قدرت کی گہر ائیوں سے ہم رشتہ ہیں۔ بھی کبھی ایسامعلوم ہو تاتھا کہ ان کے ذہمن سے تسلسل کے ساتھ سننے والوں کے ذہمن میں روشنی کی لہریں منتقل ہور ہی ہیں اور ایسا بھی ہو تاکہ وہ بالکل خاموش بیٹے ہیں اور حاضرین من وعن ہر وہ بات اپنے ذہمن میں سبجھتے اور محسوس کرتے تھے جو بابا تاج الدین ؓ کے ذہمن میں ہوتی تھی۔ یہ بات بالکل عام تھی کہ چند آدمیوں کے ذہمن میں کوئی بات آئی اور بابا تاج الدین ؓ نے اس کاجواب دے دیا۔

مرہٹہ راجہ رگھوراؤان سے غیر معمولی عقیدت رکھتا تھا۔ مہاراجہ مخفی علوم سے مس بھی رکھتا تھااور اس کے اندر فیضان حاصل کرنے کی صلاحیت بھی موجو دہتی ۔ ایک مرتبہ مہاراجہ نے سوال کیا۔"باباصاحب! ایسی مخلوق جو نظر نہیں آتی مثلاً فرشتہ یا جنات، خبر متواتر کی حیثیت رکھتی ہے۔ جتنی آسانی کتابیں ہیں اس منسم کی مخلوق کے تذکرے ملتے ہیں۔ ہر مذہب میں بدروحوں کے بارے میں پچھ نہ کچھ کہا گیا ہے لیکن عقلی اور علمی توجیہات نہ ہونے سے ذی فہم انسانوں کو سوچنا پڑتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہوئے رکتے ہیں کہ"ہم بچھ گئے"تجربات میں جو پچھ زبان زدہیں، وہ انفرادی ہیں، اجتماعی نہیں آب اس مسئلہ پر پچھ ارشاد فرمائیں۔"

جس وقت یہ سوال کیا گیابابا تاج الدین ؒ لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہ اوپر تھی۔ فرمانے لگے۔ "میاں رگھوراؤ!ہم سب جب سے پیداہوئے ہیں، ساروں کی مجلس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ شاید ہی کوئی رات ایسی ہو کہ ہماری نگاہیں آسمان کی طرف نہ اٹھتی ہوں۔ بڑے مزے کی بات ہے، کہنے میں یہی آتا ہے کہ ستارے ہمارے سامنے ہیں، ستاروں کو ہم دیکھ رہے ہیں، ہم آسمانی دنیاسے روشناس ہیں۔ لیکن ہم کیادیکھ رہے ہیں اور ماہ وانجم کی کون سی دنیاسے روشناس ہیں۔ اس کی تشر تے ہمارے بس کی بات نہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں، قیاس آرائی سے زیادہ نہیں ہوتا۔ پھر بھی سبھتے یہی ہیں کہ ہم جانتے ہیں۔ زیادہ حیر تناک امریہ ہے کہ جب ہم دعویٰ کرتے ہیں انسان پھے نہ چھ جانتاہے تو یہ قطعاً نہیں سوچتے کہ اس دعوے کے اندر حقیقت ہے یا نہیں۔ "
زیادہ حیر تناک امریہ ہے کہ جب ہم دعویٰ کرتے ہیں انسان پچھ نہ پچھ جانتاہے تو یہ قطعاً نہیں سوچتے کہ اس دعوے کے اندر حقیقت ہے یا نہیں۔ "

دن كياب_رات كياب؟

فرمایا۔"جو پچھ میں نے کہااسے سمجھو، پھر بتاؤ کہ انسان کاعلم کس حد تک مفلوج ہے۔ انسان پچھ نہ جاننے کے باوجود اس کا بقین رکھتا ہے کہ میں بہت پچھ جانتا ہوں۔ یہ چیزیں دور پرے کی ہیں۔ جو چیزیں ہر وقت انسان کے تجربے میں ہیں، ان پر بھی نظر ڈالتے جاؤ۔ دن طلوع ہو تا ہے، دن کا طلوع ہو ناکیا شئے ہے؟ ہمیں نہیں معلوم کہ طلوع ہونے کا مطلب کیا ہے ہم نہیں جاننے دن رات کیا ہیں؟ اس کے جو اب میں اتنی بات کہہ دی جاتی ہے کہ یہ دن ہے۔ یہ دن ہے۔ ان کے بعد رات آتی ہے۔ نوع انسانی کا یہی تجربہ ہے۔



میاں رگھوراؤ، ذراسوچو کیا سنجیدہ طبیعت انسان اس جو اب پر مطمئن ہو جائے گا؟ دن رات، فرشتے نہیں ہیں، جنات نہیں ہیں، پھر بھی وہ مظاہر ہیں جن سے ایک فرد واحد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ تم اتنا کہہ سکتے ہو کہ دن رات کو نگاہ دیکھتی ہے، اس لئے قابل یقین ہے۔ لیکن سے سمجھنا بھی ضروری ہے کہ نگاہ کے ساتھ فکر کام نہ کرے تو زبان نگاہ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ دراصل نگاہ اور فکر سارے کا سارا عمل تفکر ہے۔ نگاہ محض ایک گو نگا بیولا ہے۔ فکر بی کے ذریعے تجربات عمل میں آتے ہیں تم نگاہ کو تمام حواس پر قیاس کر لو۔ سب کے سب گو نگے، بہرے اور اندھے ہیں۔ تفکر ہی حواس کو ساعت اور بصارت دیتا ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ حواس تفکر سے الگ کوئی چیز ہیں، حالا نکہ تفکر سے الگ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ انسان محض تفکر ہے۔ فرشتہ محض تفکر ہے۔ جن محض تفکر ہے۔ علی ھذالقیاس ہر ذی ہوش تفکر ہے۔

لامتنابى تفكر:

فرمایااس گفتگو میں ایک ایسامقام آ جاتا ہے جہاں کا نئات کے گی راز منکشف ہو جاتے ہیں۔ غور سے سنو! ہمارے تفکر میں بہت سی چیزیں ابھرتی رہتی ہیں۔ دراصل وہ باہر سے آتی ہیں۔ انسان کے علاوہ کا نئات میں اور جتنے تفکر ہیں جن کا تذکرہ ابھی کیا گیا ہے۔ فرشتے اور جنات ان سے انسان کا تفکر اسی طرح متاثر ہو تا ہے۔ قدرت کا چلن میہ کہ لامتناہی تفکر سے تناہی کو فیضان پہنچاتی رہتی ہے۔ پوری کا نئات میں اگر قدرت کا میہ فیضان جاری نہ ہو تو کا نئات کے افراد کا بید در میانی رشتہ کٹ جائے۔

ایک تفکر کادوسرے تفکر کومتاثر کرنابھی قدرت کے اس طرز عمل کاایک جزہے۔انسان پابہ گل ہے،جنات پابہ ہیولاہے، فرشتے پابہ نور ہیں۔ یہ تفکر تنین قشم کے ہیں اور تینوں کا کنات ہیں۔اگریہ مربوط نہ رہیں اور ایک تفکر کی لہریں دوسرے تفکر کونہ ملیں توربط ٹوٹ جائے گا اور کا کنات منہدم ہو جائے گا۔

ثبوت میہ ہے کہ ہمارا تفکر ہیولا اور ہیولا قسم کے تمام جسموں سے فکری طور پر روشناس ہے ساتھ ہی ہمارا تفکر نور اور نور کی ہر قسم سے بھی فکری طور پر روشناس ہے حالا نکہ ہمارے تفکر کے تجربات پابہ گل ہیں اب یہ بات واضح ہو گئ ہے کہ ہیولا اور نور کے تجربات اجنبی تفکر سے ملے ہیں۔

عام زبان میں تفکر کو اناکا نام دیا جاتا ہے اور انایا تفکر ایسی کیفیات کا مجموعہ ہوتا ہے جن کو مجموعی طور پر فرد کہتے ہیں۔ اس طرح کی تخلیق ستارے بھی ہیں اور ذرے بھی۔ ہمارے شعور میں یہ بات یا تو بالکل نہیں آتی یا بہت کم آتی ہے کہ تفکر کے ذریعے ستاروں ذروں اور تمام مخلوق سے ہمارا تبادلہ خیال ہوتار ہتا ہے یعنی ان کی انا (تفکر کی لہریں) ہمیں بہت کچھ دیتی ہیں اور ہم سے بہت کچھ لیتی بھی ہیں۔ تمام کا کنات اس قسم کے تبادلہ خیال کا ایک خاط سے ہم خالوق میں فرشتے اور جنات ہمارے لئے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ تفکر کے اعتبار سے ہمارے زیادہ قریب اور تبادلہ خیال کے لحاظ سے ہم نے زیادہ مانوس ہیں۔



كهكشاني نظام:

باباتاج الدین اس وقت ستاروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کہنے لگے ''کہکشانی نظاموں اور ہمارے در میان بڑا استخام رشتہ ہے۔ پے در پے جو خیالات ہمارے ذہنوں میں آتے ہیں۔ یہ خیالات روشنی کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ یہ خیالات روشنی کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ روشنی کی چھوٹی بڑی شعاعیں خیالات کے لاشار تصویر خانے لے کر آتی ہیں۔ ان ہی تصویر خانوں کو ہم اپنی زبان میں تو ہم ، خیال، تصور اور تفکر وغیرہ کانام دیتے ہیں۔ سمجھا یہ جا تا ہے کہ یہ ہماری اپنی اختر اعات ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔

بلکہ تمام مخلوق کی سوچنے کی طرزیں ایک نقطہ مشتر ک رکھتی ہیں وہی نقطہ مشتر ک تصویر خانوں کو جمع کر کے ان کاعلم دیتا ہے۔ یہ علم نوع اور فرد کے شعور پر منحصر ہے۔ شعور جو اسلوب اپنی اناکی اقد ارکے مطابق قائم کر تاہے تصویر خانے اس ہی اسلوب کے سانچے ہیں ڈھل جاتے ہیں۔ "

اس موقع پریہ بتانا ضروری ہے کہ تین نوعوں کے طرز عمل میں زیادہ اشتر اک ہے۔ ان ہی کا تذکرہ آسانی کتابوں اور قرآن پاک میں انسان، فرشتہ اور جنات کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ نوعیں کا کنات کے اندر سارے کہکشانی نظاموں میں پائی جاتی ہیں۔ قدرت نے کچھ ایسانظام قائم کیا ہے جس میں یہ تنین نوعیں تخلیق کارکن بن گئی ہیں۔ ان ہی کے ذہن سے تخلیق کی لہریں خارج ہو کر کا کنات میں منتشر ہوتی ہیں اور جب یہ لہریں معین مسافت طے کر کے معین نقطہ پر پہنچی ہیں توکا کناتی مظاہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

ہریرت الگ الگ ہونے کے باوجود ایک ہے:

تفکر، انااور شخص ایک ہی چیز ہے۔ الفاظ کی وجہ سے ان میں معانی کا فرق نہیں کرسکتے۔ سوال یہ پیدا ہو تا ہے کہ آخر یہ انا، تفکر اور شخص ہیں کیا؟ یہ وہ ہتایاں ہیں جو لاشار کیفیات کی شکلوں اور سراپا سے بنی ہیں مثلاً بصارت، ساعت، تکلم، محبت، رحم، ایثار، رفتار، پرواز وغیرہ ہونے کے باوجود ایک کیفیت شکل اور سراپار گھتی ہے۔ قدرت نے ایسے بے حساب سراپالے کر ایک جگہ اس طرح جمع کر دیئے ہیں کہ الگ الگ پرت ہونے کے باوجود ایک جان ہوگئے ہیں۔ ایک انسان کے ہز اروں جسم ہوتے ہیں۔ علی ہذالقیاس جنات اور فرشتوں کی بھی یہی ساخت ہے۔ یہ تینوں ساخت اس لئے مخصوص ہیں کہ ان میں کیفیات کے پرت دو سرے انواع سے زیادہ ہیں۔ کا ئنات کی ساخت میں ایک پرت بھی ہے اور کثیر تعداد پرت بھی ہیں۔ تاہم ہر نوع کے افراد میں مساوی پرت ہیں۔

دخان = مثبت كيفيت / منفى كيفيت:

انسان لاشار سیاروں میں آباد ہیں اور ان کی قسمیں کتنی ہیں اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے۔ یہی بات فرشتوں اور جنات کے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔ انسان ہوں، جنات ہوں یا فرشتے، ان کے سرایا کاہر فرد ایک یائندہ کیفیت ہے۔ کسی پرت کی زندگی جَلی ہوتی ہے یاخفی۔ جب پرت کی حرکت جلی





ہوتی ہے توشعور میں آ جاتی ہے۔ خفی ہوتی ہے تولا شعور میں رہتی ہے۔ جلی حرکت کے نتائج کوانسان اختر اع وایجاد کہتاہے لیکن خفی حرکت کے نتائج شعور میں نہیں آتے حالا نکہ وہ زیادہ عظیم الثان اور مسلسل ہوتے ہیں۔

یہاں یہ راز غور طلب ہے کہ ساری کا نئات خفی حرکت کے نتیج میں رو نماہونے والے مظاہر سے بھری پڑی ہے البتہ یہ مظاہر مخفی انسانی لاشعور کی پید اوار نہیں ہیں۔ انسان کا خفی کا نئات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل ربط قائم نہیں رکھ سکتا۔ اس کمزوری کی وجہ نوع انسان کے اپنے خصا کل ہیں۔ انسان نے اپنے تفکر کو کس لئے پابہ گِل کیا ہے۔ یہ بات اب تک نوع انسانی کے شعور سے ماوراء ہے۔ کا نئات میں جو تفکر کام کر رہا ہے اس کا تقاضہ کوئی انسان نے اپنے تفکر کو کس لئے پابہ گِل کیا ہے۔ یہ بات اب تک نوع انسانی کے شعور سے ماوراء ہے۔ کا نئات میں جو تفکر کام کر رہا ہے اس کا تقاضہ کوئی انسان کے خلوق پورا نہیں کر سکی جو زمانی ، مکانی فاصلوں کی گرفت میں بے دست و پاہو۔ اس شکل میں ایس تخلیق کی ضرورت تھی جو اس کے خالی گوشوں کو مکمل کرنے کی طاقت رکھتی ہو چنانچہ کا نئاتی تفکر سے جنات اور فرشتوں کی تخلیق عمل میں آئی تا کہ خلاء پُر ہو جائے۔

فی الواقع انسانی تفکرسے وہ تمام مظاہر رونما نہیں ہو سکے جس سے کا کنات کی سخیل ہو جاتی۔ کا کنات زمانی مکانی فاصلوں کا نام ہے۔ یہ فاصلے انا کی جھوٹی بڑی مخلوط لہروں سے بنتے ہیں۔ ان لہروں کا جھوٹا بڑا ہونا ہی تغیر کہلا تا ہے۔ دراصل زمان اور مکان دونوں اسی تغیر کی صور تیں ہیں۔ دخان جس کے بارے میں دنیا کم جانتی ہے۔ اس مخلوط کا نتیجہ اور مظاہر کی اصل ہے۔ یہاں دخان سے مر اد دھواں نہیں ہے۔ دھواں نظر آتا ہے اور دخان ایسا دھواں ہے جو نظر نہیں آتا۔ انسان مثبت دخان کی اور جنات منفی دخان کی پیداوار ہیں۔ رہا فرشتہ ان دونوں کے مخص سے بنا ہے۔ عالمین کے تین اجزائے ترکیبی غیب وشہود کے بانی ہیں۔ ان کے بغیر کا کنات کے گوشے امکانی تموج سے خالی رہتے ہیں۔ نتیجہ میں ہماراشعور اور لاشعور حیات سے دور نابود میں گم ہو جاتا ہے۔

ان تین نوعوں کے در میان عجیب و غریب کرشمہ بر سرعمل ہے۔ مثبت دخان کی ایک کیفیت کانام مٹھاس ہے۔ اس کیفیت کی کثیر مقد ار انسانی خون میں گردش کرتی رہتی ہے۔ دخان کی منفی کیفیت نمکیین ہے۔ اس کیفیت کی کثیر مقد ار جنات میں پائی جاتی ہے۔ ان ہی دونوں کیفیتوں سے فرشتے ہیں۔ اگر انسان میں مثبت کیفیت کم ہو جائے اور منفی کیفیت بڑھ جائے تو انسان میں جنات کی تمام صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ جنات کی طرح عمل کرنے لگتا ہے۔ اگر کسی جن میں مثبت کیفیت بڑھ جائے اور منفی کیفیت کم ہو جائے تو اس میں کشش تفل بید اہو جاتا ہے۔ فرشتہ پر بھی طرح عمل کرنے لگتا ہے۔ اگر کسی جن میں مثبت اور منفی کیفیت کم ہو جائے تو اس میں کشش تفل بید اہو جاتا ہے اور منفی کے تو اس میں کشش تفل بید اکر سکتا ہے اور منفی کے دور پر وہ انسانی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے اور منفی کے نور پر جنات کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے۔ بالکل اسی طرح اگر انسان میں مثبت اور منفی کیفیات معین سطے سے کم ہو جائیں تو اس سے فرشتہ کے اعمال صادر ہونے لگیں گے۔

طریق کار بہت آسان ہے۔ ہم مٹھاس اور نمک کی معین مقداریں کم کرکے فرشتوں کی طرح زمانی مکانی فاصلوں سے وقتی طور پر آزاد ہوسکتے ہیں۔ محض مٹھاس کی مقدار کم کرکے جنات کی طرح زمانی مکانی فاصلے کم کرسکتے ہیں لیکن ان تدبیروں پر عمل پیرا ہونے کے لئے کسی روحانی انسان کی رہنمائی اشد ضروری ہے۔





www.ksars.or

خيالات كا قانون:

یہ قانون بہت فکر سے ذبن نشین کر ناچاہئے کہ جس قدر خیالات ہمارے ذبن میں دور کرتے ہیں ان میں بہت زیادہ ہمارے معاملات سے غیر متعلق ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق قرب اور دور کی ایسی مخلوق سے ہوتا ہے جو کا نئات میں کہیں نہ کہیں موجو دہو۔ اس مخلوق کے تصورات اہروں کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ جب ہم ان تصورات کا جوڑا پنی زندگی سے ملاناچاہتے ہیں توہز اروں کوشش کے باوجو د ناکام رہ جاتے ہیں۔ اناکی جن اہروں کا ابھی تذکرہ ہو چکا ہے ان کے بارے میں چند باتیں فکر طلب ہیں۔

سائنس دان روشنی کوزیادہ سے زیادہ تیزر فتار قرار دیتے ہیں لیکن وہ اتنی تیزر فتار نہیں ہوتی کہ زمانی مکانی فاصلوں کو منقطع کر دے۔البتہ انا کی لہریں لا تناہیت میں بیک وفت ہر جگہ موجود ہیں۔ زمانی مکانی فاصلے ان کی گرفت میں رہتے ہیں۔ بالفاظ دیگریوں کہہ سکتے ہیں کہ ان لہروں کے لئے زمانی مکانی فاصلے موجود ہیں نہیں ہیں وشنی کی لہریں جن فاصلوں کو کم کرتی ہیں،انا کی لہریں ان ہی فاصلوں کو بجائے خود موجود نہیں جانتیں۔

اناكى لهرين:

انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کاطریقہ رائج ہے۔ آواز کی لہریں جن کے معنی معین کر لئے جاتے ہیں۔ سننے والوں کو مطلع کرتی ہیں۔ یہ طریقہ اس ہی طریقہ کی نقل ہے جوانا کی لہروں کے در میان ہو تاہے۔

دیکھا گیاہے کہ گونگا آدمی اپنے ہونٹوں کی خفیف جنبش سے سب پچھ کہہ دیتا ہے اور سبچھنے کے اہل سب پچھ سبچھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی پہلے طریقہ کا عکس ہے۔ جانور آواز کے بغیر ایک دوسرے کو حال سے مطلع کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی انا کی لہریں کام کرتی ہیں۔ درخت آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہاں بھی ہوتی ہے جو ہز اروں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہی یہ گفتگو صرف آمنے سامنے کے درختوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ دور دراز ایسے درختوں میں بھی ہوتی ہے جو ہز اروں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہی قانون جمادات میں بھی رائج ہے۔ کنگروں، پتھروں، مٹی کے ذروں میں من وعن اسی طرح تبادلہ خیال ہوتا ہے۔

اندرونی تحریکات:

انبیاء اور روحانی طاقت رکھنے والے انسانوں کے کتنے ہی واقعات اس کے شاہد ہیں۔ ساری کا نئات میں ایک ہی لاشعور کار فرما ہے۔ اس کے ذریعے غیب وشہود کی ہر لہر دوسری لہر کے معنی سمجھتی ہے، چاہے ہیہ دونوں لہریں کا نئات کے دو کناروں پر واقع ہوں۔ غیب وشہود کی فراست و معنویت کا نئات کی رگ جان ہے۔ ہم اس رگِ جاں میں جو خود ہماری اپنی رگِ جال بھی ہے، تفکر اور توجہ کر کے اپنے سیارے اور دوسرے سیاروں کے آثار واحوال کا انکشاف کر سکتے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کے تضورات جنات اور فرشتوں کی حرکات و سکنات، نباتات، جمادات کی اندرونی تحریکات معلوم کر سکتے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کے تصورات جنات اور فرشتوں کی حرکات و سکنات، نباتات، جمادات کی اندرونی تحریکات معلوم کر سکتے ہیں۔



www.ksars.org

حضرت سليمان عليه السلام كالمحل:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل سونے، چاندی کی اینٹوں سے بناہوا تھا۔ دیواروں پر سونے چاندی کی چُکی کاری تھی۔ چھتیں زمر داور یا قوت سے مزین تھیں۔ تخت شاہی زمر د، سچے موتی، لعل اور فیروزہ سے مرصع تھا۔ تخت کے چاروں کونوں پر ایسے در خت تراشے گئے تھے جن کی شاخیں مزین تھیں، شاخوں میں رنگ برنگ بجلیاں دوڑتی تھیں، ہر شاخ پر گھونسلے بنائے گئے تھے اور گھونسلوں میں پر ندے بھائے گئے تھے، در بار میں عود کی کلڑیاں سکتی رہتی تھیں (2002ء میں عود کی کلڑی پانچ کا کھ ساٹھ ہز ار روپے کلوہے) مشک و عنبر کا پر تھا، تخت کے نیچے دائیں بائیں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں، جن پر انسان اور جنات میں سے اکابرین مملکت اور ان استعال ہوتے تھے، شاہی تخت اونچائی پر تھا، تخت کے نیچے دائیں بائیں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں، جن پر انسان اور جنات میں سے اکابرین مملکت اور ان کے معاونین بیٹھتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تاج شاہی سرپرر کھ کر جلوہ افروز ہوتے تھے تو در ختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے پر ندے اپنے پر کھول دیتے تھے اور ان پروں میں سے مشک و عنبر کی مہک آتی تھی۔ زر وجو اہر سے مرصع رنگوں سے آراستہ مور رقص کرتے تھے اور سے سائنس کا کر شہہ تھا۔

قرآنی سائنس:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ ملکہ سبآحاضر خدمت ہور ہی ہے۔ انہوں نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا:

"میں چاہتاہوں کہ ملکہ سبآکے یہاں چینچنے سے پہلے اس کا تخت شاہی دربار میں موجود ہو"۔ ایک دیو پیکر جن نے کہا۔" دربار برخاست کرنے سے پہلے میں تخت لا سکتاہوں "۔ جن کا دعویٰ سن کر ایک انسان نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا، یہ کہا" اس سے پہلے آپ کی پلک جھیکے یہ تخت دربار میں آ جائے گا۔"حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس تخت کی ہیئت میں کچھ تبدیلی کردی جائے میں دیکھناچا ہتاہوں کہ ملکہ سبآیہ دیکھ کر حقیقت کی راہ پاتی ہے یا نہیں؟

ملکہ سبآجب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئی تواس سے پوچھا گیا کہ کیا تیر اتخت ایساہی ہے؟ عقلمند ملکہ نے جواب دیا" ایسامعلوم ہو تا ہے گویاوہی ہے" ملکہ سبآنے اس کے ساتھ ہی ہے کہا" مجھے آپ کی بے نظیر اور عدیم المثال قوت کا پہلے سے علم ہو چکا ہے اس لئے میں مطبع اور فرمان بر دار بن کر حاضر ہوئی ہوں اور اب تخت کا یہ محیر العقول معاملہ تو آپ کی لافانی طاقت کا بے مثال مظاہر ہ ہے اس لئے ہم پھر آپ سے فرمان بر داری کا اظہار کرتے ہیں۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات اور انسان انجیئئر ول سے ایک عالیثان محل تعمیر کروایا تھاجو آبگینوں کی چیک، قصر کی رفعت اور عجیب وغریب دستکاری کی وجہ سے بے مثال تھا۔ اس میں داخل ہونے کے لئے سامنے جو صحن پڑتا تھا اس میں ایک بڑا حوض بنا کرپانی سے بھر دیا گیا تھا۔ شفاف آبگینوں اور بلور کے نکڑوں سے ایسانفیس فرش بنایا گیاتھا کہ دیکھنے والے کی نگاہ دھو کہ کھاکریقین کرلیتی تھی کہ صحن میں شفاف پانی بہہ رہاہے۔



روحانی حواس:

باباتاج الدین ناگپورٹ کی خدمت میں کھانے کے لئے ایک امر ودپیش کیا گیا، قاش جب ہو نٹوں سے لگی توانہوں نے فرمایا:" یہ کسی مر دے کا گوشت ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے امرود کی قاش بھینک دی، حاضرین مجلس میں سے بچھ لو گوں کو تجسس ہوا کہ امرود کی قاش سے مردہ گوشت کا کیا تعلق ہے۔ دو معزز حضرات مجلس میں سے اٹھے اور فروٹ کی اس د کان پر پہنچ جہاں سے امرود خریدے گئے تھے۔ د کاندار نے سبزی منڈی میں آڑھی کا پیتہ بتایا، آڑھی نے اس زمیندار کا پیتہ بتایا جہاں سے امرود اس کے پاس آئے تھے۔ زمیندار نے بتایا کہ جس باغ کے یہ امرود ہیں وہاں ایک قبرستان تھا، قبرستان میں بل چلا کر امرود کا باغ لگایا گیا ہے۔

عجیب وغریب سر گزشت:

بر صغیر پاک وہند کے معروف صاحب کمال ایک صوفی بزرگ حضرت غوث علی شاہ پانی پٹی ؓ نے مندر جہ ذیل واقعہ بیان کیاہے جوٹائم اور اسپیس کے بارے میں نہایت حیرت انگیز معلومات فراہم کرتاہے۔

ایک شخص شاہ عبدالعزیز گی خدمت میں حاضر ہوا۔ لباس کے اعتبار سے وہ شاہی عہدے دار معلوم ہو تا تھا۔ اس نے شاہ صاحب ؓ سے کہا۔ حضرت میری سر گزشت اتنی عجیب وغریب ہے کہ کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ خودمیری عقل بھی کام نہیں کرتی۔ جیران ہوں کہ کیا کہوں، کس سے کہوں، کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ اب تھک ہار کر آپ کی خدمت میں حاضر ہواہوں۔

اس شخص نے اپنی سر گزشت بیان کرتے ہوئے کہا:

میں کھنو میں رہتا تھا، ہر سرروز گار تھا۔ حالات اچھے گزررہے تھے۔ قسمت نے پلٹا کھایا۔ معاثی حالات خراب ہوتے چلے گئے زیادہ وقت برکاری میں گرز نے لگا۔ میں نے سوچا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے بہتر ہے کسی دو سرے شہر میں حصول معاش کی کوشش کی جائے۔ تھوڑا سازاد راہ ساتھ لیا اور اور دے پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں رواڑی کے مقام پر قیام کیا۔ اس زمانے میں وہ جگہ ویران تھی صرف ایک سرائے آباد تھی۔ سرائے میں پیٹھے ہو۔ کھانا کیوں میں پچھے کسیبیاں رہتی تھیں۔ میں سرائے میں متفکر بیٹھا تھا۔ پیسے بھی ختم ہو گئے تھے۔ ایک کسی آئی۔ کہنے لگی میاں کس فکر میں بیٹھے ہو۔ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ میں نے کہا ابھی سفر کی تھکان ہے۔ ذراستالوں تھکن دور کرنے پر کھانا کھاؤں گا۔ یہ سن کروہ چلی گئے۔ پھر پچھ دیر بعد آئی اور وہی سوال کیا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ تیسری د فعہ آکر پوچھا تو میں نے سب پچھ بتا دیا کہ میرے پاس جو پچھ تھا خرج ہو چکا ہے۔ اب بھیار اور گھوڑا بیچنے کی سوچ رہا ہوں۔ وہ اٹھ کر خامو شی سے اپنے کمرے میں گئی اور دس روپے لاکر مجھے دیدیئے۔



میں نے جب روپے لینے میں پس و پیش کی تواس نے کہامیں نے بیہ روپے چر خد کات کر اپنے کفن دفن کے لئے جمع کئے ہیں، تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ بیر روپے میں آپ کو قرض حسنہ دے رہی ہوں جب حالات درست ہو جائیں توواپس کر دینا۔

میں نے رویے لے لئے اور خرج کر تاہوااود ہے پور پہنچامجھے اچھی ملاز مت مل گئی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کا کرنااییاہوا کہ حالات اچھے ہو گئے۔

گھرسے خط آیا کہ لڑ کاجوان ہو گیاہے۔سسر ال والے شادی پر اصر ار کر رہے ہیں، جلدسے جلد آکر اس فرض سے سبکدوش ہو جائے۔

ر خصت منظور ہونے پر میں اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ رواڑی پہنچاتو پر انے واقعات کی یاد تازہ ہو گئی۔ سرائے میں جاکر کسی کے متعلق معلوم کیا تو پہۃ چلا کہ وہ سخت بیارہے اور پچھ کھوں کی مہمان ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچاتو وہ آخری سانس لے رہی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے اس کی روح پر واز کر گئی۔ میں نے کفن د فن کاسامان کیا، اسے خو د قبر میں اتارا اور سرائے میں واپس آکر سو گیا۔ آد ھی رات کے وقت پییوں کاخیال آیا۔ دیکھا توجیب میں رکھی ہوئی پانچ ہز ارکی ہنڈی غائب تھی، تلاش کیا مگر نہیں ملی خیال آیا کہ ہونہ ہود فن کرتے وقت قبر میں گرگئی ہے۔ افتال وخیز ال قبر ستان پہنچا اور ہمت کرکے قبر کھول دیا۔

قبرکے اندر:

قبر کے اندر اتراتوا یک عجیب صورت حال کاسامنا کرنا پڑا۔ نہ وہاں میت تھی نہ ہنڈی۔ ایک طرف دروازہ نظر آرہا تھا ہمت کر کے دروازے کے اندر داخل ہوا توایک نئی دنیاسامنے تھی۔ چاروں طرف باغات کاسلسلہ بھیلا ہوا تھا اور ہر ہے بھر ہے پھل دار درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ باغ میں ایک طرف عالی شان عمارت بنی ہوئی تھی۔ عمارت کے اندر قدم رکھا توایک حسین و جمیل عورت پر نظر پڑی۔ وہ شاہانہ لباس پہنے بناؤ سنگھار کئے بیٹھی تھی۔ ارد گرد خدمت گارہا تھ باندھے کھڑے تھے۔ عورت نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں وہی ہوں جس نے تمہیں دس روپے دیئے تھے۔ اللہ تعالی کو میر ایہ عمل پیند آیا اور اس عمل کو قبول فرما کر مجھے بخش دیا اور بھر پور نمتوں سے نواز دیا۔ یہ تمہاری ہنڈی ہے جو قبر کے اندر گرگئی تھی۔ ہنڈی لواور یہاں سے فوراً جلے جاؤ۔

میں نے کہا یہاں کچھ دیر تھہر کر سیر کرناچاہتا ہوں۔ حسین و جمیل عورت نے جواب دیا کہ تم قیامت تک بھی گھومتے پھرتے رہو تو یہاں کی سیر نہیں کر سکو گے۔ فوراً واپس چلے جاؤ۔ تمہیں نہیں معلوم کہ دنیااس عرصے میں کہاں پہنچ پکی ہو گی۔ میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیااور قبرسے نکل آیا۔ باہر آکر دیکھا کہ وہاں سرائے تھی اور نہ ہی پرانی آبادی تھی۔ چاروں طرف شہر پھیلا ہوا تھا۔ پچھ لو گوں سے سرائے کے بارے میں پوچھا تو سب نے لاعلمی کا ظہار کیا۔ بعض لو گوں نے مجھے مخبوط الحواس قرار دیا۔

آخر کارایک آدمی نے کہامیں تمہیں ایک بزرگ کے پاس لے چلتا ہوں۔وہ بہت عمر رسیدہ ہیں، شایدوہ کچھ بتا سکیں اس بزرگ نے ساراحال سنااور کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے دادابتا یا کرتے تھے کہ کسی زمانے میں یہاں ایک سرائے تھی۔ سرائے میں ایک امیر آکر کھہر اتھا اور





ایک رات وہ پر اسر ار طور پر غائب ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بارے میں کچھ پبتہ نہیں چلا کہ زمین نگل گئی یا آسان نے اٹھالیا۔ میں نے کہامیں ہی وہ امیر ہوں جو سر ائے سے غائب ہوا تھا۔ یہ سن کر وہ بزرگ اور حاضرین محفل حیر ان اور ششدر رہ گئے اور ایک دو سرے کامنہ تکنے گئے۔

اميريه واقعه سنا كرخاموش ہو گيا اور پھر شاہ عبدالعزيز ؒ سے عرض كيا كه آپ ہى فرمائيں ميں كيا كروں؟ كہاں جاؤں؟ مير اگھر ہے نه كوئى ٹھكانه، دوسرے بير كه اس واقعے نے مجھے مفلوج كر دياہے۔ شاہ صاحب ؒ نے فرمايا۔ تم نے جو پچھ ديكھا ہے صحيح ہے اس عالم اور اس عالم كے وقت كے پيانے الگ الگ ہيں۔ شاہ صاحب ؒ نے فرمايا۔ "اب تم بيت الله شريف چلے جاؤاور باقی زندگی يا دالهی ميں گزار دو۔"

